اللہ

میری توبہ

اللہ کے حضور سچی توبہ
کرنے کی رہنما کتاب

عالم فقری

اللہ میری توبہ

عالم فقری

ادارہ پیغام القرآن
40-اردو بازار لاہور

نام کتاب	....	اللہ میری توبہ
مصنف	....	عالم فقری
اہتمام اشاعت	....	صاحبزادہ محسن فقری
سال اشاعت	....	2009ء
تعداد	....	600
طابع	....	یو اینڈ می پریس
قیمت	....	180/- روپے

..........ملنے کا پتہ..........

حسیب پبلشنگ ھاوس ایوان علم پلازہ، اُردو بازار، لاہور

شبیر برادرز ۴۰ اُردو بازار، لاہور

احمد بُک کارپوریشن راولپنڈی

اسلامک بُک کارپوریشن راولپنڈی

نظامی کتب خانہ درگاہ بابا صاحب پاکپتن

فہرست

۳ - توبہ

۴۔ سچی توبہ

۵۔ فضائلِ توبہ

۶۔ ولایت اور توبہ

۷۔ استغفار



دیباچہ

توبہ بڑا اہم موضوع ہے۔ لہٰذا اس موضوع پر علم حاصل کر کے اللہ کے حضور سچی توبہ کرنا ہر شخص کے لیے ازحد ضروری ہے۔ اس لیے اے غافل انسان! ہوش میں آ وقت کو غنیمت جان، ماضی کو بھول جا، آج کو دیکھ، ہو سکتا ہے کل تیرے لیے نہ آئے۔ جو کچھ کرنا ہے آج کر۔ ابھی وقت ہے توبہ کر لے۔ رحمتِ ایزدی جوش میں ہے۔ چھپ چھپ کر گناہ کرنے والے چھپ کے ہی معافی مانگ۔ سر کو اللہ کے حضور جھکا دے۔ گڑگڑا کے معافی مانگ، جیسا کہ مانگنے کا حق ہے۔ تیرے ندامت کے آنسو تیرے دھبوں کو دھو ڈالیں گے، مت بھول کہ تو انتہائی آلودہ ہے۔ رات کا پچھلا پہر تیرے لیے مناسب ہے۔ عقل سے کام لے، ابھی کچھ وقت میں بابِ توبہ بند ہونے کو ہے۔ پھر تیری توبہ کسی کام نہ آئے گی۔ جسے تو آج شہد سمجھ رہا ہے کل تیرے لیے زہر ثابت ہوگا۔ یہ رنگینیاں صرف چار دن کے لیے ہیں، یہ کاروبار تجھے مہنگا پڑے گا۔ اس وقت تیرے تمام وسائل جواب دے چکے ہوں گے، تیرا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا۔ آ میرے ساتھ ہو جا، میری توبہ میں تو بھی شریک ہو جا۔ ہم دونوں گنہگار ہیں، ہم نے گندگی سے جنم لیا ہے۔ کیوں بڑائیاں مارتا ہے، انہیں چھوڑ کر اللہ کے حضور جھک جا۔ یہاں تک تو مٹی میں سما جائے، پھر دیکھ اس کے رحمت کے دریا کو ٹھاٹھیں مارتا دیکھ۔ اے جن و انسان مانگو، جو کچھ مانگو گے دیا جائے گا۔ غلام وہی بہتر ہے جس کا مالک اس پر راضی ہے۔ اللہ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چل، اسی میں تیری خیر ہے، اپنی زبان اور ہاتھ کو صحیح طور پر استعمال کر، اگر تو عزت و توقیر چاہتا ہے۔ توبہ کو دل اور زبان پر رکھ۔ تو بار بار گناہ کی طرف راغب ہوگا۔ تیرے ضمیر میں گندگی

ہے۔ اسے اللہ کے پوتر نام سے پاک کر، توبہ تیرے سب گناہوں کو کھا جائے گی۔ رات کے اندھیرے میں، دن کے اُجالے میں کثرت سے توبہ کر، خدا تیری توبہ قبول فرمائے گا۔ تو کمزور ہے، اپنی کمزوری کا اعتراف کر، تُو فلاح پائے گا۔

خوش بخت ہیں وہ لوگ جو صراطِ مستقیم کو اپناتے ہیں اور اللہ کے دیے ہوئے میں سے اللہ کے نام پر بنی نوعِ انسان کی بھلائی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کے سامنے اپنے آپ کو اجر کے لیے کھڑا کر دیتے ہیں، ذاتِ کبریائی انہیں کبھی مایوس نہیں کرے گی۔ اس لیے میرے دوستو! اور بزرگو! اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کے حضور جھک جاؤ، اور اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ اور اس وقت کے آنے سے پہلے توبہ کر لو، جب کہ یہ خبر پھیل جائے کہ فلاں مرض الموت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ گھر والوں نے سوچا کہ کسی اچھے طبیب سے علاج کروایا جائے، طبیبوں نے بڑا زور لگایا مگر صحت یابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی اور انہوں نے ورثا سے کہہ دیا کہ اب صرف مریض کے لیے دعا کریں۔ مگر وقتِ معیّن ہے جو کسی صورت میں ٹلتا نہیں۔

مریض کو اُمید تھی کہ ابھی مرنے کا وقت نہیں، درست ہو جاؤں فلاں کام کرنا ہے، وہ کروں گا، فلاں بچے یا بچی کی شادی رہتی ہے اسے انجام دوں گا۔ حتیٰ کہ زبان بات کرنے سے جواب دے گئی۔ آخر اس نے دوسروں کو پہچاننا چھوڑ دیا، موت کا نزعہ شروع ہو گیا۔ سانس لمبے لمبے شروع ہو گئے حتیٰ کہ جسم سے روح پرواز کر گئی، دُنیا کی سوچیں یہاں ہی رہ گئیں۔ موت سے پہلے توبہ کی فرصت ہی نہ ملی، اب آخرت کی منازل شروع ہو گئیں جن کا معاملہ بڑا کٹھن ہے۔ اس لیے میرے دوست توبہ کر اپنا مقصدِ حیات بنا کر اللہ کے حضور تا دمِ آخر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہ۔

آخر میں اللہ کے حضور دُعا گو ہوں کہ کتاب کے مؤلف جناب عالم فقری صاحب نے محنت کی ہے اللہ اسے قبول فرمائے۔ اور اللہ انہیں جزائے خیر دے

دُعا گو! حاجی انور اختر

۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء

اللہ
میری توبہ

اللہ میری توبہ، سو بار توبہ۔ فرشتہ میں نہ تھا کہ گناہوں سے بالکل پاک ہوتا۔ کیونکہ ملائکہ کی فطرت پاکیزگی و بے گناہی ہے۔ نسلِ شیطان سے میں نہیں کہ ہمیشہ گناہوں میں پھنسا رہتا کیونکہ مخالفتِ حق پر ہمیشہ کمر بستہ رہنا اسی کا کام ہے۔ وہ خود تو گمراہ ہے۔ لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ ساری مخلوق کو تا قیامت گمراہ کرتا رہے۔ مگر میں تو آب و گِل اور تیرے امر کا مجسمہ ہوں، آدم ہوں اور نسلِ آدم کا یہی شیوہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑ کر تیرے حضور تائب ہوتی رہے اور تیری بارگاہ میں اپنی جبینِ شوق جھکاتی رہے کیونکہ میرے پروردگار تُو عزیز الغفار ہے۔ شہنشاہِ ارض و سما ہے، بڑا مہربان اور رحیم ہے۔ بخشش اور کرم کرنے والا ہے، حکمت والا ہے، رؤف ہے۔ ہر انسان کے دلی راز دل کو جاننے والا ہے، اپنی مخلوق سے محبت کرنے والا ہے، تُو ان کا بھی کارساز اور کفیل ہے جو تجھے مانتے ہی نہیں۔ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ ہمیں تُو ہی زندگی دیتا ہے اور پھر موت بھی تیری طرف سے ہے، مگر تُو خود حیّ القیوم ہے۔ ماں کے پیٹ میں شکل بھی تیرے حکم سے بنتی ہے۔ یعنی تُو باریٔ المصوّر ہے۔ تیری شان عالی ہے اور تیری عظمت بے مثل ہے جو کائنات کے ذرّے ذرّے سے عیاں ہے۔ تُو ذات و صفات میں یکتا اور ایک ہے۔ اوّل بھی تُو اور آخر بھی تُو ہے۔ جو ہمیں ظاہر نظر آتا ہے وہ بھی تیری قدرت سے ہے اور جو ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے وہ بھی تُو ہے، تو قاضی الحاجات ہے، تُو ربِ عرشِ عظیم ہے، تُو سمیع و بصیر ہے، تُو ستار و غفار ہے، تُو ہی مریضوں کو شفا دینے والا ہے اور تُو ہی میرے لیے کافی ہے۔ حمید بھی تُو مجید بھی تُو۔ ہمارے عیبوں پر پردہ ڈالنے

والا بھی تُو ہے اے اللہ! جب میری زندگی کا ہر طرح کارساز تُو ہے تو پھر میں ہر طرح تجھ ہی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔

یا الٰہی! یہ اولاد آدم بھی بڑی عجیب ہے۔ جب تیری اطاعت پر آتی ہے تو فرشتے بھی، ہیچ ہو جاتے ہیں۔ قدم قدم پر تیرے نام پر جان فدا کرتی ہے۔ تیرے عشق میں گھر بار، مال و دولت گویا کہ سب کچھ لٹا دیتی ہے، مگر جب تیری نافرمانی اور سرکشی پر آتی ہے تو ایسے ایسے گناہ کرتی ہے جو تقاضائے بشریت کو روند ڈالتے ہیں۔ گویا کہ اس دکھی انسانیت کے جس پہلو پر غور کیا جائے اس میں اکثر لوگ گناہوں میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ کوئی خدا سے غافل ہے کوئی کفر و شرک میں مبتلا ہے کوئی بتانِ دیر کو پوج رہا ہے۔ جا بجا زمانے کی شورشیں سر اٹھائے بیٹھی ہیں۔ کہیں قتل و خطا کا بازار گرم ہے، کہیں میخانوں کے ساغر اپنا باطل جوبن دکھلا رہے ہیں۔ کوئی بزمِ رنداں سجا کر اپنے نفس پر نازاں ہے۔ کوئی عیش و عشرت کی بہاروں میں چشمِ جگ کا تماشا بنے ہوئے ہے۔ کوئی ظلم و تشدد کی دُنیا میں محوِ فریب ہے کوئی رزقِ حرام اکٹھا کرنے میں اتنا مگن ہے کہ خود کو بھولا ہوا ہے۔ کوئی عشقِ مجاز کے نظاروں میں پھنسا ہوا ہے۔ امارت کے خواب نے لوگوں میں خوب طمع و لالچ بھر رکھا ہے۔ کوئی مکر و فریب کی شعلہ نوازیاں دکھلا رہا ہے۔ کہیں عشق و محبت کی داستانیں فروغ پا رہی ہیں۔ کوئی غریبوں کے دلوں میں غرور و تکبر کے نشتر لگا رہا ہے۔ کوئی جامۂ شرافت کی آڑ میں سیہ کاریوں میں مستور ہے، کوئی منزلِ عیش کی تمناؤں میں اُلجھا ہوا ہے۔ کوئی طلسم کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ کوئی لبادۂ تصوف اوڑھ کر اعلیٰ و ادنیٰ کو اپنا گرویدہ کیے بیٹھا ہے۔ کہیں حسن فروشی کے شرارے پھیلے ہیں۔ کہیں راگ و رنگ لوگوں کے دلوں کو مسحور کیے بیٹھا ہے۔ گویا کہ ہر سُو برائیوں کی ہنگامہ آرائی ہے اور اس سے بچنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اے حضرتِ انسان گناہوں کو چھوڑ کر اللہ کے حضور کہہ دے اللہ میری توبہ۔

توبہ زندگی کے رُخ کو موڑ کر سیدھے راستے پر استوار کر دیتی ہے۔ جنہیں اللہ کے ہاں خصوصی توبت اور بلند مقام حاصل ہوا انہیں اسی دروازے سے گزرنا پڑا اور انہیں دل و زبان سے اللہ میری توبہ کہنا پڑا۔ جو توبہ کر گیا وہ دین و دُنیا میں اللہ کی رحمت سے

نوازا گیا۔ اس کے سابقہ گناہ معاف ہو گئے۔

توبہ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کا زینہ ہے۔ توبہ حُبِّ الٰہی کی کُنجی ہے۔ توبہ عاشقوں کے دِلوں کا سوز ہے جو درِ الٰہی پر جُھکا دیتا ہے۔ توبہ رُوح کی آواز ہے، توبہ شوریدہ دل کا ساز ہے۔ توبہ لَآ اِلٰہ کا راز ہے، توبہ گوہرِ نایاب ہے جو محبّ اور محبوب کے درمیانی حجابوں کو اُٹھا دیتا ہے۔ توبہ ندامت کی وہ آتش ہے جو دامن کے داغ جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ توبہ دردمندی کا فسانہ ہے۔ توبہ پژمردہ لوگوں کے لیے خبرِ بہار ہے۔ توبہ ایمان کی تر و تازگی ہے۔ توبہ نادانیوں کی تلافی ہے۔ توبہ نگاہِ بیتاب کا نغمہ ہے۔ توبہ جرموں کا تریاق ہے۔ توبہ دلِ مضطر کی آہ و فغاں ہے۔ توبہ خدا کے حضور نفس کی ~~شرمندگی~~ ہے۔ توبہ ظلمت کدہ سے نکلنے کا نقارہ ہے۔ توبہ رفعتِ پرواز کا سہارا ہے۔ توبہ سکونِ قلب ہے۔ گویا کہ توبہ ماضی کی بے اعتدالیوں کا تدارک ہے اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

یا الٰہی! میرے گناہ معاف کر دے اور عابد سحر خیز بنا دے۔ مجھ پہ رازِ شوقِ نیاز آشکار کر دے۔ مجھے غلامیٔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سرفراز کر دے۔ میرے دل کی ویران بستی کو اپنی رحمت سے آباد کر دے اور مجھے اس راستے پر ہمیشہ قائم رکھ جو ہمیں نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نے بتلایا ہے۔

۱۔ کُفر سے توبہ

سب سے بڑا گناہ کُفر ہے۔ کُفر کیا ہے۔ انکارِ خدا کفر ہے، انکارِ رسول کُفر ہے انکارِ قرآن کفر ہے۔ انکارِ آخرت کُفر ہے۔ انکارِ ملائکہ کفر ہے۔ جب انسان کفر میں مبتلا تھا تو خدا نے انسان کی حالتِ زار پر رحم کھایا اور اپنے محبوب رسول کو ہادی بنایا۔ پھر رسولؐ نے تجھے بتایا کہ خدا کو ایک مان۔ پھر بن دیکھے تسلیم کر کے اس کی حمد و ثنا میں گم ہو جا۔ پھر اللہ کے رسولؐ نے تجھے مقامِ رسالتؐ کا راز بتایا۔ تجھے قرآن جیسی عظیم کتاب کا عطیہ دلوایا۔ تیرے سامنے موت اور آخرت کا عقدہ کھولا۔ تجھے خدا کی پیاری مخلوق ملائکہ سے متعارف کروایا اور تجھے دعوت دی کہ اپنے وہم و گمان کو چھوڑ کر ایک خدا کا پُجاری بن جا اور صاحبِ ایمان ہو جا۔ تجھ نے مان لیا اور دولتِ ایمان کو بصد عجز و نیاز قبول کیا۔ لیکن اب کفر! تیری عقل نے تجھے دھوکہ دیا اور آج تک ایمان و اسلام سے محروم ہے۔ گرچہ تو نے سمندر کی تہوں کو چیر ڈالا ہے۔ زمین کے خزانوں کو کھول دیا ہے۔ کوہ و دشت کو تو نے زیرنگین کر ڈالا ہے۔ سالوں کے فاصلوں کو چشم زدن کر دیا ہے۔ گویا کہ تن آسانی کے لیے تو سات دن مصروفِ کار ہے۔ لیکن میرے دوست کا۔ جہاں کے ساتھ ساتھ تو دولتِ ایمان سے بھی آراستہ ہونا چاہیے تھا اور اس حقیر دنیا کے بدلے میں آخرت کا سودا نہ کرو۔

اے دنیا کے بھٹکے ہوئے انسانو! کیوں کفر کی وادیوں میں جکڑے ہوئے ہو؟ کیوں شیطان کے مکر و فریب میں مبتلا ہو۔ یاد رکھو تمہاری فلاح کفر میں نہیں، تمہاری فلاح

قبولِ اسلام میں ہے۔ تمھاری فلاح ایمان میں ہے۔ تمھاری عاقبت کا سودا قرآن میں ہے۔ تمھاری نجات غلامیٔ مصطفیٰ میں ہے۔ نیابتِ خدا کا راز اتباعِ کتاب وسنت میں ہے۔ پھر میرے دوست! جب تو یہ جان گیا کہ خدا، رسولؐ اور قرآن کو مانے بغیر چھٹکارا نہیں تو پھر توبہ میں دیر کیسی؟ آج ہی خدا کے حضور سجدہ ریز ہو اور اپنے من سے ندامت کے آنسو بہا کر کفر کو چھوڑ دے۔

کفر ایمان کی ضد ہے اور ایمان سے وہی شخص محروم رہتا ہے جو شخص کفر سے توبہ کر کے اللہ کی طرف نہیں آتا۔ کفر سراسر جہالت ہے کیونکہ انسان اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو نہیں پہچانتا۔ اسی لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو حالانکہ تم کچھ نہ تھے اس نے تمھیں زندگی عطا کی۔ پھر وہی تم کو مارے گا اور وہی تم کو پھر زندگی عطا کرے گا۔ اور بالآخر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، تو اللہ کا یہ فرمان کافروں کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ انسان جب ہر لحاظ سے زندگی اور موت کے لیے اللہ کا محتاج ہے تو وہ پھر اللہ کا انکار کیوں کرے لیکن یہ نادان پھر بھی توبہ کر کے اس کی طرف رجوع نہیں کرتا۔

کافر خدا کی ہدایت سے محروم ہے اور قرآن میں انھیں بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے بیشک اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والی مخلوق میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

پھر کفر کے بارے میں فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا ان کے لیے دنیا و آخرت میں سخت عذاب ہے۔ تو قرآن آج بھی اہلِ کفر کو دعوتِ حق دیتا ہے کہ کفر سے توبہ کر کے راہِ حق کی طرف آجاؤ۔ کیونکہ کفر کا انجام بخیر توبہ ہی میں ہے۔

حکایت ایک وقت کا ذکر ہے کہ ایک علاقے میں شمعون نامی ایک شخص رہتا تھا۔ ایک بار وہ بیمار پڑ گیا اور قریب المرگ ہو گیا۔ حضرت حسنؒ کو اس کی بیماری کا پتہ چلا تو آپ اس کے پاس پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ آگ اس کے پاس سُلگ رہی ہے اور وہ آگ کے دھوئیں سے کالا پڑ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈر اور مُسلمان

ہو جا۔ ساری عمر تو نے آگ اور دھوئیں کی پرستش کی، اب دینِ اسلام کو آزما۔ شاید خدا تم پر رحم فرمائے۔ شمعون بولا کہ دین اسلام کی صداقت کی کوئی نشانی دکھائیے۔ آپ نے فرمایا دیکھ تو نے ستر برس آگ کی پوجا کی اور میں نے ایک روز بھی اس کو نہیں پوجا۔ اب میں اور تم دونوں اس میں اپنا اپنا ہاتھ ڈالتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ آگ کس کو جلاتی ہے اور کس کو چھوڑتی ہے۔ چاہیئے تو یہ کہ تو اس کا پجاری ہے اس لیے وہ تجھے نہ جلائے اور میں اس کا پجاری نہیں اس لیے وہ مجھے جلا دے۔ مگر مجھے اپنے اللہ سے امید ہے کہ آگ مجھے ہرگز نہ جلائے گی۔ اگر تم میرے خدا کی قدرت اور اس آگ کی کمزوری کو دیکھنا چاہتے ہو تو لو دیکھ لو۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنا ہاتھ جلتی آگ میں ڈال دیا اور دیر تک اس میں ڈالے رکھا۔ شمعون نے دیکھا کہ آپ کا ہاتھ بالکل نہیں جلا۔ یہ منظر دیکھ کر شمعون بے قرار ہوا اور خدا کی محبت کا نور اس کی پیشانی سے چمکنے لگا۔ اور عرض کرنے لگا کہ اب تک پورے ستر برس میں نے اس آگ کی پوجا کی ہے اور اب چند سانس باقی ہیں تو اس میں میں آپ کے خدا کی کیا عبادت کر سکتا ہوں؟

حضرت حسنؒ نے فرمایا تو اس کی فکر نہ کر، کلمہ پڑھ لے تو میرا خدا تجھ سے فوراً راضی ہو جائے گا اور پچھلے ستر برس کی آگ کی ساری پرستش معاف فرما دے گا۔ شمعون نے کہا اگر آپ ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ حق تعالیٰ مجھے عذاب نہ دے گا تو میں ایمان لے آتا ہوں۔ حضرت حسنؒ نے ایک اقرار نامہ لکھ دیا اور شمعون کو دے دیا۔ شمعون نے وہ اقرار نامہ لیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور پھر حضرت حسنؒ کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو غسل دینے کے بعد آپ خود مجھے قبر میں اتاریں اور یہ اقرار نامہ میرے ہاتھ میں رکھنا۔ تاکہ کل قیامت کے دن میں یہ دکھا کر عذاب سے بچ جاؤں۔ پھر کلمہ شہادت پڑھا اور شمعون مر گیا۔ حضرت حسنؒ نے اس کی وصیت کے مطابق کیا اور بہت سے لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس رات حسن بصریؒ مطلق نہ سوئے اور ساری رات نماز پڑھتے رہے اور اپنے دل میں کہتے رہے کہ میں نے کیا کیا۔ میں تو خود اپنی جائداد پر قدرت نہیں رکھتا پھر خدا کی ملک پر میں نے کیسے مُہر کر دی اور اقرار نامہ لکھ دیا۔ اسی خیال میں سو گئے۔

توشمعون کو دیکھا کہ تاج سر پر رکھے اور نورانی لباس پہنے بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے۔ حضرت حسنؒ نے دریافت کیا کہ اے شمعون! کیا حال ہے؟ اس نے کہا آپ کیا پوچھتے ہیں، حق تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل فرمایا ہے اور ایک بہت بڑے محل میں اتارا ہے اور اپنا دیدار بھی عطا فرمایا ہے اور جو جو مہربانیاں مجھ پر فرمائی ہیں، مجھ میں طاقت نہیں کہ بیان کرسکوں۔ اے حسنؒ! اب آپ کے ذمہ کچھ بوجھ نہ رہا۔ آپ کا اقرار نامہ بڑے کام آیا۔ اب یہ لیجئے اپنا اقرار نامہ۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں یہ کہہ کر وہ اقرار نامہ اس نے حضرت حسنؒ بصری کو دے دیا۔ حضرت حسن بصریؒ جب بیدار ہوئے تو وہ اقرار نامہ ان کے ہاتھ میں تھا۔

حکایت حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ جہاد کو گئے۔ اس میں آپ ایک کافر سے جنگ کر رہے تھے کہ نماز کا وقت قریب آگیا۔ آپ نے کافر سے مہلت چاہی اور نماز ادا کی۔ پھر جب اس کافر کی عبادت کا وقت ہوا تو اس نے بھی مہلت چاہی۔ جب وہ بُت کی طرف عبادت کے واسطے متوجہ ہوا تو عبداللہ بن مبارک نے سوچا کہ اس وقت اس پر حملہ کردوں تو فتح پالوں گا۔ چنانچہ آپ نے تلوار کھینچی اور اس پر حملہ کرنے کی خاطر اس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ ایک آواز سنی کہ اے عبداللہ!

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ؕ	یعنی عہد پورا کرو کہ اس سے سوال کیے جاؤ گے۔

عبداللہ بن مبارک رونے لگے اس کافر نے جو عبداللہ بن مبارک کو دیکھا کہ تلوار کھینچے ہوئے رو رہے ہیں، تو وجہ پوچھی۔ آپ نے سارا قصہ سنایا تو اس کافر نے ایک چیخ ماری اور کہا بڑے شرم کی بات ہے کہ ایسے خدا کی نافرمانی کروں جو دشمن کی خاطر اپنے دوست پر عتاب کر رہا ہے اور پھر مسلمان ہو گیا۔

حکایت حضرت عبدالواحد بن زید چشتیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم لوگ ایک مرتبہ ایک کشتی میں سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ہوا کی گردش نے

ہماری کشتی کو ایک جزیرے میں پہنچا دیا۔ ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ کُفر میں مبتلا ہے اور ایک بُت کی پُوجا کر رہا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ اس نے بُت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا کہ تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود وہ ہے جس نے ہر ایک کو بنایا ہے اور جو تو نے اپنے ہاتھ سے بُت بنایا ہے وہ پُوجنے کے لائق نہیں ہے۔

اس نے کہا تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے اس کی گرفت زمین پر ہے۔ اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے۔ کہنے لگا تمھیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا؟ ہم نے کہا اس نے ایک رسولؐ (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم اور شریف تھا۔ اس رسولؐ نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں۔ اس نے کہا وہ رسولؐ کہاں ہیں؟ ہم نے کہا کہ اس نے جب پیام پہنچا دیا اور اپنا حق پورا کر دیا تو اس مالک نے اس کو اپنے پاس بلا لیا تاکہ اس کے پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پورا کر دینے کا صلہ و انعام عطا فرمائے۔ اس نے کہا کہ اس رسولؐ نے تمھارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا اس مالک کی پاک کلام ہمارے پاس چھوڑی ہے۔ اس نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔ ہم نے قرآن پاک لا کر اس کے سامنے رکھا۔ اس نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ۔ ہم نے ایک سُورت سنائی وہ سنتے ہوئے روتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سُورت پوری ہو گئی۔ اس نے کہا اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کے بعد وہ کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہو گیا ہم نے اسے اسلام کے ارکان اور احکام بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں۔ جب رات ہوئی، عشاء کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے تو اس نے پوچھا کہ تمھارا معبود بھی رات کو سوتا ہے؟ ہم نے کہا وہ پاک ذات حیّ قیّوم ہے۔ وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اُونگھ آتی ہے (آیۃ الکرسی)، وہ کہنے لگا تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ۔ ہمیں اس بات سے بڑی حیرت ہوئی۔ جب ہم اس جزیرہ سے واپس

ہونے لگے تو وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں ہم نے اپنے ساتھ لے لیا۔ جب ہم شہر عبادان میں پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ شخص نومسلم ہے اس کے لیے کچھ معاش کا فکر بھی چاہیے۔ ہم نے کچھ درم چندہ جمع کیا اور اس کو دینے لگے، اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا کچھ درم ہیں۔ ان کو تم اپنے خرچ میں لے آنا۔ کہنے لگا لا الٰہ الا اللہ! تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے۔ میں ایک جزیرہ میں تھا، ایک بت کی پرستش کرتا تھا۔ خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا اس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہیں کیا۔ حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا۔ پس وہ اس وقت مجھے کیونکر ضائع کر دے گا جبکہ میں اس کو پہچانتا بھی ہوں (اس کی عبادت بھی کرتا ہوں) تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے، موت کے قریب ہے۔ ہم اس کے پاس گئے۔ اس سے پوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا۔ کہنے لگا میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کر دیں جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں میری ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔ شیخ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ مجھ پر دفعۃً نیند کا غلبہ ہوا۔ میں وہیں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا ایک نہایت سرسبز شاداب باغ ہے۔ اس میں ایک نہایت نفیس قبہ بنا ہوا ہے۔ اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی، یہ کہہ رہی ہے خدا کے واسطے اس کو جلدی بھیج دو۔ اس کے اشتیاق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی۔ میری جو آنکھ کھلی تو اس نومسلم کی روح پرواز کر چکی تھی۔ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا:۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ (رعد، ع ۳) — اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہونگے۔۔۔۔۔ الخ

اور ان کو سلام کرتے ہوں گے (جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے) (اور یہ

اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا (اور دین پر مضبوط جمے رہے) پس اس جہان میں تمھارا انجام بہت بہتر ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بُت پرستی کی اور اس نے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہوجانے سے وہاں بھیجا۔ اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ۔

مالک الملک! جس کو تو دینا چاہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو نہ دینا چاہے، اس کو کوئی دینے والا نہیں۔

۲۔ شرک سے توبہ

خدا کی ذات یا صفات میں ازلی یا جاودانی خدا جیسا ٹھہرانا شرک ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی سے قرار دینا شرک ہے یا کسی کو اس سے قرار دینا شرک ہے۔ کسی کو اس کا باپ یا بیٹا سمجھنا شرک ہے کسی کو اس کی اولاد سمجھنا شرک ہے، اسلام سے پہلے جہاں کافروں کا کفر عروج پر تھا وہاں مشرکین کا شرک بھی زوروں پر تھا۔ لوگ خدا کو تو مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کہیں ملائکہ پرستی تھی، کہیں جنات پرستی تھی، کہیں کواکب پرستی تھی۔ یعنی چاند اور سورج کی پوجا کی جاتی تھی، کہیں دیوی اور دیوتاؤں کے رُوپ میں آبار پرستی تھی۔ حتیٰ کہ مشرکین کے علاوہ یہود و نصاریٰ بھی مبتلائے شرک تھے اور اللہ نے قرآن پاک میں انھیں بار بار دعوت دی ہے کہ شرک کو چھوڑ کر حق کی طرف آجاؤ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ لوگوں نے اللہ کے علاوہ کچھ شریک ٹھہرا رکھے ہیں، ان سے کہیئے کہ ان کے نام تو بتا دو یا پھر تم وہ بات کہنا چاہتے ہو جسے وہ خود بھی نہیں جانتا۔ یعنی شرک کرنے والے اللہ کی حقیقت سے بہت دور ہیں، جو دل میں آتا ہے اس گمان کی پیروی کر لیتے ہیں۔

قرآن پاک میں بیشمار مقامات پر شرک کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ شرک کرنیوالوں کے

پاس کوئی دلیل نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارتا ہے، اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔

پھر سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے بیان ہوا ہے، کہ انھوں نے کہا اے قید خانے کے ساتھیو! تم خود ہی بتاؤ کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔ اس کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کر رہے ہو، ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نہیں اتاری۔

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی کوئی اصلیت نہیں۔ بلکہ ایک اور مقام پر شرک کو جھوٹ قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا کہ جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بہت بڑا جھوٹ گھڑا۔ جو گناہ عظیم ہے بلکہ اسے ظلم عظیم بھی کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ظلم عظیم کی وجہ سے آخرت میں مشرکوں کا انجام بہت برا ہوگا۔ شرک کرنے والوں کا آخری ٹھکانا جہنم اور دوزخ ہے۔ اس لیے یہ ناقابلِ معافی جرم ہے۔ کیونکہ اللہ اسے ہرگز معاف نہیں کرتا جو کسی کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے۔

لہٰذا قرآنی تعلیمات ہم سے یہی تقاضا کرتی ہیں کہ کسی صورت میں بھی خدا کے ساتھ شرک نہیں ہونا چاہیے، لہٰذا دنیا کی ان قوموں کو شرک سے توبہ کر لینی چاہیے جن میں آج بھی شرک موجود ہے۔ اے یہودیو اور نصرانیو! تمھارے لیے اب بھی بہتر ہے کہ جن باتوں میں تم شرک کرتے ہو، اس کو چھوڑ کر خدائے واحد کے پرستار بن جاؤ اور شرک سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر جاؤ۔

حکایت — کسی زمانے میں ایک علاقے میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کے ہاں ایک جادوگر تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت قریب آرہا ہے۔ مجھے کوئی بچہ سونپ دو، میں اسے جادو سکھا دوں۔ چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اس کے

پاس جاتا تو راستے میں ایک نصرانی عابد کا گھر پڑتا ۔ جہاں وہ عبادت میں، کبھی وعظ و نصیحت میں مشغول ہوتا ۔ یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریقہ عبادت کو دیکھتا اور وعظ سُنتا ۔ آتے جاتے یہاں رُک جایا کرتا تھا ۔ جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی، کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا ۔ ایک دن اس بچے نے عابد کے سامنے یہ شکایت بیان کی ۔ عابد نے کہا جب جادوگر تم سے پوچھے ، کیوں دیر لگ گئی تو کہنا کہ راستے میں دیر ہو جاتی ہے ۔

یونہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا اور دوسری طرف کلام اللہ اور دین اللہ سیکھتا تھا ۔ ایک دن یہ دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست ہیبت ناک سانپ پڑا ہے ، لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے ۔ اُدھر والے اُدھر اور اِدھر والے اِدھر ہیں ۔ اور سب لوگ اِدھر اُدھر پریشان کھڑے ہیں ، اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں امتحان کروں کہ نصرانی عابد کا دین خدا کو پسند ہے یا کہ جادوگر کا ۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ خدایا تیرے نزدیک عابد کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کی تعلیم سے زیادہ محبوب ہے تو تُو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے ۔ پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا ۔ پھر جا کر عابد کو خبر دی اس نے کہا پیارے بچے ! تُو مجھ سے افضل ہے ۔ اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی ۔ اگر ایسا ہو ، تو میری خبر نہ کرنا ۔

اب اس بچے کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا لگ گیا اور اس کی دعا سے ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے ۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں یہ آواز پڑی وہ بڑے تحفے تحائف لے کر حاضر ہوا ۔ اور کہنے لگا ، اگر تو مجھے شفا دیدے تو یہ سب میں تجھے دے دوں گا ۔ اس نے کہا شفا میرے ہاتھ میں نہیں ہے ۔ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا ، شفا دینے والا تو اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے ۔ اگر تو شرک سے توبہ کر کے اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں ۔ اس نے اقرار کیا ، نتیجہ

اس کے لیے دعا کی، اللہ نے اسے شفا دے دی۔

وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں بالکل روشن تھیں۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا "میرے رب نے" بادشاہ نے کہا "ہاں" یعنی میں نے دی ہیں۔ وزیر نے کہا "نہیں نہیں میرا اور تیرا رب اللہ ہے" بادشاہ نے کہا "کیا تیرا رب میرے سوا کوئی اور ہے" وزیر نے کہا ہو ہاں میرا اور تیرا رب اللہ عزّوجلّ ہے جو ہمارا خالق اور ہمیں پالنے والا ہے"۔

بادشاہ نے اسے مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں دینے لگا اور پوچھنے لگا کہ تجھے یہ تعلیم کس نے دی ہے؟ آخر اس نے بتا دیا کہ میں نے اس بچے کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا ہے اور کفر و شرک سے توبہ کر لی ہے، تو بادشاہ نے لڑکے کو بلوایا اور کہا اب تو تم جادو میں کامل ہو گئے کہ بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے ہو۔

اس نے کہا، غلط ہے، نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادوگر ہوں، شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کہنے لگا، اللہ تو میں ہی ہوں۔ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ بادشاہ نے کہا۔ پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے تو اس نے کہا ہاں میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اب اس بچے کو طرح طرح کی سزائیں دینا شروع کیں۔ اس بادشاہ نے حکم کیا کہ اس کو کشتی میں بٹھا کر دریا میں ڈبو دو کہ اس نے ہمارا نام ڈبو دیا اور ساتھ پُشت کو بٹّہ لگا دیا۔ پھر اس کو کشتی میں بٹھا کر لے چلے۔ اچانک کشتی اُلٹ گئی سب ڈوب گئے۔ اللہ کے فضل و کرم سے وہ لڑکا صحیح سلامت بچ گیا، پھر بادشاہ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اس سچے خدا نے مجھ کو بچا لیا اور جھوٹوں کو ڈبو دیا۔ پھر تو بادشاہ آپے سے نکل گیا اور کہا کہ اونچے پہاڑ کی چوٹی سے اس کو نیچے ڈال دو تاکہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اس کا نام و نشان مٹ جائے۔ جب پہاڑ پر لے گئے، قدرتِ خدا سے ہوا کا جھونکا آیا۔ واللہ اعلم، ان سب کو ہوا نے اڑا دیا۔ اور

لڑکے کو ذرا ہولتے نہ ستایا۔ پھر لڑکا بخوبی سلامت بادشاہ کے پاس آیا۔ تب جل کر کہا جلّادوں کو بلاؤ اور اس کی جلد و پوست اڑا دو، لڑکے نے کہا کیوں اپنی جان کھوتا ہے، جی جان کو روتا ہے اور بے فائدہ حماقت بھگتتا ہے۔ اگر تو اور تیرا سارا لشکر جمع ہوگا، میرا ایک بال بیکا نہ ہوگا۔ اس مصیبت سے نجات منظور ہے تو اپنی تدبیریں بالائے طاق رکھ اور میرے کہنے پر دھیان رکھ کہ ایک میدان میں سب کو جمع کر اور مجھ کو سولی پر چڑھا اور میرے آگے یہ کہہ کر تیر لگا کہ تجھ کو تیرے خدائے برحق کے نام سے مارتا ہوں، فوراً مر جاؤں گا۔ پس بادشاہ نے جو اپنی تدابیر سے عاجز آگیا تھا ایسا ہی کیا وہ نادان، دانا لڑکے کی حکمت سے آگاہ نہ تھا کہ جب سارے لشکر اور اہلِ شہر کے آگے یہ بات کہہ کر تیر مارے گا تو بلا شک اپنے دین کو چھوڑ دے گا اور میرے دین کو سچا بتا دے گا۔ تو سب لوگ اس کے دین سے پھر جائیں گے اور میرے حق مذہب پر ایمان لائیں گے۔ گو میں جان سے گیا مگر جہان تو ایمان سے رہا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ لڑکا تیر سے مارا گیا لیکن آدھے سے زیادہ لوگ کفر و شرک سے توبہ کر کے اللہ پر ایمان لے آئے۔ سب لڑکے کے غم میں زار زار روتے چلاتے تھے۔

جب یہ حال بادشاہ نے دیکھا تو سخت حیران ہوگیا کہ لڑکا تو مرا لیکن سب کو مار گیا اور میری بادشاہت اور ملت سب نہ و بالا کر گیا۔ اسی وقت ایک گڑھا چالیس ہاتھ گہرا کھدوایا اور اس میں جو لوگ ایماندار تھے ان کو جلایا۔ مگر ایک عورت بچوں والی تھی، اس کو ہر چند ڈرایا کہ تجھ کو مع تیرے بچوں کے جلا دیں گے ورنہ اسلام سے باز آ۔ عورت نے کہا میں حق سے نہ پھروں گی۔ خدائے برحق سے منہ نہ موڑوں گی، تو کچھ درگزر نہ کر، جو جی چاہے سو کر۔ پھر ایک ایک کر کے اس کے بچوں کو آگ میں جلایا۔ مگر وہ کمال آب و تابِ ایمانی سے اُف نہ کرتی تھی اور رضائے الٰہی پر صابر و شاکر تھی۔ جب سب اولاد اس کی جلا دی اور گود کے بچے کو بھی جلانے کا ارادہ کیا اور اس جلتی بھنتی کو اور زیادہ جلایا۔ آخر وہ عورت تھی اور چند جگر پارے اس کے جل گئے تھے مگر اس نے آہ نہ کی۔ لیکن گود کے لڑکے کے جلنے سے یکایک آگ جگر کی بھڑک اٹھی، آپے سے

جاتی رہی ۔ بے ہوشی کے عالم میں قریب تھی کہ فریب شیطان کھا ئے اور دولتِ ایمان سے ہاتھ اٹھائے۔ اچانک اللہ نے اس گود کے بچہ کو گویا کیا۔ اس کے حفظِ ایمان کا سامان کیا اس نے بزبانِ فصیح کہا کہ اے ماں! تو کچھ تردّد نہ کر۔ سب بھائی میرے جنت کو گئے۔ میں بھی جاتا ہوں۔ بس لڑکے کی دلداری سے اس کی بھڑکی ہوئی آگ بجھی۔ سب سنگ دلوں نے اس لڑکے کو بھی آگ میں ڈالا۔ تب عورت نے بے تاب ہوکر ایک چیخ ماری، اسی وقت ایک شعلہ آگ سے اٹھا اور چالیس چالیس گز ہر طرف کے کافروں اور مشرکوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اور اس کا فریاد شاہ کا مع امیر اور لشکر کافر کے نام ونشان نہ رہا کہ کہاں چلا گیا اور جو ایماندار اس ظالم کے ظلم سے بچے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمایت سے ان میں سے ایک کا بھی بال نہ جلا۔

۴۔ قتل سے توبہ

اوّل تو قتل چھپتا نہیں کیونکہ اس کی سزا اسے دنیا میں مل جاتی ہے۔ اگر کسی کا گناہ چھُپ ہی جائے تو یہ گناہ اسے جہنم میں لے جائے گا لہٰذا کسی مسلمان کا ناحق خون کرنا گناہ کبیرہ ہے، اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو کوئی جان بُوجھ کر مسلمان کو قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے۔ ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ اس نفس کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو محترم قرار دیا ہے۔ اور اسے صرف اس صورت میں ختم کیا جا سکتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرنے کی اجازت دی ہے یعنی جہاد میں۔

پھر ارشاد ہوا کہ جس شخص نے کسی کو خون کے بدلے میں یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے ناحق قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی، اس سے

معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کسی کو ناحق قتل کرتا ہے تو وہ دراصل انسانی جان کے احترام اور جذبۂ ہمدردی کو ختم کرتا ہے اور یہ جذبۂ ہمدردی ختم کرنا نوعِ انسانی کے قتل کے مترادف ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ایک شخص کی جان بچاتا ہے تو وہ احترامِ جان اور انسانی ہمدردی کے جذبہ کو زندہ کرتا ہے اور یہ پوری انسانیت کی حیات وبقا کے مترادف ہے اور اسی فلسفۂ حیات کے تحت انسانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی اولاد کو مفلسی کے باعث قتل نہ کرو۔ ہم تمھیں اور انھیں رزق دیتے ہیں۔ پھر ایک جگہ ارشاد ہوا ہے کہ اپنی جان کو قتل نہ کرو بیشک اللہ مہربان ہے یعنی خودکشی کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔

آخرت میں اس جرم کی سزا کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے کہ اگر تمام زمین و آسمان والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہوجائیں، تو اللہ ان سب کو منہ کے بل اوندھا کرکے جہنم میں ڈال دے گا۔ پھر فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا لیکن شرک کی حالت میں مرنے والے اور کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کو نہیں بخشے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات سے معلوم ہوا کہ قتل گناہِ کبیرہ ہے۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک بغیر ارادہ کے قتل ہے۔ اور دوسرا عمداً قتل ہے۔ ان دونوں صورتوں میں توبہ کی نوعیت یہ ہے۔

بغیر ارادہ کے قتل کی توبہ یہ ہے کہ مقتول کے ورثاء کو خون بہا ادا کیا جائے اور عمداً قتل میں قصاص کے بغیر جرم کی تلافی ناممکن ہے۔ اگر ورثاء قصاص سے دستبردار ہوجائیں اور قاتل کو معاف کردیں تو قصاص ساقط ہوجائے گا اور آخرت میں سزا نہ ہوگی اگر قاتل قصاص یا معافی سے قتل کے جرم کی تلافی نہ کرے گا تو اس کے بارے میں وعید ہے کہ جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کی سزا دوزخ ہے وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا اور اس کا اس پر غضب ہوگا۔ اس پر لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے بڑا بھاری عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قاتل کو اگر دنیا میں اسلامی قانون کے مطابق سزا مل جائے تو پھر آخرت میں اس کو سزا نہ ہوگی کیونکہ اس نے اپنے کیے کی سزا دنیا ہی میں بھگت لی۔

روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کیے تھے۔ اس نے دنیا کے سب سے بڑے عالم کے متعلق پوچھ گچھ کی، تو لوگوں نے اسے ایک راہب کا پتہ دیا۔

چنانچہ وہ راہب کے پاس آیا اور اسے کہا کہ میں نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب بولا نہیں۔ اور اس آدمی نے راہب کو بھی قتل کر کے سَو قتل پورے کر لیے، پھر اس نے دوبارہ دنیا کے سب سے بڑے عالم کی تلاش شروع کی تو اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا۔ وہ عالم کے پاس گیا اور کہا کہ اس نے سَو قتل کیے ہیں، کیا اس کے لیے توبہ ممکن ہے؟ عالم نے کہا ہاں! تیرے اور تیری توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے! فلاں فلاں جگہ جاؤ۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے نیک، عبادت گزار لوگ رہتے ہیں۔ تم بھی وہیں جا کر ان کے ساتھ عبادت کرو اور پھر اپنے وطن واپس نہ ہونا کیونکہ یہ بہت بُری جگہ ہے۔

چنانچہ وہ چل پڑا۔ جب وہ آدھے راستے میں پہنچا تو اسے موت آگئی، لہٰذا اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ تائب ہو کر اپنا دل رحمتِ خداوندی سے لگائے آ رہا تھا، عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی۔ تب ان کے پاس آدمی کی شکل میں ایک فرشتہ آیا جسے انھوں نے اپنا حکم تسلیم کر لیا۔ اس فرشتہ نے کہا تم زمین ناپ لو۔ وہ جس بستی کے قریب تھا وہ انھی میں شمار ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے زمین ناپی اور وہ نیکوں کی بستی کے قریب نکلا لہٰذا اسے رحمت کے فرشتے لے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک بالشت نیکوں کی بستی سے قریب تھا لہٰذا اسے بھی نیکوں میں سے کر دیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بروں کی بستی کی زمین کی طرف وحی فرمائی۔ اس سے کہا دور ہو جا اور نیکوں کی بستی کی زمین سے کہا

تو قریب ہو جا اور فرمایا ان بستیوں کا فاصلہ ناپو، تو فرشتوں نے اسے ایک بالشت نیکوں کی بستی سے قریب پایا اور اسے بخش دیا گیا۔ مسلم۔

۴۔ زنا سے توبہ

زنا نہایت ہی بُرا فعل ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے گناہ کبیرہ ہے۔ بلکہ یہ گناہ کبیرہ ہونے کے علاوہ جُرم بھی ہے۔ اس لیے اس سے بچنا مسلمانوں کا اوّلین فرض ہے۔ اسلام میں جذبہ اطاعتِ قرآن و سنت ہے۔ پھر خوفِ خدا ہے، آخرت کی سزا ہے یہ تمام امور بار بار انسان کو باخبر کرتے ہیں کہ زنا اور بدکاری ایسے بڑے گناہ ہیں جن پر آخرت میں سخت باز پرس ہوگی اور سخت عذاب ہوگا۔ جس وجہ سے ان امور کے تحت انسان کو ہر ممکن طریقے سے زنا سے روکنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر پھر بھی کوئی فرد اپنے نفسانی تقاضوں کو جائز طریقے سے پورا کرنے کی بجائے غیر اسلامی روش اختیار کرے تو اس کے لیے زنا کی سخت سزا رکھ دی ہے تاکہ برائی کا قلع قمع ہو جائے اور سخت ترین سزا سے معاشرے میں لوگوں کے ذہن میں زنا کے بُرے انجام کا ایسا خوف طاری رہے تاکہ دوسرے لوگ اس جرم کے مرتکب نہ ہوں۔ اسی لیے قرآن پاک میں زنا کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے قریب تک نہ جاؤ۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۔ بنی اسرائیل : ۳۲

اور زنا کے قریب تک نہ جاؤ۔ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔

قرآن میں اسے بے حیائی قرار دیا ہے۔ فحاشی یہ ہے کہ عورت کی عصمت و عفت کے لیے جو پابندیاں اسلام نے عائد کی ہیں ان سے تجاوز کیا جائے، ان حدود اللہ سے تجاوز بے حیائی ہے۔ پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۔ مؤمنون :

وہ حرام اور بدکاریوں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

ایک اور آیت میں ارشاد ربانی ہے:۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ	یعنی چھوٹے بڑے ظاہر پوشیدہ کسی بھی گناہ کے قریب مت جاؤ۔ الانعام : ۱۵۱

یہاں بڑے سے مراد زنا اور چھوٹے سے مراد بوسہ لینا، بُری نظر سے دیکھنا اور چھُونا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے، ہاتھ زنا کرتے ہیں، پیر زنا کرتے ہیں اور آنکھیں زنا کرتی ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے:۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۔	مؤمنوں سے کہہ دیجیے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ نور : ۳۰

اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ حرام کی طرف نہ دیکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو ارتکابِ حرام سے محفوظ رکھیں۔

قرآن میں جن گناہوں سے بچنے پر بہت زور دیا گیا ہے ان میں پہلا گناہ شرک ہے، دوسرا قتل ناحق اور تیسرا گناہ زنا ہے۔ اگرچہ ان کے علاوہ بھی بہت سے کبیرہ گناہ ہیں۔ جن سے بچنا ہر مسلمان کے لیے از حد ضروری ہے لیکن ان تینوں گناہوں کے نتائج اور اثرات بہت زیادہ ہیں، اس لیے ان سے بچنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ حالانکہ دیکھا جائے تو شیطان ہر زمانہ میں ان تینوں کبائر کے ذریعے انسانوں سے نہایت ہی قبیح فعل کروا ڈالتا ہے۔ جس پر کائنات لرز اٹھتی ہے، اسی لیے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ	اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو شخص

يَلْقَ اَثَامًا ۙ — یہ کام کرے گا تو وہ ضرور گناہ کا بدلہ پائے گا۔
فرقان : ۶۸

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک کفر و شرک اور قتل ناحق کی طرح زنا بھی جرمِ عظیم ہے۔ قتل کی طرح زنا کے مفاسدات اتنے ہیں کہ اللہ نے اسے قتل کے بعد بیان کیا ہے۔ اگر زنا قتل کے برابر نہیں لیکن اس سے کم بھی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

حدیث میں ہے کہ شرک کے بعد کوئی گناہ اس نطفہ سے بڑھ کر نہیں ہے جس کو کوئی شخص کسی ایسے رحم میں رکھے جو شرعاً اس کے لیے حلال نہ تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو اس وقت ایمان اس سے نکل کر اس کے سر پر سایہ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور زانی جب فعلِ زنا سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اس کی طرف پلٹ آتا ہے۔ زنا حقیقتاً ایسا گناہ ہے جس سے قوم کی نسل خراب ہونے کا خدشہ رہتا ہے، لہٰذا ایسے مرد اور عورتیں جو زنا میں مبتلا ہوں، اور پکڑے نہ گئے ہوں تو ایسے لوگوں کو اللہ کے حضور تائب ہونا چاہیئے اور آئندہ اس فعل بد کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دینا چاہیئے۔

اگر زانی توبہ نہ کرے تو آخرت میں اس کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اگر زانی یا زانیہ پکڑے جائیں تو ان پر حد لگے گی اور ان کو سزا بھگتنا پڑے گی۔ دنیا میں سزا پانے یعنی سنگ ساری کے بعد آخرت میں ان کو سزا نہ ہوگی۔ کیونکہ انھوں نے اپنے کیے کی سزا دنیا میں ہی پائی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔ نساء : ۱۶ — پس اگر وہ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں، تو ان سے منہ پھیر لو۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

عورتوں میں سے جو بے حیائی کریں یعنی زنا کروائیں اور ان کے بارے میں گواہی

مل جائے تو ایسی عورتوں کو گھروں میں بند کردو۔ یہاں تک کہ ان کو قید میں رکھو کہ وہ مرجائیں یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی اور بہتر راستہ نکالے۔ اور جو مرد ایسا کرے تو انھیں ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے منہ پھیر لو۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ زنا سے بچو۔ اس میں چھ مصیبتیں ہیں۔ جن میں سے تین کا تعلق دنیا سے ہے اور تین کا آخرت سے۔ دنیا میں رزق کم ہوجاتا ہے، زندگی مختصر ہوجاتی ہے اور چہرہ مسخ ہوجاتا ہے۔ آخرت میں خدا کی ناراضگی، سخت پرسش اور جہنم میں داخل ہونا ہے۔

روایت فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اے عمر! کیوں روتے ہو؟ عرض کی، حضورؐ! دروازے پر کھڑے ہوئے جوان کی گریہ وزاری نے میرا جگر جلا دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اسے اندر لاؤ! جب جوان حاضر خدمت ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا، اے جوان! تم کس لیے رو رہے ہو؟ عرض کی حضور! میں اپنے گناہوں کی کثرت اور ربِ ذوالجلال کی ناراضگی کے خوف سے رو رہا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کیا تو نے شرک کیا ہے؟ کہا نہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تو نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے؟ آپؐ نے دوبارہ پوچھا۔ عرض کیا نہیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ نے فرمایا اگر تیرے گناہ ساتوں آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے برابر ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بخش دے گا۔

جوان بولا۔ یارسول اللہؐ! میرا گناہ ان سے بھی بڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا کرسی؟ عرض کی میرا گناہ۔ آپؐ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا عرشِ الٰہی؟ عرض کی میرا گناہ۔ آپؐ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا رب ذوالجلال؟ عرض کی رب ذوالجلال بہت عظیم ہے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ جرمِ عظیم کو ربِ عظیم ہی معاف

فرماتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، پھر تم مجھے اپنا گناہ تو بتلاؤ۔ عرض کی، حضورؐ! مجھے آپؐ کے سامنے عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی بات نہیں، تم بتلاؤ۔ عرض کی حضورؐ! میں سات سال سے کفن چوری کر رہا ہوں۔ انصار کی ایک لڑکی فوت ہوگئی تو میں اس کا کفن چرانے جا پہنچا۔ میں نے قبر کھود کر کفن لے لیا اور چل پڑا۔ کچھ ہی دور گیا تھا کہ مجھ پر شیطان غالب آگیا اور میں اُلٹے قدم واپس پہنچا۔ اور لڑکی سے بدکاری کی۔ میں گناہ کر کے ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ لڑکی کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی اے جوان! خدا تجھے غارت کرے، تجھے اس نگہبان کا خوف نہیں آیا جو ہر مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلاتا ہے۔ تو نے مجھے مُردوں کی جماعت سے برہنہ کر دیا اور دربارِ خداوندی میں ناپاک کر دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سُنا تو فرمایا دور ہو جا اے بدبخت! تو نارِ جہنم کا مستحق ہے۔

جوان وہاں سے روتا ہوا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوا نکل گیا۔ جب اسے اسی حالت میں چالیس دن گزر گئے تو اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور کہا۔ اے محمدؐ و آدم و ابراہیم (علیہم السلام) کے رب! اگر تو نے میرے گناہ کو بخش دیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو مطلع فرما۔ ورنہ آسمان سے آگ بھیج کر مجھے جلا دے اور جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپؐ کا رب آپؐ کو سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ مخلوق نے پیدا کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ مجھے اور تمام مخلوق کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اسی نے رزق دیا ہے۔ تب جبریلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جوان کی توبہ قبول کر لی ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان کو بلا کر اسے توبہ کی قبولیت کا مژدہ سُنایا۔

قصہ ایک فاحشہ عورت کی توبہ کا

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت تھی جو بہت ہی خوبصورت تھی۔ جب تک سُو دینار نہ لے لیتی کسی کو اپنے

پاس نہ آنے دیتی۔ اسے ایک عابد نے دیکھا اور اس پر عاشق ہوگیا اور محنت مزدوری کرکے سَو دینار جمع کیے، پھر اس عورت کے پاس آیا اور کہا تیرا حُسن مجھے بھا گیا تھا۔ میں نے محنت مزدوری کرکے سَو دینار جمع کرلیے ہیں۔ اس نے کہا لے آؤ۔ وہ شخص اس کے یہاں پہنچا اس کا ایک سونے کا تخت تھا جس پر وہ بیٹھا کرتی تھی، اسے بھی اس نے اپنے پاس بلایا۔ جب عابد آمادہ ہوا اور اس کے پاس جا بیٹھا تو ناگاہ اسے اللہ کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہونا یاد آگیا اور فوراً اس کے بدن میں رعشہ پڑگیا اور کہا مجھے جانے دے، سَو دینار تیرے ہی ہیں۔ اس نے کہا تجھے کیا ہوگیا تو نے تو کہا تھا کہ میں تیرے پسند آگئی اور تو نے محنت مزدوری کرکے دینار جمع کیے اور جب مجھ پر قادر ہوا تو یہ حرکت کی۔ کہا مجھ پر اللہ کا خوف طاری ہوگیا اور اللہ کے سامنے جانے کا اندیشہ غالب آگیا۔ میرے دل میں تیری عداوت پیدا ہوگئی، اب تو ابغض الناس ہے میرے نزدیک۔ اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو میرا شوہر بھی تیرے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔

اس نے کہا مجھے نکل جانے دے۔ اس نے کہا مجھ سے نکاح کرنے کا وعدہ کرجاؤ کہا عنقریب ہوجائے گا۔ پھر سر پر چادر ڈالی اور اپنے شہر کو چلا گیا۔ وہ عورت بھی توبہ کرکے اس کے پیچھے اس شہر کو روانہ ہوئی۔ اس شہر میں پہنچ لوگوں سے اس عابد کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے اسے بتایا۔ اس عورت کو ملکہ کہتے تھے۔ عابد سے بھی کسی نے کہا کہ تمھیں ملکہ تلاش کرتی پھرتی ہے۔ انھوں نے جب اسے دیکھا، فوراً ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔

وہ عورت ناامید ہوگئی۔ پھر اس نے کہا یہ تو مر ہی گئے۔ ان کا کوئی رشتہ دار بھی ہے۔ لوگوں نے کہا اس کا بھائی بھی فقیر آدمی ہے۔ کہنے لگی اس کے بھائی کی محبت کی وجہ سے اس سے نکاح کروں گی۔ چنانچہ اس سے نکاح کیا جس سے سات لڑکے پیدا ہوئے۔ سب کے سب نیک بخت صالح تھے۔

زنا سے تائب ہونے کا ثمر

کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص بنی اسرائیل کا ایک فاحشہ عورت کے پاس گیا اور وہاں سے نکل کر غسل کے واسطے ایک نہر میں گھسا پانی نے اسے آواز دی کہ اے شخص! تجھے شرم وحیا نہیں ہے، کیا تو نے توبہ نہیں کی تھی کہ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا؛ وہ شخص پانی میں سے گھبرایا ہوا نکلا اور کہتا جاتا تھا کہ میں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔

چنانچہ ایک پہاڑ پر پہنچا، جہاں بارہ آدمی عبادت میں مشغول تھے۔ وہ شخص بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ رہا۔ حتیٰ کہ وہاں قحط واقع ہوا تو وہ لوگ گھاس اور چارہ کی تلاش میں اس شہر پر آئے۔ جب نہر کے پاس جانے لگے تو اس شخص نے کہا۔ میں تمھارے ہمراہ نہیں جاؤں گا، انھوں نے کہا کیوں؟ کہا وہاں میرے گناہ کا جاننے والا ہے اس سے مجھے شرم آتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اسے چھوڑ کر آگے بڑھے نہر نے آواز دے کر کہا اے عابدو! تمھارا ساتھی کیا ہوا؛ انھوں نے کہا وہ کہتا ہے کہ یہاں ایک اس کے گناہ کا جاننے والا ہے، اس سے شرماتا ہے کہ کہیں اسے دیکھ نہ لے، کہنے لگا سبحان اللہ! اگر تم میں سے کوئی اپنی اولاد یا عزیز وقریب پر غصہ ہوتا ہے، پھر وہ اپنے فعل سے باز آجائے اور توبہ کرے تو کیا پھر اس سے محبت نہیں کرنے لگتا ہے۔ تمھارے ساتھی نے بھی توبہ کی، اور میری پسند کا کام کرنے لگا اب میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں، اسے لے آؤ اور یہ خبر کر دو۔ اور میرے کنارے اللہ کی عبادت کرو۔ ان لوگوں نے اسے خبر کی۔ وہ بھی ان کے ساتھ نہر کے کنارے پر آیا اور عبادتِ خدا میں مشغول رہا۔

ایک طویل زمانہ تک وہ لوگ وہیں مقیم رہے۔ پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا تو نہر نے آواز دی، اے عابدو! اے خدا کے بندو! اس کو میرے ہی پانی سے غسل دے کر میرے ہی کنارے پر دفناؤ تاکہ قیامت میں بھی میرے ہی پاس سے اٹھے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر سب نے کہا چلو آج رات اسی کی قبر کے پاس سوئیں۔

صبح ہی اٹھ کر چلیں گے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب صبح قریب ہوئی تو ان سب کی آنکھ لگ گئی۔ بیدار ہو کر دیکھا تو اس کی قبر پر بارہ سرو کے درخت کھڑے ہیں، پہلا سرو اس کے سر پر پیدا ہوا۔ انھوں نے آپس میں کہا یہ سرو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیے ہیں کہ ہم یہیں رہیں۔ پھر انھوں نے وہیں اقامت اختیار کی اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ جب ان میں سے کوئی مرجاتا تو اسی کے پہلو میں دفنا دیتے۔ حتیٰ کہ کُل مر گئے۔ بنی اسرائیل ان کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔

۵۔ چوری سے توبہ

کسی چیز کو اس کے مالک یا صاحبِ تصرف کی اجازت کے بغیر چھپا کر لینے کو چوری کہا جاتا ہے یہ بُری حرکت ہے جو اللہ کو ناپسند ہے۔ چوری کے گناہ اور جُرم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چور دوسرے کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر چپکے سے اپنے تصرف میں لے آتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنی جائز محنت سے کما کر جو حاصل کرتا ہے، دوسرا کسی جائز محنت کے بغیر بلا وجہ اس پر قبضہ کر کے پہلے کی محنت کو اکارت کر دیتا ہے۔ اگر اس کی روک تھام نہ کی جائے تو کسی کو اپنی محنت کا پھل نہ ملے۔ اس کے علاوہ اس ایک بُرائی میں بہت سی دوسری برائیاں بھی شامل ہیں۔

بلا وجہ دوسرے کے گھر میں داخل ہونا اور اس کی ملکیت کا جائزہ لینا چور کے اندر کی خباثت کو ظاہر کرتا ہے اس لیے چوری بہت ہی بُرا فعل ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا، ہم سے عہد کرو کہ تم شرک، چوری اور بدکاری نہ کرو گے۔ پھر آیت پڑھی، جو کوئی یہ عہد پورا کرے گا تو اس کی مزدوری خدا کے ذمہ ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کا مرتکب ہوا اور اس کی سزا اس کو دیدی

گئی تو اس کے اس گناہ کا کفارہ ہو گیا۔ اور اگر کسی نے ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا اور خدا نے اس کو چھپا دیا تو اس کی بخشش خدا کے ہاتھ میں ہے چاہے معاف کرے چاہے سزا دے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چور پر لعنت بھیجی۔ فرمایا اللہ تعالےٰ چور پر لعنت کرے کہ ایک معمولی خود یا رسی چراتا ہے۔ پھر اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

چوری کا گناہ بھی بندہ اسی لیے کرتا ہے کہ وہ خدا کے حاضر ناظر ہونے پر یقین نہیں رکھتا۔ یا کم از کم یہ کہ فعل کے ارتکاب کے وقت اس کا یقین ماند پڑ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جب بندے نہیں دیکھتے تو خدا بھی ہم کو نہیں دیکھتا۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " جب چور چوری کرتا ہے تو اس میں ایمان نہیں رہتا "

اللہ کے نزدیک چوری بہت بُرا جرم ہے۔ جس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا بہت شدید رکھی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے کہ:۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ سزا ان کے کسب کرنے کے سبب سے ہے یہ اللہ کی طرف سے اعلان ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ پھر جو شخص اپنے کیے ہوئے گناہ پر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسی کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

مائدہ : ۳۸، ۳۹

اس آیت کی رُو سے اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ لیکن چوری کے مال کی حد مقرر کرنے میں فقہاء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ چوری کی چیز کی کوئی حد مقرر نہیں۔ مگر شافعیوں کے نزدیک چوری کے مال کی حد ۳ درہم ہے لیکن حنفیوں کے نزدیک ۱۰ درہم ہے۔

بہرکیف چوری کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ چور کو اپنے فعل سے

توبہ کرنی چاہیئے۔ اور جو شخص اس گناہ کے بعد توبہ کرے اور خدا کی طرف جھک جائے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ البتہ چوری کا مال مالک کو واپس لوٹنا چاہیئے اگر توبہ کرتے وقت چور اس حیثیت میں نہیں رہا تو اسے مال کی پوری قیمت ادا کرنی چاہیئے اور مالک کو رضامند کرنا چاہیئے۔ چوری پکڑی جانے کی صورت میں اگر چور پر حد لاگو ہوگئی اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو پھر بھی چور کو اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہیئے تاکہ آئندہ چوری نہ کرے۔ اگر چور کو اس دنیا میں سزا نہ ملی اور نہ ہی اس نے چوری سے توبہ کی تو آخرت میں اس کو سزا ملے گی لیکن دنیا میں چوری کی سزا پانے کے بعد آخرت میں سزا نہ ملے گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک چور حضورؐ کے سامنے لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کیا تم نے چوری کی ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ! میں نے چوری کی ہے۔ تو آپؐ نے اس پر حکم صادر فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ جب ہاتھ کٹ گیا تو آپؐ کے پاس آیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ توبہ کرو۔ اس شخص نے توبہ کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھاری توبہ اللہ کے ہاں قبول ہوئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک عورت نے کچھ زیور چُرا لیے، لوگوں نے اس عورت کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا تو آپؐ نے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا۔ جب ہاتھ کٹ چکا تو عورت نے کہا یا رسول اللہؐ! کیا میری توبہ ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم پاک صاف ہوگئی ہو۔ یہ عورت مخزوم قبیلے کی تھی۔ چونکہ یہ عورت بڑے گھرانے کی تھی تو لوگوں میں تشویش پھیلی کہ ہاتھ کٹنے کے حکم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کی جائے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی تو آپؐ کو بہت ناگوار گزرا اور غصے سے فرمایا کہ اُسامہؓ! تو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہا ہے۔ اب حضرت اُسامہؓ بہت گھبرائے اور کہنے لگے مجھ سے بڑی خطا ہوئی۔ میرے لیے آپؐ

استغفار کیجئے۔ شام کے وقت اللہ کے رسول نے ایک خطبہ دیا، جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اسی خصلت کی بنا پر تباہ ہوئے۔ ان میں جب کوئی بڑے گھرانے کا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتی تو اس کے لیے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوتا۔

بسا اوقات لوگوں سے ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزیں چرا لیتے ہیں اور وہ پکڑے بھی نہیں جاتے، جیسے سکول میں کوئی طالب علم کسی دوسرے طالب علم کی کوئی چیز چرا لے یا دفتر سے کوئی شخص کوئی چیز چرا کر گھر لے آئے یا کسی کارخانہ سے کوئی مزدور کوئی چیز چوری کر لے تو ان سب صورتوں میں آئندہ چوری سے توبہ کر لینی چاہیئے اور سابقہ فعل کی اللہ سے معافی مانگنی چاہیئے۔ اگر وہ اللہ سے اپنے جرم کی معافی نہیں مانگے گا تو آخرت میں اسے اس چوری کی سزا ضرور ملے گی اور اگر اس نے معافی مانگ لی تو اللہ اس کا جرم معاف کر دے گا اور وہ سزا سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

چوری سے توبہ کا واقعہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرا کام چوری کرنا اور لوگوں کو لوٹنا تھا۔ ایک روز دریائے دجلہ پر گیا۔ وہاں دو کھجور کے درخت تھے، ایک تروتازہ اور ایک خشک۔ میں نے دیکھا کہ ایک پرندہ تروتازہ درخت سے کھجوریں توڑتا ہے اور اڑ کر خشک کھجور پر چڑھ جاتا ہے اور وہاں ایک اندھا سانپ تھا۔ یہ پرندہ اس کو کھجوریں کھلاتا ہے۔ میں نے دل میں کہا اے پروردگار! یہ سانپ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے مارنے کا حکم دیا ہے تو اس کے کھانا کھلانے کے لیے ایک پرندہ مقرر فرما دیا ہے۔ حالانکہ میں تیری وحدانیت کی شہادت دیتا ہوں۔ پھر بھی مجھے ڈاکو بنا دیا ہے۔ اتنے میں ہاتف غیبی نے آواز دی کہ میرے بندے توبہ کرنے والوں کے لیے میرا دروازہ کھلا ہے

یہ سنتے ہی اس نے اپنی تلوار توڑ دی۔ اور توبہ توبہ پکارنے لگا اور غیب سے یہ آوازہ آنے لگا قَبِلْنَاكَ قَبِلْنَاكَ (ہم نے تجھے قبول کیا، ہم نے تجھے قبول کیا)

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا۔ جب انھوں نے یہ سنا کہ میں توبہ توبہ پکارتا پھرتا ہوں، انھوں نے اس کی وجہ پوچھی، تو میں نے کہا کہ اب میں نے اپنے خدا سے صلح کر لی ہے۔ یہ سنکر ساتھیوں نے کہا کہ ہم بھی تمھارے ساتھ صلح کرتے ہیں۔ ہم نے چوری کے کپڑے اپنے بدن سے اتار دیے اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہم ایک گاؤں میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک بڑھیا ملی۔ اس نے پوچھا کیا تمھارے ساتھ فلاں شخص کردی ہے۔ میں نے کہا وہ میں ہی ہوں۔ اس نے کچھ کپڑے لاکر کہا یہ میرے بچے کے کپڑے ہیں۔ میں آپ پر ان کو صدقہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں حکم فرمایا، کہ یہ کپڑے فلانے کردی کو دے دو۔ چنانچہ میں نے وہ کپڑے بڑھیا سے لے لیے اور ان کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔

حکایت

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار بلخ شہر میں وعظ فرما رہے تھے آپ نے اثنائے وعظ میں فرمایا کہ الٰہی! جو اس مجلس میں سب سے زیادہ گنہگار ہے اس پر اپنا رحم فرما اور اس کو بخش دے۔ ایک کفن چور بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ جب رات ہوئی تو کفن چور قبرستان میں گیا اور ایک قبر کو کھودا۔ اس نے ہاتف سے ایک آواز سنی کہ اے کفن چور! تو تو آج دن کو حاتم اصم کی مجلسِ وعظ میں بخش دیا گیا ہے۔ پھر آج ہی رات کو دوبارہ یہ گناہ کیوں کرنے لگے ہو؟ کفن چور نے یہ آواز سنی تو رونے لگا اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

حکایت

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ایک رات نماز پڑھتے پڑھتے تھک گئیں اور سو گئیں۔ اتفاقاً اس رات آپ کے گھر کوئی چور گھس آیا۔ اور آپ کے سامان کی گٹھڑی باندھ کر اٹھائی اور چاہا کہ چل دے۔ مگر جب اس نے گٹھڑی اٹھائی تو اندھا ہو گیا اور راستہ نہ پایا۔ گھبرا کر اس نے گٹھڑی رکھ دی، گٹھڑی

کن تو پھر بینا ہوگیا۔ اس نے پھر گٹھڑی اٹھائی، تو پھر اندھا ہوگیا۔ غرض دو تین بار ایسا ہی ہوا۔ اور پھر اس نے ہاتف سے ایک آواز سنی کہ لے نادان، اگر ایک دوست سو رہا ہے تو دوسرا دوست جاگ رہا ہے۔ بیوقوف! رابعہ نے اپنے آپ کو جب سے ہمارے سپرد کر رکھا ہے، اس وقت سے بیچارے ابلیس کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ اس کے پاس پھٹکے۔ پھر چور بیچارے کی کیا طاقت ہے کہ اس کے سامان کے پاس پھٹکے۔ آخر اللہ سے معافی مانگتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

نگاہِ ولی سے ایک چور کی توبہ کا قصّہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عطاء ارزق رات کو نماز پڑھنے کی غرض سے جنگل کی طرف چلے۔ ایک چور راستہ میں آپ سے معترض ہوا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے اس سے بچالے۔ چنانچہ فوراً اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں خشک ہو گئے۔ وہ رونے لگا اور کہنے لگا، پھر کبھی ایسا نہ کروں گا۔ آپ نے چھوڑ دیا۔ وہ شخص آپ کے پیچھے ہولیا اور کہا میں اللہ کے واسطے تم سے دریافت کرتا ہوں کہ تمھارا کیا نام ہے؟ فرمایا میرا نام عطا ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص لوگوں سے دریافت کرنے لگا کہ تم کسی ایسے شخص بزرگ صالح کو بھی جانتے ہو جو رات کے وقت صحرا میں نماز کے واسطے جاتا ہو؟ لوگوں نے کہا ہاں وہ عطاء سلمی ہیں۔ وہ عطاء سلمی کے پاس پہنچا اور کہا میں فلاں فلاں قصّہ سے توبہ کر کے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ میرے لیے دعا فرمایئے۔ آپ نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور روتے جاتے تھے۔ ارے بھلے مانس! وہ میں نہ تھا۔ وہ عطاء ازرق تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما۔

روایت ہے کہ حضرت شیخ ابو الحسن نوری رضی اللہ عنہ غسل کے ارادہ سے پانی میں گھسے۔ ایک چور آپ کے کپڑے چرا کر بھاگ گیا۔ پھر ایک ساعت کے بعد دیکھا تو چور کپڑے لیے ہوئے چلا آرہا ہے اور اس کے ہاتھ خشک ہو گئے ہیں۔ حضرت نے اپنے کپڑے پہن لیے۔ پھر فرمایا الٰہی! آپ نے مجھے میرے کپڑے لوٹا دیے۔ اسی وقت

صحیح وسالم ہو کر چلا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶۔ شراب سے توبہ

شراب کے اثرات بہت بُرے ہیں، اس لیے اللہ تعالےٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ٞ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ

بقرہ : ۲۱۹

اے نبی پاکؐ! لوگ آپؐ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ فرما دیجیے کہ ان میں بڑا گناہ ہے۔ اگرچہ ان میں لوگوں کے لیے منفعت بھی ہے لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت بڑا ہے۔

یہ شراب کی ممانعت کے متعلق پہلا حکم تھا۔ اس کے ذریعے لوگوں کو خبردار کیا گیا کہ شراب کا استعمال اچھا نہیں۔ اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں، لہٰذا اس آیت کے نزول پر کچھ لوگوں نے شراب پینا چھوڑ دی، کچھ اسی طرح پیتے رہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات نشہ کی حالت میں نماز پڑھ لیتے تھے اور کچھ کا کچھ پڑھ جاتے۔ چنانچہ اس پر وحی کا نزول ہوا جس میں نشے کی حالت میں نماز ادا کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔

نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کا ایک واقعہ یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دعوت کی، لوگ گئے، کھانا کھایا اور پھر شراب پی کر مست ہو گئے، اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ ایک شخص کو امام بنایا اس نے نماز میں سورۃ کافرون کو اُلٹ پلٹ پڑھ دیا اس پر نشہ کی حالت میں نماز پڑھنا منع کر دیا گیا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

نساء : ۴۳

اے اسلام کے عاشقو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب تک نہ جاؤ بلکہ نماز اس وقت ادا کرو جب تم جانو کہ تم نماز میں کیا کہہ رہے ہو۔

نشے کی حالت میں انسان کو یہ یاد نہیں رہتا کہ وہ اپنی زبان سے کیا کہہ رہا ہے۔ لہذا اس آیت کی رُو سے شراب کی حرمت کا حکم پہلے سے ذرا آگے بڑھا اور نشے کی حالت میں نماز کی ممانعت ہوگئی۔ دراصل عرب لوگ صدیوں سے شراب نوشی کے عادی تھے اس لیے ممانعت کے احکام بتدریج نازل ہوئے۔ مندرجہ بالا آیت کے نزول کے بعد شراب پینے والے بہت کم رہ گئے۔ اس کے بعد شراب کی ممانعت کے بارے میں قطعی حکم نازل ہوا۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

اے ایمان والو! بیشک شراب اور جُوا اور بُت اور پانسے کے تیر ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں۔ سو ان سے بچو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ مائدہ : ۹۰

شراب کی حُرمت کے بارے میں یہ تیسرا حکم ہے اور اس حکم سے شراب ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دی گئی۔ جب اس آیت کا نزول ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کروا دیا کہ آج سے نہ کوئی شراب پی سکتا ہے اور نہ بیچ سکتا ہے۔ بلکہ جن لوگوں کے پاس شراب ہے وہ اسے ضائع کر دیں۔ چنانچہ اس روز سے لے کر قیامت تک شراب حرام ہوگئی اور اب کوئی اسے کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دے سکتا۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ نہ وہ شراب پیئے اور نہ اس مجلس میں بیٹھے جہاں شراب پی جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب صحابہ کرام رضؓ میں جذبۂ اطاعت حد درجہ تک راسخ ہوگیا، تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ چنانچہ جب اس آیت کا نزول ہوا تو صحابہ کرام رضؓ حکم پاتے ہی اپنے گھروں میں گھس گئے اور شراب کے تمام مٹکے توڑ دیے۔ جہاں کوئی میخواری ہو رہی

تھی۔ جب وہاں شراب کی حرمت کا پیغام پہنچا تو انھوں نے بھی شراب گرادی۔ جام و مینا توڑ دیے۔ مشکوں اور مٹکوں میں بھری ہوئی شراب انڈیل دی اور یہ اللہ کا خاص کرم تھا کہ ممانعت شراب کے اس حکم کے بعد کسی فرد نے بھی شراب نوشی کی خواہش ظاہر نہ کی۔ اللہ کے حکم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اعجاز تھا کہ نسل در نسل چلنے والی برائی چشمِ واحد میں ختم ہو کے رہ گئی۔

فرمانِ نبوی ہے کہ کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جو دنیا میں کسی نشہ آور چیز پر جمع ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ انھیں جہنم میں جمع کرے گا اور وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کریں گے، ایک دوسرے کو کہے گا اے فلاں! اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے بُری جزا دے۔ تو نے ہی مجھے اس مقام تک پہنچایا ہے اور دوسرا اس سے اسی طرح کہے گا۔

بُری محفل انسان کو لے ڈوبتی ہے کردار کو داغدار کرتی ہے۔ بندے کو فریب کے جال میں پھنسا دیتی ہے۔ اے شرابی! ذرا اپنے ماضی کو یاد کر کہ جونہی تو عاقل اور بالغ ہوا تجھے تیری جھوٹی تمنائیں، نام نہاد کرّ و فر، بے ثبات حُسن و شباب، طمعِ جاہ و جلال اور ہوسِ مال و منال بزمِ رنداں میں لے گئی، پرانے بادہ خواروں نے تجھے خوش آمدید کہا۔ نادان شرابی خوشی میں جھوم اٹھے کہ ایک اور نا عاقبت اندیش کا ہم میں اضافہ ہوا۔ اور تیری زندگی میں شراب نوشی کا آغاز ہوا۔ پہلے تو تفریحِ طبع کے لیے کچھ عرصہ جام و سبُو چلا۔ پھر اسی تفریح نے تجھے شراب نوشی کا عادی مجرم بنا دیا۔ اے شرابی تیرے آباء امیر و کبیر تھے۔ رئیس بے نظیر تھے۔ تو رئیس زادہ تھا۔ تیرا لاکھوں کا کاروبار تھا۔ سرمایہ تیرے پاس تھا، تو محنتی تھا، دنیادار تجھے اچھا ہی سمجھتے تھے لیکن جونہی تو شراب کا عادی بنا، رقص و سرُود کی محفل میں گیا، طائف خانے کا دلدادہ ہوا۔ چند روز کے لطف و سرُور کی خاطر تو نے اپنی آخرت کا سودا کر ڈالا، اپنا مال عیش و عشرت کی نذر کر ڈالا۔ کاروبار تیری عدم دلچسپی سے تباہ و برباد ہوا۔ گھر والے حیرت میں تھے کہ ہمارا معاش دن بدن تنزّل کی طرف کیوں جا رہا ہے لیکن ایک روز ان پر یہ راز آشکارا

ہوا کہ تُو شرابی ہے۔ اور تو نے اپنی دنیاوی زندگی کو شراب کی نذر کر ڈالا ہے۔ اب تو آہ و فغاں کے سوا کچھ نہیں۔ تو نے جتنے مزے لوٹنے تھے لُوٹ لیے۔ اب تیرا شباب ڈھل چکا ہے۔ سیاہ ریش آدھی سے زیادہ سفید ہو گئی ہے۔ اب لوگ تجھے دانشمند کہیں کہ بیوقوف؟ کیونکہ تو نے خود ہی اپنے نشیمن کو اپنے ہاتھوں سے جلا ڈالا ہے۔ تو رُسوائے زمانہ بن گیا کہ تو شرابی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو فرشتوں نے کہا "اے رب! تو زمین پر اس شخص کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیج رہا ہے جو فساد کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں، لہٰذا ہم اس منصب کے زیادہ حقدار ہیں"۔ ربِ جلیل نے فرمایا بیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ انھوں نے عرض کی، اے اللہ! ہم تیری بنی آدم سے زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم میں سے دو فرشتے آئیں تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ کیسا عمل کرتے ہیں؟ انھوں نے عرض کی کہ ہاروت و ماروت حاضر ہیں۔ رب تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ تم زمین پر جاؤ، اور اللہ تعالیٰ نے زہرہ ستارے کو ان کے سامنے حسین و جمیل عورت کے روپ میں بھیجا۔ وہ دونوں اس کے ہاں آئے اور اس سے رفاقت کا سوال کیا مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا بخدا اس وقت تک نہیں جب تک تم دونوں یہ کلمۂ شرک نہ کہو۔ انھوں نے کہا بخدا ہم کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

چنانچہ وہ عورت ان کے پاس سے اٹھ کر چلی گئی اور جب واپس آئی تو وہ ایک بچہ اٹھائے ہوئے تھی، انھوں نے اس سے پھر وہی سوال کیا۔ مگر اس نے کہا بخدا اس وقت تک نہیں جب تک تم دونوں اس بچے کو قتل نہ کرو۔ انھوں نے کہا بخدا ہم کبھی بھی اسے قتل نہیں کریں گے۔ پھر وہ شراب کا پیالہ لے کر لوٹی اور ان دونوں نے اسے دیکھ کر پھر وہی سوال دہرایا۔ عورت نے کہا بخدا اس وقت تک نہیں جب تک تم یہ شراب نہ پی لو۔

چنانچہ انھوں نے شراب پی اور نشہ کی حالت میں اس سے جماع کیا اور بچے کو قتل کر دیا۔ جب ان کا نشہ اترا تو عورت نے کہا بخدا تم نے ایسا کوئی کام نہیں چھوڑا جس کے کرنے سے تم نے انکار کر دیا تھا۔ نشہ کی حالت میں تم سب کام کر گزرے۔

تب انھیں دنیاوی عذاب اور آخرت کے عذاب میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور انھوں نے دنیاوی عذاب کو پسند کر لیا۔

شراب ہر طرح سے نقصان دہ ہے اس لیے اس سے توبہ کر لینی چاہیے چنانچہ شرابی کو بادہ و مینا سے منہ موڑ لینا چاہیے، لہٰذا اے بھولے ہوئے دوست! اپنے داغدار دامن کو لے کر بارگاہِ رب العزت میں آ کر تائب ہو جا۔ اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہا اور اپنے دل کو حُبِ الٰہی سے مخمور کر لے، اپنی آنکھوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا نقشہ جما کر عاشقِ رسولؐ بن جا، اپنے ایمان کو پہاڑ کی طرح مضبوط کر لے۔ عشقِ مصطفیٰؐ کو شمس و قمر کی طرح روشن کر لے بُرے اعمال کو چھوڑ دے کیونکہ شراب سے توبہ کیے بغیر تیرا چھٹکارا نہیں۔ مگر شراب سے سچی توبہ کسی اللہ والے کی قربت کے بغیر حاصل نہ ہوگی۔ کسی ولی کامل کی نگاہ کا اسیر ہو۔ پھر دیکھ اللہ کے انعام یافتہ حضرات کی صحبت میں تو گناہوں سے کیسے بچتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں شراب پی، اللہ تعالےٰ اسے جہنمی سانپوں کا زہر پلائے گا جسے پینے سے پہلے ہی اس کے چہرے کا گوشت گل کر برتن میں گر جائے گا اور جب وہ اسے پیئے گا تو اس کا گوشت اور کھال اُدھڑ جائے گی۔ جس سے جہنمی اذیت پائیں گے۔ شراب پینے والے، کشید کرنے والے، نچوڑنے والے، اٹھانے والے، جس کے لیے لائی گئی ہو۔ اور اس کی قیمت کھانے والے، سب کے سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کا نماز روزہ اور حج قبول نہیں کرتا۔ تاآنکہ وہ توبہ نہ کریں۔ پس اگر وہ توبہ کیے بغیر مر گئے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ انھیں شراب کے ہر گھونٹ کے عوض جہنم کی پیپ پلائے۔ یاد رکھیے ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور ہر شراب حرام ہے خواہ وہ کسی قسم کی ہو۔

حکایت حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شرابی کو دیکھا، جو مدہوش زمین پر گرا ہوا تھا اور اپنے شراب آلودہ منہ سے اللہ اللہ کہہ رہا تھا۔ حضرت سریؒ نے وہیں بیٹھ کر اس کا منہ پانی سے دھویا اور فرمایا، اس بے خبر کو کیا خبر کہ ناپاک منہ سے کس پاک ذات کا نام لے رہا ہے۔ منہ دھو کر آپ چلے گئے آپ کے بعد شرابی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ تمہاری بے ہوشی کے عالم میں حضرت سریؒ یہاں آئے تھے اور تمہارا منہ دھو کر گئے ہیں شرابی یہ سن کر بڑا پشیمان اور نادم ہوا اور رونے لگا اور نفس کو مخاطب کر کے بولا، بے شرم! اب تو سریؒ بھی تجھے اس حال میں دیکھ گئے ہیں۔ خدا سے ڈر اور آئندہ کے لیے توبہ کر۔ رات کو حضرت سریؒ نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اے سریؒ! تم نے شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا، ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھو دیا۔ حضرت سریؒ تہجد کے وقت مسجد میں گئے تو اسی شرابی کو تہجد پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم میں یہ انقلاب کیسے آ گیا؟ تو وہ بولا آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کے لیے رحمت اور برکت کا سبب بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے جاہلیت کی تمام بُری رسوم اور طور طریقوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے اور میرے اللہ نے قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں سے جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پیئے گا تو اس کو دوزخیوں کے جسم سے نکلی ہوئی پیپ پلاؤں گا اور جو شخص میرے خوف سے شراب پینا چھوڑ دے گا تو میں اس کو پاک حوضوں سے شرابِ طہور پلاؤں گا۔ مسند امام احمد۔

اللہ کے خوف سے شراب اور نشے کو چھوڑنے کا بہت بڑا اجر ہے اس لیے شراب پینے والوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ کے حضور اس گناہ اور جرم سے توبہ کریں۔ ورنہ اس دنیا اور آخرت میں ان کا انجام بہت بُرا ہو گا جس کا اندازہ انسان نہیں لگا سکتا۔

حکایت حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک راستے سے گزر رہے تھے۔ آپ نے ایک شرابی کو دیکھا جو شراب کے نشہ میں گرا ہوا تھا اور بے ہوشی کے عالم میں اپنی زبان سے بہت بکواس کر رہا تھا۔ حضرت ابراہیمؒ اس کے پاس ٹھہر گئے اور فرمایا یہ زبان تو ذکرِ حق کے لیے تھی، اسے کونسی آفت پہنچی کہ یہ ایسے بکواس کر رہی ہے پھر آپ نے پانی منگوایا اور اس کا منہ اور اس کی زبان دھونے لگے اور دھو کر آگے تشریف لے گئے۔ شرابی ہوش میں آیا تو لوگوں نے اسے یہ سارا قصہ سنایا۔ شرابی یہ سن کر کہ حضرت ابراہیم ادھمؒ میرا منہ اور زبان دھو گئے ہیں، رویا اور کہنے لگا الٰہی! تیرے مقبول بندے کی شرم کھا کر میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں، تو بھی اپنے مقبول بندے کی طفیل مجھے بخش دے۔

رات کو ابراہیمؒ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے ابراہیمؒ! تو نے اس شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا۔ ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھویا۔

۷۔ سُود سے توبہ

سود گناہِ کبیرہ ہے اسی لیے اسلام میں سود لینا حرام ہے۔ سُود دوسرے مسلمان بھائیوں کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے اور ایک طرح کا ظلم ہے جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند کرتے ہوئے حرام قرار دیا۔ قرآن میں سُود کے لیے ربٰو کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی اضافے کے ہیں اور یہ لفظ دولت کے اس اضافے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جو ایک قرض دینے والا قرض لینے والے سے ایک طے شدہ شرح سے وصول کرتا ہے۔

طلوعِ اسلام کے وقت عرب میں سود کا عام رواج تھا اور سود وصول کرنے کے مختلف طریقے تھے۔ ان کا ایک طریقہ یہ تھا کہ جب کسی شخص کو نقد مال ادھار دیتے تو اس سے ایک مدت کے لیے شرح طے کر لیتے، اگر وہ مدت گزر جاتی اور اصل زر اور سود وصول نہ ہوتا، تو پھر مزید مہلت دی جاتی اور سود میں اضافہ کر دیا جاتا۔

سود کا دوسرا طریقہ سودی لین دین تھا۔ ایک شخص کسی دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرتا اور ادائے قیمت کے لیے ایک مدت مقرر کر دیتا۔ اگر وہ مدت گزر جاتی اور قیمت ادا نہ ہوتی تو پھر وہ مزید مہلت دینے پر قیمت میں اضافہ کر دیتا اور یہ ایک طرح کا سُود تھا۔ سود کی ان تمام صورتوں سے فتنہ فساد پیدا ہوتا اس لیے اللہ تعالےٰ نے اسے منع فرما دیا۔

قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات سود کی حُرمت پر دلالت کرتی ہیں:۔

۱۔ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ ۔ بقرہ: ۲۷۶

اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ کو کوئی ناشکرا بڑا گنہگار پسند نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لوگوں کو ترغیب دی ہے کہ اللہ کی راہ میں دینے سے دولت گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے اور سود میں بظاہر دولت بڑھتی نظر آتی ہے لیکن اضافہ نہیں ہوتا بلکہ دولت گھٹتی ہے۔ صدقات کے ذریعے دولت معاشرے کے افراد میں گردش کرتی ہے جس سے لوگوں کو وسائلِ دولت بڑھانے کا موقع ملتا ہے لیکن سود میں دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں آ جاتی ہے۔ جس سے اس کی بڑھوتی رک جاتی ہے۔

۲۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ آل عمران: ۱۳۰

اے ایمان والو! سُود در سُود نہ کھاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمھیں فلاح حاصل ہو۔

سود خوار دن رات سود کو بڑھانے کے لالچ میں مگن رہتا ہے جس سے آدمی میں دولت کا طمع بیحد بڑھ جاتا ہے اور پھر وہ لوگوں سے سود کی رقم پر مزید سود حاصل کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ یہ سُود کی بہت بُری صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے۔

۳۔ اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا

جو لوگ سود کھاتے ہیں، قیامت کے دن ان کا

يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا م وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط

حال اس شخص کی طرح ہوگا جسے شیطان نے چھُو کر مخبوط بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔

بقرہ : ۲۷۵

یہ حال ان کا اس وجہ سے ہوگا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال مگر سود کو حرام قرار دیا ہے۔

یہاں سود پر وعید بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے روز سود خور کا حال ایک مخبوط الحواس شخص کی مانند ہوگا۔ لہذا اس دولت کا کیا فائدہ جو انسان پر دیوانگی طاری کرنے کا سبب بنے۔

۴۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ج وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر توبہ کر لو تو تمھارا اصل مال تمھارا ہے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

بقرہ : ۲۷۸ / ۲۷۹

جس وقت سود کو حرام قرار دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو تاکید کی کہ اگر کسی نے سُود لینا ہو تو اسے چھوڑ دے اور اگر ایسا نہیں کرتے تو پھر تمھارا یہ فعل اللہ اور اس کے رسول کے خلاف ہوگا۔

سود کی برائیوں کو اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو سود انسانیت کی اس ظلم سوتر وادی میں لے جاتا ہے جہاں انسان انسان کا دشمن بن جاتا ہے، جہاں انسان ظالم درندہ بن کر اپنے ہی انسان بھائی کا خون چوستا ہے۔ جہاں دلوں میں بغض و کینہ

جنم لیتا ہے۔ جہاں غیظ و غضب کی آگ بھڑکتی ہے، جہاں فخر و غرور سر اٹھاتا ہے۔ جہاں سود خور اپنے جذبۂ رحم کو خود ہی قتل کر دیتا ہے جہاں عدل و انصاف کچھ حیثیت نہیں رکھتا، جہاں ایثار و احسان کی اخلاقی پابندیاں توڑ دی جاتی ہیں۔ تو جب سود آتی لاعلاج اخلاقی بیماریاں پیدا کر کے بندے کو خدا سے دور کر دیتا ہے تو اس دولت کا کیا فائدہ جو بندے اور خدا میں دُوری کا باعث بنے جو انسان کو انسان کا دشمن بنا دے جو انسان کی عاقبت کو تباہ و برباد کر ڈالے۔ تو پھر سود لینے والے کے لیے بہتر یہی ہے کہ سود سے توبہ کر لی جائے اور اپنے کیے پر خدا کے حضور معافی مانگی جائے اور ندامت کے آنسو بہائے جائیں اور بقیہ زندگی اتباعِ کتاب و سنت میں گزاری جائے۔

سود خوری سے دین و دنیا دونوں خراب ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں سود خور کے نام سے ذلت اور رسوائی ہو جاتی ہے اور آخرت میں سود خور کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔ لہذا ایسی دولت کا کیا فائدہ جو ذلت اور رسوائی کا باعث بنے۔

آخرت میں سود خور اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو آتش سے بھر دے گا۔ اور جس کے شکم میں سود کے مال کا کھانا ہے اس نے نماز پڑھی تو ہرگز قبول نہ ہوگی اور جس نے سود کا مال خدا کی راہ میں صدقہ دیا وہ ہرگز قبول نہیں اور سود خور کو اللہ نظرِ رحمت سے نہ دیکھے گا اور اس سے کلام نہ کرے گا اور اس کو دردناک عذاب دے گا۔ اور جہنم میں ایک ایسی وادی ہے۔ اس کی بُو سے ہر روز سات مرتبہ جہنم فریاد کرتی ہے اگر اس میں پہاڑ کو ڈالا جائے تو اس کی حرارت سے جل کر راکھ ہو جائے۔ ایسی وادی میں سود کھانے والوں، نماز میں سستی کرنے والوں اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رکھا جائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا سود لینے والا، سود دینے والا، اس پر گواہ بننے والے، اس کی تحریر کرنے والے پر جبکہ اسے معلوم ہو کہ یہ تحریر سود کے لیے ہو رہی ہے، جسم پر پھول گودنے والے، پھول گودانے والے پر، جو اپنی خوبصورتی کے لیے ایسا کرتا ہے، صدقہ سے انکار کرنے والا اور بدوی جو ہجرت کے

بعد پھر مرتد ہوا۔ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ملعون قرار پائے ہیں۔
۱۰ احمد۔

حاکم نے بسندِ صحیح روایت کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے لازم قرار دیا ہے کہ انھیں جنت میں داخل نہیں کریگا اور نہ ہی وہ اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ شرابی، سود خوار، ناحق یتیم کا مال کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔

طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ درہم جو انسان سود میں لیتا ہے۔ اللہ کے نزدیک حالتِ اسلام میں ۳۳ بار زنا کرنے سے بھی بدتر ہے۔

ابو یعلیٰ نے سندِ جید کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی قوم کا زنا اور سود خواری ظاہر نہیں ہوتے مگر وہ لوگ عذابِ الٰہی کو اپنے لیے حلال کر لیتے ہیں۔ (یعنی جو قوم زنا اور سود خوری میں مبتلا ہے اس نے گویا عذابِ الٰہی کو دعوت دی ہے)

احمد نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ ایسی کوئی قوم نہیں جس میں سود چل نکلے مگر وہ قحط سالی میں مبتلا کی جاتی ہے۔ اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے خوف اور قحط عام میں مبتلا کر دیتا ہے چاہے بارش ہی کیوں نہ ہو جائے۔

احمد نے ایک طویل حدیث میں، ابن ماجہ نے مختصراً اور اصبہانی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج میں سیر کرائی گئی اور ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر دیکھا تو مجھے بجلی کی کڑک اور گرج، چمک نظر آئی۔ پھر میں نے ایسی قوم کو دیکھا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح تھے۔ اور باہر سے ان کے پیٹوں میں چلتے پھرتے سانپ نظر آرہے تھے۔ میں نے پوچھا، جبریلؑ! یہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ سود خور ہیں۔

طبرانی نے قاسم بن عبداللہ الوراق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کو صیارفہ (جہاں سُود وغیرہ کا کاروبار ہوتا ہے) کے بازار میں دیکھا۔ وہ اہلِ بازار سے کہہ رہے تھے اے اہلِ صیارفہ! تمھیں خوشخبری ہو۔ انھوں نے کہا اللہ آپ کو جنت کی خوشخبری دے، اے ابو محمد! آپ ہمیں کس چیز کی خوشخبری دے رہے ہیں؟ آپ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صیارفہ کے لیے فرماتے سنا ہے کہ انھیں آگ کی بشارت دے دو۔

طبرانی نے حدیث بیان کی کہ اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچا جن کی مغفرت نہیں ہوتی۔ خیانت ایسا ہی ایک گناہ ہے جو جس چیز میں خیانت کرتا ہے قیامت کے دن اسے اسی کے ساتھ لایا جائے گا۔ سود خوری، جو سود کھاتا ہے۔ وہ قیامت کے دن پاگل آسیب زدہ اٹھایا جائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "جو سود کھاتے ہیں وہ اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جسے شیطان آسیب سے باؤلا کردیتا ہے۔"

اصبہانی کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن سود خور پاگل کی طرح اپنے دونوں پہلو کھینچتا ہوا آئے گا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "وہ اس شخص کی طرح کھڑے ہونگے جسے شیطان آسیب سے پاگل کردیتا ہے۔"

ابن ماجہ اور حاکم کی حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی سُود سے اپنا مال بڑھالیتا ہے، آخرکار وہ تنگ دستی کا شکار بنتا ہے۔

حکایت

حضرت خواجہ حبیب عجمی بڑے جلیل القدر اولیاء سے ہوئے ہیں۔ طریقت میں آپ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے خلیفہ تھے۔ ابتداء میں بہت دولت مند تھے لیکن سود خور تھے۔ ہر روز تقاضا کرنے جاتے۔ جب تک وصول نہ کرلیتے اسے نہ چھوڑتے، ایک روز آپ کسی مقروض کے گھر گئے لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اس کے پاس قرضہ ادا کرنے کے لیے رقم موجود نہیں ہے۔ البتہ ایک بکری ذبح کی تھی۔ اس کی گردن موجود ہے۔ جو ہم نے گھر پر

پکائی ہے لیکن آپ اس عورت سے بکری کا گوشت زبردستی لے آئے اور گھر پہنچ کر بیوی سے کہا کہ یہ سود میں ملی ہے اسے پکا لو۔ بیوی نے کہا کہ آٹا اور لکڑی بھی ختم ہے اس کا بھی بندوبست کر دو۔ آپ دوسرے قرضداروں کے پاس گئے اور یہ چیزیں بھی سود میں لے آئے۔ جب کھانا تیار ہوگیا تو کسی سوالی نے آواز دی کہ بھوکا ہوں کچھ کھانے کو دو آپ نے اندر ہی سے اسے جھڑک دیا۔ سائل چلا گیا۔

جب آپ کی بیوی نے ہانڈی سے سالن نکالنا چاہا تو دیکھا کہ وہ خون ہی خون ہے بیوی نے حیران ہو کر شوہر کی طرف دیکھا اور کہا کہ اپنی شرارتوں اور کنجوسی کا نتیجہ دیکھ لو۔ خواجہ حبیب عجمی نے یہ ماجرا دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے۔ اس واقعہ نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ اسی وقت اپنی سابقہ بے راہ روی سے توبہ کی۔ ایک روز باہر نکلے، راستہ میں بچے کھیل کر رہے تھے انھوں نے خواجہ صاحب کو دیکھ کر چلّانا شروع کر دیا "ہٹ جاؤ حبیب سود خور آرہا ہے۔ ہم پر اس کی گرد بھی پڑ گئی تو ہم بھی ایسے ہی ہو جائیں گے۔" یہ سنا تو تڑپ اٹھے، ندامت سے سر جھکا لیا۔ اور کہنے لگے اے رب! بچوں تک تو نے میرا حال ظاہر فرما دیا۔ خواجہ حسن بصری رح کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی۔ سب قرضداروں کا قرضہ معاف کر دیا۔ اپنا سارا مال و اسباب راہِ خدا میں دے ڈالا۔ عبادت و ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے اور صائم الدہر اور قائم اللیل رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ایک دن پھر انھیں لڑکوں کے پاس سے گزر ہوا تو انھوں نے آپس میں کہا، خاموش رہو حبیب العابد جاتے ہیں۔ یہ سنکر آپ رونے لگے اور کہا اے اللہ! یہ سب تیری طرف سے ہے۔

جب اس طرح عبادت کرتے ایک مدت گزر گئی تو ایک دن بیوی نے شکایت کی کہ ضروریات کیسے پوری کی جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا کام پر جاتا ہوں، مزدوری سے جو ملے گا لے آؤں گا۔ چنانچہ آپ دن بھر گھر سے باہر رہ کر عبادت کرتے اور شام کو گھر واپس آجاتے۔ بیوی انھیں خالی ہاتھ دیکھتی تو کہتی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ فرماتے کہ میں کام کر رہا ہوں۔ جس کا کام کر رہا ہوں وہ بڑا سخی ہے، کہتا ہے وقت آنے پر خود ہی اجرت

دے دیا کروں گا۔ فکر نہ کرو۔ لہٰذا مجھے اس سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔ وہ کہتا ہے ہر دسویں روز میں مزدوری دیا کروں گا۔ چنانچہ بیوی نے دس دن تک صبر کیا۔

جب آپ دسویں روز بھی شام کو خالی ہاتھ گھر واپس جانے لگے تو راستے میں آپ کو خیال آیا کہ اب بیوی کو کیا جواب دوں گا۔ اسی خیال میں گھر پہنچے، تو عجیب ماجرا دیکھا، عمدہ عمدہ کھانے تیار رکھے ہیں۔ بیوی آپ کو دیکھتے ہی بول اٹھی کہ یہ کس نیک بخت کا کام کر رہے ہو جس نے دن رات کی اُجرت اس قسم کی بھیجی اور تین ہزار درہم نقد بھی بھیجے ہیں اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ کام زیادہ محنت سے کرو گے تو اُجرت زیادہ دوں گا۔ یہ دیکھ کر آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ خیال گزرا کہ خدائے پاک نے ایک گنہگار بندے کی دس روز کی عبادت کا یہ صلہ دیا۔ اگر زیادہ حضورِ قلب سے عبادت کروں تو نہ جانے کیا کچھ دے۔ یہ خیال آتے ہی علائق دنیا سے بالکل الگ ہو گئے اور ایسی عبادتیں اور ریاضتیں کیں کہ اسرارِ الٰہی بے نقاب ہو گئے۔ عنایاتِ الٰہی کا نزول شروع ہو گیا اور آپ کو مستجاب الدعوات کا درجہ مل گیا۔

۸۔ رشوت سے توبہ

اسلام میں رشوت لینا اور دینا قطعاً ناجائز اور حرام ہے کیونکہ اسلام نے مال و دولت کے لینے اور دینے پر کچھ اخلاقی، شرعی اور قانونی پابندیاں عائد کی ہیں اور ایسے ذرائع سے دولت حاصل کرنے کو حرام قرار دیا ہے جس سے انسانیت پر ظلم کا رستہ کھلتا ہو، لہٰذا اسلام میں رشوت شرعاً حرام اور قانوناً جرم ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اور تم آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ اسے حکام تک پہنچاؤ کہ جس سے تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ سے کھا جاؤ اور یہ کہ تم جانتے ہو۔

بقرہ : ۱۸۸

قرآن پاک کی یہ آیت رشوت کے حرام ہونے پر صریحًا دلالت کرتی ہے، مفسرین اور ائمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت سے واضح طور پر رشوت کی حرمت کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت کے دو حصے ہیں پہلے میں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق دوسرے کا مال باطل طریقے سے نکھانے میں بہت وسیع مفہوم پایا جاتا ہے کہ کسی صحیح حقدار کا مال کوئی دوسرا شخص اسے ناجائز ذرائع سے حاصل کرکے تصرف میں نہ لائے جس سے حقدار کی حق تلفی ہو۔ جیسے چوری، بے ایمانی، ملاوٹ، سمگلنگ لوٹ گھسوٹ، ذخیرہ اندوزی اور رشوت وغیرہ یہ تمام ناجائز ذرائع معاش باطل کے مفہوم میں آتے ہیں

لیکن آیت کے دوسرے حصے میں حرمت رشوت کا مفہوم بالکل عیاں ہے جس میں ناجائز مال کھانے کا ایک اور ذریعہ بیان کیا گیا ہے کہ مال کو حکام تک نہ پہنچاؤ جس سے لوگوں کے مال کا ایک حصہ تم گناہ سے کھا جاؤ اور تم کو معلوم بھی ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مال حاکموں اور ججوں تک اس غرض سے پہنچایا جائے کہ اس مال کے بدلے میں ان سے ناجائز مفاد حاصل کیا جائے اور حکام وہ مال لے کر اپنے فرائض منصبی کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے انصاف کے تقاضے پورے نہ کریں۔ تو اس طرح حکام کا مال کو کھا جانا باطل طریقہ میں شامل ہے جو کہ گناہ ہے۔ اور ایسے گناہ کو رشوت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ کام جو حاکم نے پیسے لے کر کیا ہے اس کا عوضانہ تو وہ پہلے ہی تنخواہ کی صورت میں حکومت سے وصول کر رہا ہے تو پھر اسے کسی فریق سے ناجائز وصول کرنے اور ڈالی لینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

آیت کے اس حصے میں رشوت دینے کے لیے تُدْلُوْا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو اِدْلَاءٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ڈول ڈالنے اور کھینچنے کے ہیں اسی اعتبار سے بطور استعارہ کسی چیز تک پہنچنے اور کسی شے کے ڈالنے کے لیے استعمال ہوتا ہے امام رازی نے اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے دو وجوہات بیان کی ہیں۔ پہلی وجہ رشوت ضرورت کی رسی ہے پس جس طرح پانی کا بھرا ہوا ڈول رسی کے ذریعہ دور سے

کھینچ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح مقصد بُود کا حصول بھی رشوت کے ذریعہ سے قریب ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح حاکم کو رشوت دے کر بغیر کسی تاخیر کے فوراً موافق فیصلہ کرایا جاتا ہے اسی طرح ڈول بھی جب پانی نکالنے کے لیے کنوئیں میں ڈالا جاتا ہے تو نہایت تیزی کے ساتھ بغیر کسی تاخیر کے چلا جاتا ہے۔

المختصر یہ کہ اس آیت سے واضح طور پر رشوت سے منع کیا گیا اور جو لوگ اس حکم کی خلاف ورزی کریں گویا انھوں نے اللہ کے احکام کی پروا نہیں کی تو ایسے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں رشوت لینے اور دینے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

اسلام سے قبل عرب کے قبائل میں اونچ نیچ کی بے حد تفریق تھی ان کے امراء اور رؤساء اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے بلند اور اعلیٰ تصور کرتے تھے اور اپنی دولت مندی کی بنا پر قانون کو اپنے ہاتھوں میں سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ قانون کی اس ناہمواری کے قائل تھے۔ چنانچہ جب کوئی مقدمہ پیش آتا اور کاہنوں کے پاس فیصلہ کے لیے جاتا تو دولت مند اپنے ان کاہنوں اور قاضیوں کو کچھ نذرانہ یعنی رشوت پوشیدہ طور پر دے دیتے تاکہ حالات ان کی خواہش کے مطابق ہو جائیں۔ اس کو حلوان کہا جاتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قطعاً حرام قرار دیا اور لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا۔

اسلام سے پہلے عرب کے یہودیوں میں بھی رشوت کا رواج تھا۔ قانون کی زد سے بچنے کے لیے علانیہ رشوت دے دیتے تھے۔ اس طرح رشوت لینے سے قاضی لوگ انصاف کے تقاضوں کو پورا نہ کرتے۔ اور تورات کے احکامات پر پردہ ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ تورات کے قوانین میں تحریف کا بڑا سبب بھی رشوت خوری تھی۔

پھر یہود کا یہ طریقہ بھی تھا کہ وہ دنیا کی معمولی دولت کے لالچ میں آکر اللہ کے احکامات میں رد و بدل کر دیتے اور اس کا معاوضہ وصول کرتے۔ ابن جریر نے کہا ہے کہ یہودی رئیس زادے اپنے علماء کو اس لیے رشوتیں دیتے تھے کہ جو احکامات تورات

ہیں ہیں وہ عام لوگوں کو نہ بتائیں لیکن قرآن پاک نے ان کی اس ظاہرداری کا پول کھول دیا اور ایسی رشوت سے منع کر دیا۔ قرآن میں یہی بات اللہ تعالےٰ نے یوں بیان فرمائی ہے۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ○

بقرہ : ۴۱

اور ایمان لاؤ ساتھ اس کے جو تم پر نازل کیا، جو تصدیق کرتی ہے اس کی جو تمہارے ساتھ ہے اور اس کا پہلے انکار کرنے والے نہ بنو اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت کے بدلے میں نہ بیچو اور مجھ سے ڈرتے رہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

بقرہ : ۱۷۴

بے شک جو لوگ کتاب کا نازل کیا ہوا چھپاتے ہیں اور تھوڑی قیمت وصول کرتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جو اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔ اور قیامت کے روز اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دکھ کا عذاب ہے۔

یہاں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ جو لوگ اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ لوگوں کے ناجائز مفاد کی خاطر اللہ کے کلام کو پسِ پُشت ڈالیں گے، آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

کلام اللہ کے بعد احادیث کا درجہ ہے۔ احادیث کی رُو سے بھی باطل ذرائع سے کسبِ معاش کی ممانعت کی گئی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ذرائع میں رشوت لینے اور دینے کو بہت ہی بُرا فعل قرار دیا ہے بلکہ رشوت کو لعنت اللہ کہا ہے تاکہ کوئی مسلمان نہ رشوت دے اور نہ لے۔ ان کے علاوہ رشوت لینے دینے والے کے درمیان واسطہ بننے والے سب انھی زمروں میں آتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الرَّاشِیْ وَ الْمُرْتَشِیْ۔ — رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔ ابن ماجہ

رشوت کا لین دین عام طور پر زر نقد میں ہوتا ہے۔ بعض خوش فہم نقد نہیں لیتے۔ کھانے پینے یا استعمال کی چیزیں لے لیتے ہیں۔ انھیں بھی لعنتیوں کے زمرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، اس سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَعَنَ اللّٰہُ الْاٰکِلَ وَالْمُطْعِمَ الرِّشْوَۃَ۔ — اللہ تعالیٰ نے رشوت کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ کنز العمال

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ رشوت لینے اور دینے والے پر تو اللہ کی لعنت ہے لیکن اس شخص پر بھی اللہ کی لعنت ہے جو ان دونوں کے درمیان آلہ کار بنے۔ گو دلال نے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا ہو۔ لیکن وہ رشوت کے معاملے میں معاونت کرتا ہے لہذا وہ بھی اتنا ہی مجرم ہے جتنے کہ لینے اور دینے والے ہیں اور اس کا بھی وہی حال ہوگا جو راشی اور مرتشی کا ہوگا۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے :۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ وَالَّذِیْ یَعْمَلُ بَیْنَہُمَا۔ — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے پر، رشوت لینے والے پر اور اس پر جو ان دونوں کے درمیان واسطہ بن کر کام کرے۔ شرح احیائے العلوم

رسول پاک کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ رشوت موجب لعنت ہے۔

لعنت سے مراد اللہ کی رحمتوں، بخششوں اور کرم نوازیوں سے دوری ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کوئی بادشاہ کسی کو اپنا مصاحب بنائے، خلعتِ شاہی سے نوازے تو اس کی کتنی خوش نصیبی ہے لیکن ساتھ ہی تاکید کردے کہ فلاں کام نہ کرنا

اور پھر واضح بھی کر دے کہ اس کام میں اگر تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی تو میں تمہیں اپنے دربار سے نکال دوں گا۔ اپنی قربت سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دوں گا اس کے بعد اگر وہ شخص چوری چھپے یا ظاہراً وہ کام کرے اور بادشاہ کو پتہ چل جائے کہ اس نے میرے حکم کی نافرمانی کی ہے تو لامحالہ اس شخص پر بادشاہ کا عتاب ہوگا۔ اور اسے ہمیشہ کے لیے دربار سے نکال دے گا، اپنی مصاحبت سے محروم کر دے گا۔

دربار سے یہ راندہ جانا، قربت سے دوری، اعزازات سے محرومی، لعنت کہلائے گی۔ ایسے ہی راشی اور مرتشی چونکہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ اسے اپنی رحمت سے نکال کر دور پھینک دیتا ہے۔ رحمت سے دوری، دنیا کی ذلت اور آخرت کا عذاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ۔ — ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ آل عمران : ۸۷

اللہ کی یہ لعنت کبھی مال و زر کی صورت میں آزمائش بنتی ہے، کبھی مبتلائے فتنہ کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ جہالت سے برا کام کر بیٹھیں اور اس کے بعد توبہ کر لیں تو ان کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

یہ معافی صرف حقوق اللہ میں ملتی ہے، حقوق العباد میں نہیں، یوں تو توبہ گناہوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے ریا نیکیوں کو۔ مگر حقوق العباد کے سلسلہ میں زبانی توبہ مؤثر نہیں ہوتی۔ اس کے لیے عملی توبہ کی ضرورت ہوتی ہے کہ جن جن سے ناجائز طریق سے مال حاصل کیا گیا ہو، یا جن جن کا مال ناجائز ذرائع سے کھایا گیا ہو۔ ان کو ان کا مال یا اس کی قیمت ادا کی جائے یا ان سے ان کا حق معاف کرایا جائے۔

رشوت کی توبہ یہ ہے کہ جن سے رشوت حاصل کی گئی ہے ان کو واپس کی جائے اگر ان کا پتہ نہ ہو یا بہت کوشش کے باوجود ان کا پتہ نہ چل سکے کہ وہ کہاں رہتے ہیں جتنا روپیہ یا مال جس جس سے لیا تھا۔ اسی قدر روپیہ یا مال، اصل مالکان

کی طرف سے خیرات کر دیا جائے تاکہ آخرت کے مؤاخذہ سے بچ جائے، یہاں تک کہ اگر کوئی مر جائے اور اس کی کمائی بیع باطل یا ظلم یا رشوت وغیرہ کی ہو تو وارثوں کو اس سے بچنا چاہیئے۔ اس میں سے کچھ نہ لینا چاہیئے، ان کے لیے یہی بہتر ہے اور ان مالوں کو ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔ اگر ان کو معلوم کر سکیں۔ ورنہ خیرات کر دیں۔ کیونکہ جب واپس کرنا دشوار ہو تو پھر حرام کمائی کو خیرات کر دینا ہی اس کا طریقہ ہے اس بہانہ سے کہ اب کچھ یاد نہیں کہ کس کس سے کتنا کتنا لیا تھا، چھٹکارا نہیں ہوگا اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ جس قدر یاد آئے اس سے کچھ زائد خیرات کر دیا جائے تاکہ گناہ وعذاب کا شبہ ہی نہ رہے۔ مگر اس کا خود استعمال کرنا حلال نہ ہوگا۔ ایسا کرنے سے ہو سکتا ہے کہ اللہ وہ خیرات کفارہ کے طور پر قبول کر لے، لیکن آئندہ رشوت لینے سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرے اور سابقہ کیے پر استغفار کرے۔

حکایت بنی اسرائیل کے زمانہ میں تین نامی گرامی قاضی تھے جن کی خدا نے جانچ کرنا چاہی۔ اور دو آدمیوں کو بھیجا، جن میں ایک تو گھوڑی پر سوار تھا، جس کی بچھیری اس کے ساتھ تھی۔ دوسرا گائے پر سوار تھا۔ گائے والے نے گھوڑی کی بچھیری کو بلایا اور وہ اس کے ساتھ لگ گئی۔ اس پر گھوڑی سوار بولا کہ بچھیری گھوڑی کی ہے۔ دوسرا بولا نہیں۔ یہ میری گائے کی ہے۔ اس پر دونوں جھگڑتے ہوئے ایک قاضی کے پاس پہنچے اور دونوں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دلیلیں پیش کیں۔ مگر گائے والے نے پہلے سے قاضی کی مٹھی گرم کر دی تھی اور رشوت کے طور پر اس کی جیب میں ایک کافی رقم ڈال دی تھی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ قاضی صاحب نے فیصلہ میں یہ لکھا، کہ بچھیری گائے کی ہے۔ پھر یہ دونوں عدالت سے نکل کر دوسرے قاضی کے محکمہ میں گئے۔ اور انھیں بھی رشوت دے کر گائے والے نے اپنے ہی حق میں فیصلہ لکھوا لیا۔ پھر ان دونوں نے تیسرے قاضی کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کیا، جس کے جواب میں قاضی صاحب بولے کہ مجھے حیض آ رہا ہے، حیض سے فراغت کے بعد تمہارا مقدمہ سنوں گا۔ اس پر دونوں حیرت سے بولے، بھلا مردوں کو بھی کہیں حیض آتا ہے؟

اس پر نیک نہاد قاضی نے برجستہ کہا، بھلا گائیں بھی بچھڑی جن سکتی ہیں؟ جاؤ! رشوت دے کر غلط فیصلہ کروانے سے توبہ کرو۔

۹۔ جھوٹ سے توبہ

عزیز لوگو! جھوٹ سے توبہ کر جاؤ کیونکہ یہ اللہ کو ناپسند ہے، جھوٹ کا مطلب غلط بیانی اور دروغ گوئی ہے۔ یعنی اصل بات اس طرح نہیں ہوتی جس طرح بیان کرنے والا کرتا ہے۔ اس طرح وہ دوسروں کو دھوکہ دیتا ہے، جو خدا اور لوگوں کے نزدیک بہت بُرا فعل ہے، جھوٹ خواہ زبان سے بولا جائے یا عمل سے ظاہر کیا جائے وہ ہر طرح برائیوں کی جڑ ہے اور گناہ کبیرہ ہے جو صرف توبہ سے معاف ہوتا ہے اس لیے اوّلین فرصت میں جھوٹ سے توبہ لازم ہے۔

انسان کے دل کی بات خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا، دوسرے تو صرف وہی بات جانیں گے جو وہ زبان پر لائے گا۔ اب اگر کوئی دل کی صحیح بات نہ کہے بلکہ ظاہر میں کوئی بناوٹی طریقہ اختیار کرے تو وہ جھوٹ کہلائے گا۔

قرآن مجید میں جھوٹ کی بڑی مذمت کی گئی ہے۔ جن آیات میں جھوٹ بولنے سے روکا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ — تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ الحج : ۳۰

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ۔ — بے شک اللہ اس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے ہدایت نہیں دیتا الزمر : ۳

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۔ — بیشک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا، جو بے لحاظ جھوٹا ہے المؤمن : ۲۸

۴۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ — کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے خدا پر جھوٹ باندھ لیا ہے۔ اگر خدا چاہے تو (اے محمد) تمہارے دل

عَلٰى قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ شوریٰ : ۲۴

مُہر لگا دے۔ اور خدا جھوٹ کو نابود کرتا اور اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرتا ہے۔ بیشک وہ سینے تک کی باتوں سے واقف ہے۔

۵۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اور یونہی جھوٹ جو تمھاری زبان پر آجائے۔ مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ خدا پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو۔ جو لوگ خدا پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں۔ ان کا بھلا نہیں ہوگا (جھوٹ کا) فائدہ تو تھوڑا سا ہے مگر (اس کے بدلے) ان کو عذاب الیم (بہت) ہوگا۔

النحل : ۱۱۶/ ۷

*

۶۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے خدا پر جھوٹ افترا کیا یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا۔ کچھ شک نہیں کہ ظالم لوگ نجات نہیں پائیں گے

الانعام : ۲۱

۷۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ افترا کرے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ آئی ہو۔ اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب خدا نے نازل کی ہے اس طرح کی میں بھی بنا لیتا ہوں اور کاش تم ان ظالم (یعنی مشرک) لوگوں کو اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں اور فرشتے ان کی طرف عذاب کے لیے ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں۔ آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس لیے کہ تم خدا پر

وَالْمِرَاءَ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا۔ اگرچہ وہ فی نفسہٖ سچا ہو۔ احمد

یعنی ہر صورت میں جھوٹ بولنا اور فضول جھگڑا کرنا بُرا ہے۔ اس سے ایمان کامل جاتا رہتا ہے۔ ایسے ہی وہ جھوٹ جو محفل میں دوسروں کو خوش کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس سے اگرچہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ بعض موقعوں پر یہ ایک دلچسپی کی چیز بن جاتا ہے تاہم اسلام نے اس کی بھی اجازت نہیں دی۔ تاکہ کسی صورت میں جھوٹ کی راہ نہ نکلے۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَيْلٌ لِّلَّذِيْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ وَيْلٌ لَّهٗ۔ جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس پر بڑے افسوس کی بات ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں کو خوش کرتا ہے اور جھوٹ بول کر اپنی آخرت برباد کرتا ہے۔ جھوٹ بولنا بڑی خیانت کی بات ہے کیونکہ وہ خدا کا اور لوگوں کا امین ہے تو اس کو سچ ہی بولنا چاہیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ مُصَدِّقٌ وَّاَنْتَ لَهٗ بِهٖ كَاذِبٌ۔ یہ بہت بڑی خیانت کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی جھوٹی بات کہو۔ اس حال میں کہ وہ تم کو سچا سمجھتا ہو۔ ابوداؤد

جھوٹ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب کسی کو کھانے کے لیے یا کسی اور چیز کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ تصنّع اور بناوٹ سے یہ کہہ دیتا ہے کہ مجھے خواہش نہیں حالانکہ ان کے دل میں اس کی خواہش موجود ہوتی ہے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک عورت نے آپ سے دریافت فرمایا۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ قَالَتْ اِحْدَانَا لِشَيْءٍ تَشْتَهِيْهِ لَا اَشْتَهِيْهِ یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی کسی چیز کی خواہش رکھے اور پھر کہہ دے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں،

بُعْدُ ذٰلِكَ كَذِبًا قَالَ اِنَّ الْكَذِبَ يُكْتَبُ كَذِبًا حَتّٰى تُكْتَبُ الْكُذَيْبَةُ كُذَيْبَةً۔

تو کیا یہ بھی جھوٹ شمار ہوگا۔ ارشاد ہوا کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی جھوٹ لکھا جاتا ہے۔

احمد

حکایت کہتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھ میں چار بُری خصلتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بدکار ہوں۔ دوسرے یہ کہ چور ہوں، تیسرے یہ کہ شراب پیتا ہوں۔ چوتھے یہ کہ جھوٹ بولتا ہوں۔ ان میں سے جس ایک کو فرمائیے آپ کی خاطر چھوڑ دیتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ جھوٹ نہ بولا کرو چنانچہ اس نے عہد کیا۔ اب جب رات ہوئی تو شراب پینے کو جی چاہا۔ اور پھر بدکاری کے لیے آمادہ ہوا تو اس کو خیال گزرا کہ صبح کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیں گے کہ رات کو تم نے شراب پی اور بدکاری کی، تو کیا جواب دوں گا۔؟ اگر ہاں کہوں گا تو شراب اور زنا کی سزا دی جائے گی۔ اور اگر "نہیں" کہا تو عہد کے خلاف ہوگا۔ یہ سوچ کر ان دونوں سے باز رہا۔ جب رات زیادہ گزری اور اندھیرا چھا گیا تو چوری کے لیے گھر سے نکلنا چاہا۔ پھر اس خیال نے اس کا دامن تھام لیا کہ کل اگر پوچھ گچھ ہوئی تو کیا کہوں گا "ہاں" اگر کہوں گا تو میرا ہاتھ کاٹا جائے گا اور "نہ" کہوں گا تو بدعہدی ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی اس جرم سے بھی باز رہا۔ صبح ہوئی تو وہ دوڑ کر خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! جھوٹ نہ بولنے سے میری چاروں بُری خصلتیں مجھ سے چھوٹ گئیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ معلوم ہوا کہ سچائی تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔

کتاب و سنت سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بہت بُرا گناہ ہے جو انسان کو خدا اور اس کے رسولؐ سے بہت دور کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین و دنیا کے لیے جھوٹ سراسر نقصان اور خسارے کا سودا ہے، لہٰذا میرے دوست ذرا سوچ کہ یہ زندگی چند روزہ ہے آخر ایک نہ ایک دن اس جہان سے جانا پڑے گا۔ پھر وہ بولا ہوا جھوٹ کسی کام نہیں آئے گا لہٰذا میرے دوست! تُو زندگی کے جس شعبے میں بھی ہے اسے جھوٹ کی آمیزش سے

پاکیزہ کرلے اور آئندہ جھوٹ بولنے سے توبہ کرلے اور صدق دل سے پکا وعدہ کرلے کہ زندگی بھر جھوٹ کی راہ اختیار نہ کروں گا۔

۱۰۔ غیبت سے توبہ

راہ حق پر چلنے کے لیے غیبت سے توبہ کرنا بھی ضروری ہے۔ غیبت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا ذکر ایسے بُرے الفاظ سے کیا جائے جس کے سُننے سے وہ ناراض ہو۔

اسلام میں غیبت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ۔

ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ پس تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ الحجرات : ۱۲

غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ مُردہ گوشت سے نہایت ہی بدبو اور کراہت آتی ہے اس لیے اسے کھانے کے لیے کوئی رضامند نہیں ہوتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ کیونکہ زنا سے غیبت بدتر ہے۔ کیونکہ زانی گناہ کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے مگر غیبت کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک کہ جس کی غیبت کی جائے اس سے معافی حاصل نہ کی جائے۔

فرمانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کی اس چیز کا ذکر کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے خواہ اس کے بدن کا کوئی عیب ہو، نسب کا عیب ہو، اس کے قول و فعل یا دین دنیا کا عیب ہو یہاں تک کہ اس کے کپڑوں اور سواری میں بھی کوئی عیب نکالے گا تو یہ بھی غیبت ہوگی۔

غیبت، نیک اعمال کو تباہ و برباد کردیتی ہے بلکہ یہ نیکیوں کو اس طرح کھاجاتی ہے

جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو جلا دیتی ہے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی جس سے ناراض ہوتا ہے اس کی غیبت کر کے اس کی برائیوں کو اُچھالتا ہے اور لوگوں میں عام کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ بدنام ہو۔ یہ انسان کی کم عقلی ہوتی ہے کہ غیبت کے ذریعے انسان اللہ کو ناراض کر لیتا ہے اور اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لیتا ہے اور اپنی نیکیاں اسے دے دیتا ہے جس کی غیبت کرتا ہے۔ شبِ معراج کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قوم سے گزر ہوا تو وہ اپنے چہروں کو اپنے ناخنوں سے نوچ رہے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؛ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ لوگ غیبت کرتے تھے اور اپنی غرض کی بناپر دوسروں کو بُرا کہتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کو زبان دراز کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے غیبت کی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب ابو اللیث بخاری رحمتہ اللہ علیہ حج کے لیے گھر سے روانہ ہوئے اور دو دینار جیب میں ڈال لیے۔ روانہ ہوتے وقت قسم کھائی کہ اگر میں نے مکہ مکرمہ کو جاتے یا گھر واپس آتے ہوئے کسی کی غیبت کی تو یہ دو دینار اللہ کے نام پر صدقہ کر دوں گا۔ آپ مکہ شریف تک گئے اور گھر واپس آئے مگر دینار اسی طرح ان کی جیب میں محفوظ رہے۔ ان سے غیبت کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا، میں ایک مرتبہ کی غیبت کو ننلو مرتبہ کے زنا سے بدترین سمجھتا ہوں۔

جناب ابو حفص الکبیر رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں کسی انسان کی غیبت کرنے کو ماہِ رمضان کے روزے نہ رکھنے سے بدتر سمجھتا ہوں۔ پھر فرمایا جس نے کسی عالم کی غیبت کی، تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر لکھا ہوا ہوگا۔ یہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہے

ایسے ہی ایک دفعہ بہت سے صوفیہ جمع ہو کر کہیں دعوت کھانے جا رہے تھے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحؒ کو بھی بلوایا اور وہ اس جماعت میں شامل ہوئے۔ پھر ایک اور شخص کا انتظار تھا۔ کسی نے اس کے متعلق کہا کہ وہ بڑا امیرانہ مزاج رکھتا ہے۔ بڑی دیر سے آئے گا۔ یہ بات سنتے ہی حضرت ابراہیم بن ادھم رحؒ چپکے سے چلے آئے کہ یہاں

غیبت ہوتی ہے۔ پھر اپنے نفس کو ملامت کی کہ تو نے کھانے کی خاطر ایک مسلمان کی غیبت سُنی پھر آئندہ ایسی دعوت کھانے سے توبہ کی جس میں مومن کی غیبت ہو۔

جناب عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص رہتا تھا جس کی بہن مدینہ کے نواح میں رہتی تھی۔ وہ بیمار ہوگئی تو یہ شخص اس کی تیمارداری میں لگا رہا لیکن وہ مرگئی تو اس شخص نے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ آخر جب اسے دفن کر کے واپس آیا تو اسے یاد آیا کہ وہ رقم کی ایک تھیلی قبر میں بھول آیا ہے۔ اس نے اپنے ایک دوست سے مدد طلب کی۔ دونوں نے جا کر اس کی قبر کھود کر تھیلی نکال لی، تو اس نے دوست سے کہا ذرا ہٹنا میں دیکھوں تو سہی میری بہن کس حال میں ہے؟ اس نے لحد میں جھانک کر دیکھا تو وہ آگ سے بھڑک رہی تھی۔ وہ واپس چپ چاپ چلا آیا۔ اور ماں سے پوچھا میری بہن میں کیا کوئی خراب عادت تھی؟ ماں نے کہا تیری بہن کی عادت تھی کہ وہ ہمسایوں کے دروازوں سے کان لگا کر ان کی باتیں سنتی تھی اور چغل خوری کیا کرتی تھی پس اس شخص کو معلوم ہو گیا کہ عذاب کا سبب کیا ہے۔ پس جو شخص عذابِ قبر سے بچنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ غیبت اور چغلخوری سے پرہیز کرے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے، جو شخص غیبت سے توبہ کر کے مرا وہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا اور جو غیبت کرتے کرتے مرگیا وہ جہنم میں سب سے پہلے جائے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۔ ہر پیٹھ پیچھے برائیاں کرنے والے اور تیری موجودگی میں برائیاں کرنے والے کے لیے جہنم کا گڑھا ہے۔

یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جو مسلمانوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی برائیاں کیا کرتا تھا۔ اس آیت کا شانِ نزول تو خاص ہے۔ مگر اس کی وعید عام ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ۔ یہ زنا سے بھی بدتر ہے، پوچھا گیا، یہ زنا سے کیسے بدتر ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا آدمی زنا کر کے توبہ

کر لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے مگر غیبت کرنے والے کو جب تک وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہو، معاف نہ کرے، اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہر غیبت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور شرمندہ ہو کر توبہ کرے تاکہ اللہ کے کرم سے فیض یاب ہو کر پھر اس شخص سے معذرت کرے جس کی اس نے غیبت کی تھی تاکہ غیبت کے اندھیاروں سے رہائی حاصل ہو۔

فرمانِ نبویؐ ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا منہ دُبر کی طرف پھیر دے گا۔ اس لیے ہر غیبت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اور جس شخص کی غیبت کی ہے اس تک بات پہنچنے سے قبل ہی رجوع کر لے کیونکہ غیبت کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے جس کی غیبت کی گئی ہو، اگر توبہ کر لی جائے تو توبہ قبول ہو جاتی ہے مگر جب بات اس شخص تک پہنچ جائے تو جب تک وہ خود معاف نہ کرے توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو شخص اپنے آپ میں غیبت کی برائی محسوس کرتا ہو اسے اس سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لینی چاہیئے۔

حکایت

حضرت جُنید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا جو سوال کر رہا تھا۔ حضرت جنید کے دل میں خیال آیا کہ یہ شخص تندرست ہو کر سوال کر رہا ہے حالانکہ خود کما بھی سکتا ہے۔ شب کو سوئے تو خواب میں دیکھا کہ ایک خوان سرپوش سے ڈھکا ہوا سامنے رکھا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ کھاؤ۔ حضرت جنید نے سرپوش اٹھایا، تو دیکھا وہی سائل درویش مُردہ اس میں رکھا ہوا ہے۔ جنید فرمانے لگے کہ میں مُردہ خور تو نہیں ہوں، لوگوں نے جواب دیا تو پھر آپ نے اس درویش کو دن کے وقت کیوں کھایا تھا؛ جنید فرماتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ شاید یہ اشارہ اسی میرے دلی خیال کی طرف ہے۔ پس میں مارے ہیبت کے جاگ اٹھا اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور اس درویش کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا ہے اور ساگ، جو لوگ دھو کر چلے گئے ہیں، اس کے ٹکڑے پانی سے چُن چُن کر کھا رہا ہے۔ میں اس کے قریب پہنچا،

تو اس نے سر اٹھایا اور کہا اے جنید! میرے حق میں جو تمہارے دل میں خیال آیا تھا، اس سے توبہ کر لی؛ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگا اب جاؤ۔ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ۔ یعنی خدا اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ جنید! اب دل کی حفاظت کرنا۔

۱۱۔ ظلم سے توبہ

ظلم کا عام مطلب یہ ہے کہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے یعنی کسی کا جائز حق اپنی طاقت یا اختیارات کے بل بوتے پر نہ چھینا جائے۔ اسلام عدل و انصاف کا علمبردار ہے۔ اس لیے اسلام میں امارت، قوت، نسلی برتری، حکومت، صاحبِ اختیار ہونے کی صورت میں دوسروں کے حقوق کو غصب کرنے کا کوئی جواز نہیں بلکہ کتاب و سنت میں اس کی ممانعت اور مذمت کی گئی ہے بیشمار لوگوں کو ظلم کی بنا پر اسی جہان میں سزا مل جاتی ہے۔ قرآن شاہد ہے کہ بہت سے ظالموں کی بستیوں کو ان کے ظلم کی نحوست کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں ظلم کی مذمت کی ہے۔

۱۔ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۖ لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

کتنا سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے۔ مگر آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔ مریم: ۳۸

۲۔ وَجَزَٰٓؤُا۟ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُۥ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ وَلَمَنِ ٱنتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ ۝ إِنَّمَا ٱلسَّبِيلُ عَلَى ٱلَّذِينَ يَظْلِمُونَ ٱلنَّاسَ وَيَبْغُونَ

اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ بے شک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا ان پر کچھ مواخذہ کی صورت نہیں ہے۔ مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی

فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ | پھیلاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

الشوریٰ: ۴۰

۳۔ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ | اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

البقرہ: ۲۵۸

ان آیات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے حقوق مقرر کیے ہیں۔ پہلا حق خدا کا ہے کہ اس خالق کائنات کی فرمانبرداری کی جائے اور ہر لحاظ سے اطاعت کی جائے۔ دوسرا حق انسان کے جسم کا اپنا حق ہے کہ اپنی جان کو اس راہ پر نہیں چلاتا۔ بلکہ غلط راستہ اختیار کرتا ہے۔ تو ایسا کرنا اپنی جان کے ساتھ ظلم ہوگا۔ تیسرا حق دوسری مخلوقات کا ہے۔ اگر انسان دوسروں کی حق تلفی کرتا ہے تو وہ دوسرے کے ساتھ ظلم ہوگا۔ دنیاوی معاملات میں عموماً تیسری قسم کا ظلم عام ہے جس سے دوسری مخلوقات کی خصوصاً حق تلفی ہوتی ہے۔ ظلم خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، آخرت میں اس کی سزا ضرور ملے گی۔ حاکم وقت کی کرسی پر بیٹھ کر رعایا کے حقوق ادا نہ کرنا ظلم ہے۔ انصاف کا ترازو ہاتھ میں لے کر انصاف نہ کرنا ظلم ہے۔ جانور رکھ کر ان کی خوراک کا بندوبست نہ کرنا ظلم ہے۔ نوکر رکھ کر ان کے ساتھ انسانی تقاضوں کے مطابق حقوق ادا نہ کرنا ظلم ہے۔ جو لوگ ظالم بن جاتے ہیں ان کی فلاح نہ ہوگی۔ ظالم کو دین و دنیا میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اس لیے میرے دوست! ایسی برائی سے ہر ممکن طریقے سے توبہ کر لینی چاہیے کیونکہ اسی میں نجات ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ظلم کی بہت مذمت کی ہے اور اس سے بچنے کا درس دیا ہے۔ لہٰذا ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا باعث بنے گا۔

آپ نے مزید فرمایا کہ جو شخص ایک بالشت زمین ظلم سے حاصل کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ پانچ آدمی ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ

غضبناک ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو دنیا میں انھیں غضب کا نشانہ بنا دے، ورنہ آخرت میں انھیں جہنم میں ڈالے گا۔ حاکمِ قوم جو خود تو لوگوں سے اپنے حقوق لے لیتا ہے مگر انھیں ان کے حقوق نہیں دیتا اور ان سے ظلم کو دفع نہیں کرتا۔

قوم کا قائد، لوگ جس کی پیروی کرتے ہیں اور وہ طاقتور اور کمزور کے درمیان فیصلہ نہیں کرسکتا اور خواہشاتِ نفسانی کے مطابق گفتگو کرتا ہے۔

گھر کا سربراہ، جو اپنے گھر والوں اور اولاد کو اللہ کی اطاعت کا حکم نہیں دیتا اور انھیں دینی امور کی تعلیم نہیں دیتا۔

ایسا آدمی جو اجرت پر مزدور لاتا ہے اور کام مکمل کروا کے اس کی اجرت پوری نہیں دیتا اور وہ آدمی جو اپنی بیوی کا حق مہر دبا کر اس پر زیادتی کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ آخر اس کو اپنی پکڑ میں لے لیتا ہے اور پھر اس کا چھٹکارا نہیں، پھر قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کو اپنی گرفت میں لے لیا جبکہ وہ ظالم تھیں۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت کے دن لوگ ننگے بدن، ننگے پاؤں، سیاہ چہروں کے ساتھ اٹھیں گے۔ پس منادی ندا کرے گا جس کی آواز ایسی ہوگی جو دور و نزدیک یکساں طور پر سُنی جائے گی۔ میں بدلے دینے والا مالک ہوں۔ کسی جنتی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ جنت میں جائے باوجودیکہ اس پر کسی جہنمی کی داد خواہی رہتی ہو۔ چاہے وہ ایک تھپڑ ہی کیوں نہ ہو یا اس سے زیادہ ہو۔ اور کوئی جہنمی جہنم میں نہ جائے درانحالیکہ اس پر کسی کا حق رہتا ہو، چاہے وہ ایک تھپڑ ہو یا اس سے زیادہ ہو۔ اور تیرا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوسکے گا، حالانکہ ہم تو اس دن ننگے بدن، ننگے پاؤں ہوں گے، آپؐ نے فرمایا نیکیوں کے ساتھ اور برائیوں کے ساتھ مکمل بدلہ دیا جائے گا اور تمھارا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے ۔ جو حق ایک حاکم کے ذمہ ہے قیامت کے دن اس کا حساب دیا جائے گا ۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ تم اپنے آپ کو مظلوم کی بددعا سے بچاؤ ۔ اس لیے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی حق دار کے حق کو نہیں روکتا ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مقدمہ میں کسی ظالم کی مدد کرے تو وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہے گا ۔ یہاں تک کہ اس سے الگ ہو جائے ۔

حضرت اوس بن شرحبیلؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ظالم کے ساتھ اس کو ظالم جانتے ہوئے اس کی مدد کے لیے نکلے ۔ تو وہ ہم سے نکل گیا ۔

حکایت کسریٰ نے اپنے بیٹے کے لیے ایک استاد مقرر کیا جو اسے تعلیم دیتا تھا اور ادب سکھاتا تھا ۔ جب وہ بچہ مکمل طور پر علم و فضل سے بہرہ ور ہو گیا تو استاد نے اسے بلایا اور بغیر کسی جرم اور بغیر کسی سبب کے سخت انتہائی دردناک سزا دی ۔ اس لڑکے نے اپنے استاد کے اس رویہ کو بہت ہی برا سمجھا اور دل میں اس کی طرف سے عداوت پیدا ہو گئی ۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا ۔ اس کا باپ مر گیا اور باپ کے بعد وہ بادشاہ بن گیا ۔ بادشاہی سنبھالتے ہی اس نے استاد کو بلا کر پوچھا آپ نے فلاں دن بغیر کسی جرم اور بغیر کسی سبب کے مجھے اتنی دردناک سزا کیوں دی تھی؟ استاد نے کہا اے بادشاہ! جب تو علم و فضل کے کمال تک پہنچ گیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ باپ کے بعد تو بادشاہ بنے گا ۔ میں نے سوچا تجھے سزا کا ذائقہ اور ظلم کی تکلیف سے واقف کر دوں تاکہ تو اس کے بعد کسی پر ظلم نہ کرے ۔ بادشاہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے ۔ اور پھر ان کا وظیفہ مقرر کر دیا اور ان کے اخراجات کی ادائیگی کا حکم صادر کر دیا ۔

حکایت ایک بزرگ شیخ عبداللہ یافعیؒ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں ۔ ایک دفعہ شہر بصرہ سے نکل کر قریہ کو جا رہا تھا ۔ ایک رفیق نے خبر دی کہ راہ میں

ایک رہزن رہتا ہے۔ مسافروں کو لوٹ لیتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے ہرچند آگے چلنے سے منع کیا لیکن میں نے ان کے کہنے پر کچھ التفات نہ کیا۔ کوئی دو سو قدم آگے بڑھا ہوں گا کہ یکایک سامنے ایک زبردست مہیب صورت مرد ظاہر ہوا۔ رہزن نے آتے ہی ہم دونوں پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں میرے رفیق کو قتل کر ڈالا پھر میری طرف لپکا۔ میں نے نہایت عاجزی سے گڑگڑانا شروع کیا۔ اور جو کچھ روپیہ پیسہ میرے پاس تھا سب اس کے حوالہ کر دیا۔ رہزن نے مال لے کر مجھ کو چھوڑ دیا لیکن دونوں ہاتھوں کو مضبوط رسی سے باندھ کر زمین پر ڈال دیا۔ گرمیوں کے ایام تھے، دوپہر کا وقت تھا، آفتاب کی حرارت اور دھوپ کی شدت سے حال تباہ تھا۔ غرض بہزار دقت و مشقت خود اپنے ہاتھوں کو کسی طرح میں نے کھول لیا اور اس بیابان کو طے کرنے لگا۔ دن بھر چلا، پھر بھی کہیں رستہ کا پتہ نہ ملا، پھر رات کٹی ہوگی کہ آگ کی روشنی دکھائی دی اور میں اسی طرف چلا۔ آگ کے پاس پہنچا تو وہاں ایک خیمہ دیکھا۔ پیاس سے بیتاب تھا۔ خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے زور سے پانی مانگا۔ قسمت کی بات کہ یہ خیمہ اسی رہزن کا تھا، جس کے ظالم ہاتھوں سے میں نے دن کو رہائی پائی تھی۔ رہزن میری آواز سن کر بجائے پانی کے برہنہ تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے باہر نکلا اور چاہا کہ ایک وار میں میرا کام کر دے۔ آمادۂ قتل دیکھ کر اس کی رحم دل عورت نے دور سے غل کرنا شروع کیا کہ غریب کا خون اس میدان میں نہ گراؤ۔ اگر مارنا ہے تو اس خیمہ کے پاس سے دور ہٹا کر لے جا کر مارو۔ بی بی کی یہ فریاد سن کر رہزن گھسیٹتا ہوا مجھ کو دوسرے سنسان مقام پر لایا۔ سینہ پر چڑھ بیٹھا اور گردن پر تلوار رکھ کر ذبح کرنا چاہتا تھا کہ یکایک سامنے کے جنگل سے ایک ہیبت ناک شیر بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ رہزن خوف کے مارے دور جا گرا اور ہنوز سنبھلا نہیں تھا کہ شیر نے جھپٹ کر چیر پھاڑ ڈالا۔ شیر کی صورت دیکھ کر رہزن سے پہلے میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ دیر کے بعد جب ہوش آیا اس سنسان میدان میں سوائے اس کی مردہ نعش کے کوئی اور چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیر کے بعد سب واقعات مجھ کو یاد آئے، پھر کیا تھا شکرِ الٰہی بجا لا کر

حمد و ثنا خدا کی کرتا ہوا رہزن کے خیمہ پر آیا۔ اس کی خوبصورت بیوی میری سمت سے خوش تھی۔ آخر میں نے اس سے نکاح کیا اور رہزن کا کل مال و متاع میرے ہاتھ آیا اور اللہ نے مجھ کو اسی وقت سے فقر و فاقہ سے نجات دی۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ "چاہ کن را چاہ در پیش" اس کا ظلم اسی کی طرف لوٹ آیا۔

حکایت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کسی ظالم بادشاہ نے شاندار محل بنوایا۔ ایک مفلس بڑھیا آئی اور اس نے محل کے پہلو میں اپنی کٹیا بنالی جس میں وہ سکون سے رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ظالم بادشاہ نے سوار ہو کر محل کے ارد گرد چکر لگایا تو اسے بڑھیا کی کٹیا نظر آئی۔ اس نے پوچھا یہ کس کی ہے؟ کہا گیا یہ ایک بڑھیا کی ہے اور وہ اس میں رہتی ہے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اسے گرا دو، لہذا اسے گرا دیا گیا۔ جب بڑھیا واپس آئی تو اس نے اپنی منہدم کٹیا دیکھ کر پوچھا کہ اسے کس نے گرا دیا ہے؟ لوگوں نے کہا اسے بادشاہ نے دیکھا اور گرا دیا۔ تب بڑھیا نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا اے اللہ! اگر میں حاضر نہیں تھی تو تو کہاں تھا؟ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ محل کو اس کے رہنے والوں پر الٹ دو۔ اور ایسا ہی کیا گیا۔

۱۲۔ بے ایمانی سے توبہ

امانت اور دیانت کا تقاضا ہے کہ جس کا حق ہو اسے دیا جائے اگر اس میں خیانت کی جائے گی تو بے ایمانی ہوگی۔ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ بے ایمانی سے اسے زیادہ ملے گا لیکن یہ صرف ایک فریب ہے جو انسان اپنے آپ ہی کو دیتا ہے۔

ایمان کا تقاضا ہے کہ معاملات میں صرف اپنا حق لیا جائے اور دوسروں کا حق جو اللہ اور اس کے رسول نے مقرر کیا ہے وہ دیا جائے۔ اگر اس شرعی اصول کے خلاف فریب یا دھوکہ دہی کریں گے تو وہ بے ایمانی کہلائے گی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ط

اے ایمان والو آپس میں ناحق طریقے سے مال نہ کھاؤ۔ النساء: ۲۹

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ان تمام طریقوں کی نفی کردی گئی ہے جو ایمانداری کے برعکس ہیں یعنی آپس میں مال کھانے کا جو بھی ناحق طریقہ ہے وہ بے ایمانی ہوگا، لہذا دھوکہ، فریب، ظلم، غصب، خیانت اور ملاوٹ کا شمار اسی زمرے میں ہوتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ایمانی کو بہت ہی بُرا جانا ہے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا اور جس نے ہمارے ساتھ بے ایمانی کی وہ ہم میں سے نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں دو بڑی جامع باتیں ہیں کہ جو شخص مسلمانوں پر دست درازی کرے اور انھیں دھوکہ دے وہ مسلمانوں کا ساتھی یا دینی بھائی کیسے ہوسکتا ہے۔ مگر جوں جوں قربِ قیامت کا دور آئے گا۔ مسلمانوں میں یہ دونوں جرائم زیادہ ہوتے جائیں گے لہذا ان سے اللہ محفوظ رکھے۔

ایک اور مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی مؤمن کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ دھوکہ یعنی بے ایمانی کرے۔ وہ ملعون ہے۔ اس حدیث میں بے ایمان پر لعنت کی گئی ہے جو خدا کی رحمت سے دوری ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ کیونکہ مکر و فریب اور دھوکہ بازی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے، ایک جگہ غلّے کا ایک ڈھیر دیکھا۔ آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ اندر سے غلہ گیلا ہے اور باہر سُوکھا ہے۔ آپ نے غلے والے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی۔ یہ بارش سے بھیگ گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم نے اسے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ خریدنے والے دیکھ لیں، پھر آپؐ نے فرمایا کہ جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناقص سودا فروخت کرنا بے ایمانی ہے یا کسی سودے کی خامی کو چھپانا بھی بے ایمانی ہے۔ بے ایمانی کی یہ صورت بہت عام ہے، لوگ دکھاتے

کچھ ہیں اور دے کچھ اور دیتے ہیں۔
بے ایمانی سے فائدہ یا اضافہ کم ہوتا ہے، لیکن انسان تھوڑے سے فائدے کی خاطر گناہوں سے اپنی آخرت کو بہت وزنی کر لیتا ہے، لہذا بے ایمانی کا دین و دنیا میں نقصان ہی نقصان ہے۔ بے ایمانی کرنے والے جب بے نقاب ہو جاتے ہیں تو ان کی عزت ہمیشہ کے لیے خاک میں مل جاتی ہے، پھر ایسی دولت سے کیا فائدہ جو دین و دنیا میں ذلت اور رسوائی کا سبب بنے۔ اس لیے میرے عزیز! اگر کسی شخص میں بے ایمانی اور دھوکہ کی بد عادت موجود ہو تو اسے فوراً اللہ کے حضور توبہ کر لینی چاہیئے۔

۱۳۔ کم ماپ تول سے توبہ

خرید و فروخت اور لین دین زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے اور اس شعبے میں عدل و انصاف، دیانت و صداقت کو قائم رکھنا اسلام کا بنیادی مقصد ہے، لہذا تجارت میں لینے اور دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کا حق ادا کریں سودا بیچنے والے کے لیے لازم ہے کہ اس کا ناپ تول پورا ہو۔ ناپ تول میں کمی اللہ کے قائم کردہ نظامِ عدل کے خلاف ہے۔ اسلام کا نظامِ عدل ایک فطری قانون ہے جس کا منشا یہ ہے کہ جس کی جو چیز ہو اسے دی جائے اور یہی وہ میزان ہے جسے اللہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ مگر جو شخص اپنی عملی زندگی میں اللہ کے اس نظامِ عدل پر نہیں چلتا تو وہ حقیقت میں خدا کا حکم نہیں مانتا اور یہ خسارے کا سودا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی مقامات پر اس امر پر بہت ہی زور دیا ہے کہ ناپ تول کو پورا رکھو۔ چنانچہ ہر شخص کو اس اصول پر کاربند ہونا چاہیئے اور جو دوسرے کا حق ہو اسے بغیر کسی کمی کے ادا کرنا چاہیئے۔ پورے ماپ تول کے متعلق اللہ کا فرمان یہ ہے

۱۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔ اور ماپ تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔

الانعام : ۱۵۲

۲۔ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝

خبردار تم ترازو میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ درست کرلو اور تول کم مت کرو

الرحمٰن : ۹-۸

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ جتنے مال کی قیمت وصول کی جائے اتنا ہی دیا جائے۔ ناپ تول کی کمی کے بارے میں قرآن پاک میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا قصہ بیان کیا ہے۔ جس نے سب سے پہلے ناپ تول میں کمی کے باعث دوسروں کا حق مارنا شروع کیا تھا۔ یہ قوم عربی النسل تھی اور مدین میں آباد تھی۔ مدین اس شاہراہ پر تھا جو حجاز سے شام اور فلسطین کو جاتی تھی۔ مدین دراصل ایک قبیلہ کا نام تھا لیکن جب وہ ایک مقام پر آباد ہو گیا تو اس علاقے کا نام مدین پڑ گیا۔ مدین کے لوگ مظاہر فطرت کی پوجا کیا کرتے اور خدا کے ساتھ شرک کرتے تھے حتیٰ کہ ساری قوم بت پرستی میں مبتلا تھی۔ اس کے علاوہ اس قوم میں برا رواج یہ تھا کہ وہ لین دین اور تجارت میں بے ایمانی کرتے تھے وہ جب کسی سے مال خریدتے تو خریداری میں اپنی مرضی کے باٹ استعمال کرتے اور جب کسی کے ہاتھ مال فروخت کرتے تو بیچنے کے باٹ اور ہوتے جو وزن میں اصل باٹوں کی نسبت کم ہوتے آخر ان کی برائیوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو اس قوم کی حالتِ زار پر رحم آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو راہِ حق پر لانے کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام کو اس قوم میں پیغمبر مبعوث فرمایا انھوں نے قوم کو راہِ حق کی دعوت دی، آپ نے انھیں کفر و شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی پوجا کی تلقین کی، انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! ایک خدا کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ خرید و فروخت میں اپنے ناپ تول کو پورا کرو، اپنے معاملات میں بے ایمانی سے کام نہ لو۔ میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور میری نبوت کو تسلیم کرتے ہوئے جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو، خدا کی زمین میں فتنہ فساد نہ مچاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو تمام برائیوں اور خامیوں سے آگاہ کیا اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ اے شعیبؑ! ہم تمھاری باتوں کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ قوم کے سردار غصے میں آکر آگ بگولا ہوئے اور حضرت شعیب علیہ السلام سے کہنے لگے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنے باپ دادا کے دیوتاؤں کو

پوجنا چھوڑ دیں، کیا تُو یہ چاہتا ہے کہ ہم ناپ تول میں کم کرنا چھوڑ دیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم غریب اور نادار ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ قوم نے آپ کی ایک نہ سنی اور بُرے کاموں میں آگے بڑھتے گئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے اس پیغام کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

تو ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی اشیاء مت گھٹا کر دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد خرابی مت ڈالو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمھیں یقین ہو۔

الاعراف : ۸۵

اس آیت میں وہی الفاظ ہیں جن کے ذریعے آپ نے قوم کو پورے ناپ تول کی دعوت دی تھی، پھر سورۂ شعراء میں اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو دوبارہ دہرایا تاکہ آنے والے لوگ اس قوم کے کردار سے نصیحت پکڑیں۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝

اور پورا بھر دو ناپ اور نقصان دینے والے نہ بنو اور تولو سیدھی ترازو سے، اور لوگوں کو ان کی اشیاء مت گھٹا کر دو اور ملک میں فساد پھیلاتے ہوئے مت پھرو۔

الشوراء : ۱۸۱ تا ۱۸۳

حضرت شعیب علیہ السلام عرصۂ دراز تک قوم کو دینِ حق کی دعوت دیتے رہے، اس کے ساتھ ہی ان میں جو ناپ تول کم کرنے کی بُرائی تھی اس سے روکتے رہے، آپ انھیں کہتے تھے کہ اپنا لین دین پورا اور صحیح کرو، تول میں عدل کرو، باٹ صحیح رکھو، کسی کو چیز کم نہ دو گویا کہ آپ نے راہِ راست پر لانے کی پوری کوشش کی۔ قوم نے آپ کو بیشمار تکالیف دیں اور طرح طرح کی دھمکیاں دیں لیکن آپ اپنے مشن پر قائم رہے اور جب قوم نے آپ کو ہر طرح سے تنگ کر دیا اور ہدایت کی طرف نہ آئے تو اللہ کی طرف سے اس قوم پر ناراضگی کا

اظہار ہوا اور اس پر عذاب نازل کیا گیا۔ قوم شعیب پر عذاب الٰہی کے واقعہ کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے :۔

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ ۝ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝	اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ میں تم کو آسودگی میں دیکھتا ہوں اور ایک گھیر لینے والے دن کی آفت سے تم کو ڈراتا ہوں۔ اور اے لوگو! ناپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو اور لوگوں کی چیزیں ان کو گھٹا کر مت دو اور ملک میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔

ہُود ۸۴-۸۵

قوم شعیبؑ پر ناپ تول میں کمی کے باعث پہلے زلزلے کا عذاب آیا لوگ خوف سے گھبرا گئے۔ ابھی زلزلہ ختم نہ ہوا تھا کہ لوگوں پر تپش کا عذاب آگیا۔ تپش اتنی شدید تھی کہ ان کی پیاس نہ ختم ہوتی تھی۔ مجبور ہو کر قوم نے شہر سے باہر بھاگنا چاہا۔ لیکن وہ جہاں بھی جاتے انھیں عذابِ الٰہی سے چھٹکارا نہیں مل سکتا تھا۔ آخر وہ شہر سے باہر نکلے، انھوں نے دیکھا کہ آسمان پر ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اس بادل سے آگ برسنے لگی اور جلد ہی ساری قوم ہلاکت کا شکار ہو گئی۔ مگر حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ یہ سارا عذاب جن برائیوں کی بنا پر ملا تھا ان میں ایک برائی ناپ تول کی کمی بھی تھی۔

پیمائش میں کم ماپنے والے اور تول میں کم باٹ استعمال کرنے والے کا انجام بہت برا ہے۔ وہ لوگ جو دودھ ماپتے ہیں تو کم ماپتے ہیں، کپڑا بیچتے ہیں تو اس کی پیمائش کم کرتے ہیں، اشیائے خوردنی بیچتے ہیں تو حقیر اور معمولی سی مقداروں میں کمی کر لیتے ہیں۔ پیکنگ کرتے ہیں تو مقررہ تعداد سے کم پیکنگ کرتے ہیں، گویا کہ انسان زندگی کے بے شمار لین دین کے معاملات میں بے ایمانی سے کام لے لیتا ہے اس کا انجام بہت برا ہے۔ جو ماپ تول میں کمی کرتا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو ہلاکت اور بربادی میں مبتلا کرتا ہے

اور اپنے بُرے انجام کا خود ہی سامان پیدا کرتا ہے۔ وہ حقیر دولت جو وہ کم تول اور کم ماپ سے کماتا ہے وہ اس کے دین و دنیا کو تباہ کر دیتی ہے۔ وہ کیا جانے کہ طمع اور لالچ انسان کو لے ڈوبتا ہے۔ اس گناہ اور جرم کا خمیازہ دنیا میں بھی بھگتنا پڑتا ہے جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہوتا ہے۔ کم تولنے والوں کے مال میں اکثر خسارہ ہو جاتا ہے۔ دودھ کم ماپنے والوں کی اکثر بھینسیں مر جاتی ہیں۔ کم ماپ تول سے کمائی ہوئی دولت عیش و عشرت اور بُرے کاموں کی نذر ہو جاتی ہے۔

اکثر یوں بھی ہو جاتا ہے کہ انسان جس اولاد کا پیٹ پالنے کے لیے حرام ذرائع معاش اختیار کرتا ہے وہ اولاد نافرمان اور گستاخ ہو جاتی ہے، اور اولاد، جسے نادان انسان کم ناپ تول سے حرام روزی کما کر کھلاتا ہے اور اولاد کو جوان کر کے اپنے بڑھاپے کا سہارا بناتا ہے۔ وہ اولاد الٹا والدین کو مصائب اور مشکلات میں ڈال دیتی ہے۔ وہ بڑے ہو کر بدمعاش، آوارہ، بدچلن، قمار باز، شرابی اور بُرے انسان بن جاتے ہیں جو والدین کے لیے سہارے کی بجائے وبال بن جاتی ہے اور یہ سب کچھ ناپ تول میں کمی کے باعث ہوتا ہے اس لیے جو حضرات اس گناہ میں مبتلا ہوں وہ پہلی فرصت میں اللہ کے حضور توبہ کریں تاکہ ان کی آخرت سنور جائے۔

۱۴۔ ذخیرہ اندوزی سے توبہ

ذخیرہ اندوزی کو اسلام میں احتکار کہا جاتا ہے اس کا لفظی مطلب ظلم ہے لیکن شرعی اصطلاح میں ذخیرہ اندوزی یہ ہے کہ کسی استعمال ہونے والی چیز کی فروخت کو اس غرض سے روک لیا جائے کہ وہ مہنگی ہو جائے اور جب اس کی قلت ہو جائے تو منہ مانگے داموں فروخت کی جائے۔ چونکہ لوگوں کو اس کی اشد ضرورت ہوتی ہے تو وہ مجبوراً مہنگے داموں پر خریدنے کے لیے مجبور ہوتے ہیں۔ شریعت میں یہ جائز نہیں بلکہ ایسا کرنا حرام اور جرم ہے۔ لیکن یاد رہے کہ فروخت کی غرض سے جمع شدہ سٹاک کو احتکار نہیں کہا جاتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا ہے اور اس کے متعلق

آپ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں :-

۱۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يُّرِيْدُ بِهِ الْغَلَاءَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ ؂

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چالیس دن غلے کا ذخیرہ کرتا ہے اور اس کے مہنگا ہونے کا انتظار کرتا ہے وہ شخص حق تعالیٰ سے دور ہوا اور اللہ اس سے بیزار ہوا۔

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ احتکار وہ ہے جس میں نرخوں کی گرانی مطلوب ہو، تاکہ چیز کی کمیابی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی نیت ہو اور جو شخص اس نیت سے ذخیرہ اندوزی کرے وہ محتکر ہوگا۔ اور محتکر اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

۲۔ عَنْ مَّعْمَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ ؂

حضرت معمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی رُو سے ذخیرہ اندوزی گناہ ہے کیونکہ اجناس خوردنی کا استعمال زندگی کی بقا کے لیے ضروری ہے اس لیے اگر کوئی شخص زرعی اجناس مہنگا کرنے کی غرض سے خرید کر رکھ لے تو اس سے دوسرے لوگوں کا بنیادی حق غصب ہوگا جس کی بنا پر اسے گناہ قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ ؂

حضرت عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں فرمایا کہ غلہ لانے والا روزی دیا جائے گا اور احتکار کرنے والا ملعون ہے۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تاجر نیک نیتی سے تجارت کرے تو اس کے رزق میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اگر وہ ذخیرہ کرنے والا ہو تو اس پر خدا کی لعنت پڑ جاتی ہے اور جس پر خدا کی لعنت پڑ جائے وہ آخرت میں سزا کا مستحق ہوگا۔

۴۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ غَلَا السِّعْرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَعِّرْ لَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ اَلْقٰى رَبِّيْ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ يَطْلُبُنِيْ بِمَظْلِمَةٍ بِدَمٍ وَّلَا مَالٍ ؂

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غلہ مہنگا ہوگیا۔ صحابہؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! بھاؤ مقرر کردیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ہی بھاؤ مقرر کرنے والا ہے تنگ کرنے والا اور فراخ کرنے والا ہے اور رزق دینے والا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں اپنے رب کو ملوں گا اس حال میں کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے کسی خون یا مال کا مطالبہ نہیں کرے گا۔

ترمذی۔ ابوداؤد۔

لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ذخیرہ اندوزی کا علاج اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنا ہے لیکن اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اشیاء کی کمی یا کثرت کا کنٹرول اللہ کے پاس ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس فصل پر غلہ اللہ کی رحمت سے زیادہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی کثرت کے باعث اس کے نرخ کم ہوجاتے ہیں اور اگر کم ہو تو نرخ زیادہ ہوجاتے ہیں۔ قیمتیں مقرر کرنے سے خریدار اور فروخت کرنے والے کو دونوں صورتوں میں نقصان ہوسکتا ہے۔ اگر تاجروں کو ایک چیز زیادہ قیمت سے خریدنا پڑے اور قیمت مقرر ہونے کی وجہ سے کم قیمت پر فروخت کرنا پڑے تو تاجر پر ظلم ہوگا اور اگر تاجر نے بہت کم قیمت پر خریدی ہو اور مقررہ قیمت بہت زیادہ ہو تو اس سے خریدار پر ظلم ہوگا۔ اس صورت کے پیش نظر اللہ کے رسولؐ نے تجارت میں قیمتیں مقرر کرنے سے منع کردیا ہے بلکہ توکل کا درس دیا ہے جس کے تحت تاجر کو چاہیئے کہ کم منافع لے۔

۵۔ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰهُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ ؂

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ نبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ احتکار کرنے والا بندہ برا ہے اگر اللہ تعالیٰ بھاؤ سستا کردے تو وہ بہت غمگین ہوتا ہے اور اگر مہنگا کردے تو خوش ہوتا ہے۔

اس حدیث میں ذخیرہ اندوز کا مزاج بیان کیا گیا ہے کہ ذخیرہ اندوز گرانی سے خوش ہوتا ہے اور بھاؤ سستا ہونے سے غمگین ہوتا ہے۔ اگر اللہ پر استقامتِ ایمان اس درجے تک ہو کہ نفع نقصان تو اللہ کے ہاتھ میں سب ہے تو پھر انسان ہر حال میں اللہ پر راضی رہتا ہے۔

۶۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ طَعَامَهُمْ ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، فرماتے تھے مسلمانوں کے غلہ کو جو بند کرکے بیچتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جذام اور افلاس پہنچاتا ہے۔

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلّہ ذخیرہ کرکے دوسروں کو بھوکا مارنے والوں کے لیے جذام اور افلاس میں مبتلا ہونے کی خبر دی ہے۔ انسان بظاہر تو ذخیرہ اندوزی سے فائدہ اٹھانے کی سوچتا ہے مگر ایسے لوگوں کو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر ایسا نقصان پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کیے کی سزا غربت، افلاس اور بیماریوں کی صورت میں پاتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال سے یہ بالکل عیاں ہے کہ اسلام میں ذخیرہ اندوزی حرام ہے لیکن اس کے باوجود تاجر حضرات اس حرکت سے باز نہیں آتے اور اشیاء کو ذخیرہ کرکے قلت کے انتظار میں رہتے ہیں اور موقعہ پاکر منہ مانگی قیمت وصول کرتے ہیں چنانچہ ایسے حضرات کو اس فعل سے توبہ کرلینی چاہیئے۔

حکایت ایک دفعہ ایک شخص نے اجناسِ خوردنی کی تجارت شروع کی، کچھ عرصہ کے بعد شیطان نے اس کے ذہن میں ذخیرہ اندوزی کی لعنت کو سوار کردیا۔ چنانچہ اس نے ذخیرہ اندوزی شروع کردی۔ فصل کے موقعہ پر زمینداروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سستے داموں خرید لیتا۔ اور جب ان اجناس کی قیمت بڑھ جاتی، تو منہ مانگے داموں فروخت کرتا۔ عرصہ دراز تک یونہی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کے پاس اَن گنت

سرمایہ جمع ہوگیا۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد حالات نے رخ بدلا اور تجارت میں اسے خسارہ شروع ہوگیا۔ جو سودا بھی کرتا اس میں گھاٹا اٹھاتا۔ حتیٰ کہ جو دولت ذخیرہ اندوزی سے کمائی تھی وہ اسی راستے نکل گئی اور خود بیمار ہوگیا اور بیماری نے اس حد تک لاغر کر دیا کہ بھیک مانگنے تک نوبت پہنچ گئی۔ لوگ اس کی حالتِ زار پر بڑے حیران ہوئے۔ کہ یہ شخص اس علاقے کی ایک معزز شخصیت شمار کیا جاتا تھا جبکہ آج یہ بھکاری ہے۔ اور ہر کوئی نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔

ایک روز وہ ایک مسجد کی سیڑھیوں پہ بیٹھ کر بھیک مانگ رہا تھا کہ ایک اللہ کے بندے کا گزر ہوا اس نے نظرِ باطن سے اس کا حال معلوم کیا اور اسے کہا کہ دولت ذخیرہ اندوزی میں نہیں ہے بلکہ امارت اور غربت اللہ کی طرف سے ہے۔ تُو نے سوچا تھا کہ ذخیرہ اندوزی ہی سے دولت آسکتی ہے۔ آج تیری دولت کہاں ہے اور تُو بے یارومددگار ہوکر اللہ کے نام پہ مانگ رہا ہے۔ اگر تو اس وقت بھی اللہ سے درست اور جائز طریقے سے مانگتا تو وہ تمہیں ہر صورت تیرے مقدر کا رزق دیتا۔ اب تُو سچے دل سے اپنی سابقہ زندگی پر توبہ کر۔ بہتر ہوجائے گا۔ تاجر اس کے کہنے پر مسجد میں جاکر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوا اور بڑی دیر تک روتا رہا۔ حتیٰ کہ تائب ہوکر عبادت میں محو ہوگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی سختی معاف ہوگئی اور اس کی گزر اوقات کا اللہ نے بہتر ذریعہ بنا دیا۔

۱۵۔ جُوئے سے توبہ

جُوا دولت حاصل کرنے کا وہ ناجائز ذریعہ ہے جس میں اسلام کی تقسیمِ دولت کا بنیادی اصول۔ حقوق یا محنت کا عوضانہ کا ذرہ نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی اتفاقی امر کی بنا پہ ایک سے زائد آدمیوں کی دولت فردِ واحد کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ اس لیے اسلام میں یہ جرم اور گناہِ کبیرہ ہے۔ جُوا کھیلنے کی صورت میں رائج ہے۔ اس میں دو فریق ہوتے ہیں اور دونوں کے درمیان فیصلہ ہار جیت پر ہوتا ہے۔ ہارنے والے کا

سرمایہ جیتنے والے کے پاس چلا جاتا ہے اور یہ صورت اسلام میں ظلم کے مترادف ہے اس لیے جوئے کو ذریعۂ معاش بنانا حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسلام سے پہلے عربوں میں شراب اور جُوا کھیلنے کا عام رواج تھا بلکہ اسے مالداری اور عزت کی علامت خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن جوُا آپس میں فتنہ فساد کا باعث بنتا۔ اور پُشت در پُشت جھگڑے جاری رہتے اس طرح معاشرے کا امن خراب ہو جاتا ان کے علاوہ جوئے کی بیشمار خرابیاں تھیں جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت کا حکم دیا۔ شراب اور جوئے کی ممانعت کے احکامات کا نزول بتدریج ہوا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ شریف گئے تو وہاں بھی اس برائی کا رواج تھا لیکن کچھ صحابہ ایسے تھے کہ جو فطرتاً برائیوں سے اجتناب کیا کرتے تھے اور وہ کبھی شراب اور جوئے کے قریب نہ گئے۔ مدینہ طیبہ میں پہنچنے کے بعد چند صحابہ کو شراب اور جوئے اور جہالت کی رسموں کے بُرے اثرات کا بہت احساس ہوا تو حضرت عمرؓ، معاذ بن جبل اور چند انصاری صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شراب اور جُوا انسانی عقل کو خراب کرتے ہیں اور اس سے مال برباد ہوتا ہے لہٰذا اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے۔ اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مندرجہ ذیل آیت کا نزول ہوا جس میں شراب اور جُوئے سے روکنے کے لیے ابتدائی حکم تھا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۚ	تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ دنیوی نفع بھی ہے اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔ البقرہ : ۲۱۹

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ لوگ اگرچہ تمھیں شراب اور جوئے میں ظاہری طور پر فائدے نظر آتے ہیں یعنی شراب سے سکون ملتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور جوئے سے دولت آتی ہے لیکن یہ دونوں بہت سی برائیاں پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ جب بُرائیاں اور

انہیں پیدا ہوں تو پھر نہ سکون میسر آتا ہے اور نہ ہی دولت آنے کے امکان رہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جوئے کے نتیجہ میں جو شخص ہار جاتا ہے اس کے دل میں جیتنے والے کے خلاف انتقامی آگ بھڑک اٹھتی ہے جس سے جھگڑا اور فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ تو لہذا جوئے سے جو فائدہ ایک فریق کو ہوا وہ اسی کے لیے بے سکونی اور جھگڑے کا سبب بنا۔ لہذا اس سے بالواسطہ نقصان کا اندیشہ ہوا۔ لہذا مندرجہ بالا حکم کی بنا پر لوگوں کو ترغیب دی گئی تاکہ وہ شراب اور جوا ترک کر دیں۔ پھر جوئے کی قطعی حرمت کے بارے میں اس آیت کا نزول ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے شیطان کے گندے کاموں میں سے ہیں پس ان سے بچتے رہنا تاکہ تم فلاح پاؤ

المائدہ : ۹۰

اس آیت کی رو سے چار چیزوں کو قطعی طور پر حرام کر دیا گیا۔ ایک شراب۔ دوسرے جوا، تیسرے انصاب یعنی جہاں بُت پوجا کے لیے رکھے جاتے تھے اور چوتھے پانسے یعنی فال گیری اور قرعہ اندازی۔ ان اعمال کو شیطانی عمل قرار دیا گیا۔ کیونکہ ان تمام سے برائیاں جنم لیتی ہیں اور شیطان بھی برائی پیدا کرنے کے لیے پیش در پیش رہتا ہے اور ان چیزوں کے ذریعے شیطان کو برائی پھیلانے کا خوب موقع ملتا ہے۔ کیونکہ شراب اور جوئے کے ذریعے وہ لوگوں میں دشمنی ڈلوا دیتا ہے اور دشمنی کی بنا پر لوگوں کو فساد میں مبتلا کر کے اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے اس لیے انہیں شیطانی اعمال قرار دے کر ہمیشہ کے لیے ترک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝

شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں شراب اور جوئے کی بنا پر دشمنی اور بغض ڈلوائے اور تمہیں اللہ کی یاد و نماز سے روکے۔ تو کیا تم باز آئے۔

المائدہ : ۹۲

جوئے کے لیے عربی میں مَیسر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی تقسیم کرنے کے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں مختلف طریقوں سے جُوا کھیلا جاتا تھا۔ جُوئے کی ایک قسم یہ بھی تھی کہ اونٹ ذبح کر کے اس کے حصے تقسیم کرنے میں جُوا کھیلا جاتا۔ بعض کو ایک یا زیادہ حصے ملتے، بعض محروم رہتے، محروم رہنے والوں کو پورے اونٹ کی قیمت ادا کرنا پڑتی گوشت وغیرہ فقراء میں تقسیم کر دیا جاتا۔ اس تقسیم کی مناسبت سے جُوئے کو مَیسر کہا جاتا ہے۔ ہر وہ کھیل جس میں جُوئے کی علامت موجود ہو وہ مَیسر ہے۔ لہٰذا تاش کے کھیل میں ہار جیت پر شرط لگانا جُوا ہے۔ ایسے ہی گھوڑوں کی دوڑ پر جیتنے والے گھوڑے کے حق میں شرط لگانا جُوا ہے۔ کسی چیز کی ٹاس پر شرط لگانا جُوا ہے ایسے ہی گھوڑوں چوسر اور شطرنج کے کھیل پر شرط مقرر کر کے ہار جیت کی جاتی ہے جس کا شمار جُوئے میں ہوتا ہے۔ لاٹری وغیرہ بھی جُوا ہے خواہ کسی صورت میں ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز پر شرط مقرر کرنا جس میں جیت اور ہار ہو حرام ہے۔

مگر یاد رہے کہ وہ کھیل جن میں شرط مقرر نہیں وہ بھی منع ہیں۔ مثلاً شطرنج، تاش چوسر، گنجفہ، بارہ کٹی وغیرہ سب منع ہیں کیونکہ ان میں دل اس قدر لگتا ہے کہ کھیلنے والوں کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ کتنا وقت اس میں ضائع کیا اور کتنے وقت کی نماز فوت ہو گئی۔ بسا اوقات کھیلنے والوں کو دیکھا ہوگا کہ گھر سے کسی کام کو نکلے مگر راستے میں شطرنج دیکھنے کھڑے ہو گئے تو سب کچھ بھول گئے۔ پھر اس میں دل اس قدر لگتا ہے کہ وہ اور کام کے نہیں رہتے۔ لہٰذا ایسے آدمیوں کے ذاتی کاموں میں خلل شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو کام ایسا ہو جس سے یادِ الٰہی اور ضروری کاموں سے غفلت ہو جائے وہ بھی منع ہے۔ احادیث کی رُو سے بھی جُوا منع اور حرام ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَالْکُوْبَۃِ وَالْغُبَیْرَاءِ وَقَالَ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ ؂	حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، جُوا اور نرد کھیلنے اور غبیراء سے منع کیا ہے اور آپ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ ابوداؤد

اس حدیث میں بھی تمام ان چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات میں حرام قرار دیا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ وَلَا قَمَّارٌ وَلَا مَنَّانٌ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ ۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا جُوا کھیلنے والا، احسان جتلانے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جُوا ان افعال سے ہے جو انسان کو جنت سے محروم کر دیتے ہیں یعنی آخرت میں نجات حاصل نہیں ہوتی۔

جُوا ایک ایسی لعنت ہے کہ معاشرے میں اس کے معاشی، اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے بے شمار نقصانات ہیں۔ ایک بنیادی نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ جُوئے کا عادی محنت کر کے کمانے سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ بیٹھے بٹھائے ایک شرط لگا کر دوسرے کا مال چند منٹ میں حاصل کر لے جس میں نہ کوئی محنت ہے نہ مشقت جُوئے کا معاملہ اگر دو چار آدمیوں کے درمیان ہو تو اس میں بھی مضرتیں بالکل نمایاں نظر آتی ہیں۔ لیکن اس نئے دور میں جس طرح شراب کی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے نام رکھ لیے گئے، سُود کی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے اجتماعی طریقے بنکنگ کے نام سے ایجاد کر لیے گئے ہیں، اسی طرح قمار اور جُوئے کی بھی ہزاروں قسمیں چل گئی ہیں۔ جن میں بہت سی قسمیں ایسی اجتماعی ہیں کہ قوم کا تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع ہوتا ہے اور جو نقصان ہوتا ہے وہ ان سب پر تقسیم ہو کر نمایاں نہیں رہتا اور جس کو یہ رقم ملتی ہے اس کا فائدہ نمایاں ہوتا ہے۔ اس لیے بہت سے لوگ اس کے شخصی نفع کو دیکھتے ہیں لیکن قوم کے اجتماعی نقصان پر توجہ نہیں دیتے۔ اس لیے ان کا خیال ان نئی قسموں کے جواز کی طرف چلا جاتا ہے حالانکہ اس میں وہ سب مضرتیں موجود ہیں جو دو چار آدمیوں کے جوئے میں پائی جاتی ہے اور ایک حیثیت سے اس کا ضرر اس قدیم قسم کے قمار سے بہت زیادہ اور اس کے خراب اثرات دور رس اور پوری قوم کی بربادی کا سامان ہیں۔ کیونکہ اس کا لازمی اثر یہ

ہوگا کہ ملت کے عام افراد کی دولت گھٹتی جائیگی اور چند سرمایہ داروں کے سرمایہ میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پوری قوم کی دولت سمٹ کر محدود افراد میں مرتکز ہو جائے گی جس کا مشاہدہ سٹہ بازی اور قمار کی دوسری قسموں میں روزمرہ ہوتا رہتا ہے اور اسلامی معاشیات کا اہم اصول یہ ہے کہ ہر ایسے معاملے کو حرام قرار دیا جس کے ذریعے دولت ملت سے سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں چلی جائے

جوئے میں چونکہ دو فریق ہوتے ہیں اور ایک شخص کا فائدہ دوسرے فریق کے نقصان پر موقوف ہے جیتنے والے کا نفع ہارنے والے کے نقصان کا نتیجہ ہوتا ہے اور جوئے سے دولت میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اس کھیل کے ذریعے ایک کی دولت سلب ہو کر دوسرے کے پاس پہنچ جاتی ہے، اس لیے قمار مجموعی حیثیت سے قوم کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ وہ انسان جسے ایثار و ہمدردی کا پیکر ہونا چاہیئے، وہ ایک خونخوار درندہ کی خاصیت اختیار کر لیتا ہے اور دوسرے مسلمان کے نقصان میں اپنا نفع سمجھنے لگتا ہے اور اپنی پوری قابلیت اس خود غرضی پر صرف کرتا ہے۔ اس طرح جواری کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور ملت کو ان کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

جوئے کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ یہ باطل طریقے پر دوسرے لوگوں کا مال ہضم کرنے کا ایک ذریعہ ہے کہ بغیر کسی معقول معاوضہ کے دوسرے بھائی کا مال لے لیا جاتا ہے جسے اسلام نے ناجائز قرار دیا ہے۔

جوئے میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ دفعۃً بہت سے گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ لکھ پتی آدمی فقیر بن جاتا ہے جس سے صرف یہی شخص متاثر نہیں ہوتا جس نے جوئے میں بازی ہاری ہو بلکہ اس کا پورا گھرانہ اور خاندان مصیبت میں پڑ جاتا ہے اور اگر غور کیا جائے تو معاشرے کے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں کیونکہ جن لوگوں نے اس سے لین دین کیا ہوتا ہے وہ بھی اس کی ہار سے نقصان اٹھاتے ہیں۔

جوئے میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس سے انسان کی قوتِ عمل سست ہو کر بازی جیتنے پر لگ جاتی ہے اور وہ بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھ یا دماغ کی محنت سے

کوئی کاروبار کر کے دولت حاصل کرے۔ وہ صرف دوسرے لوگوں کو ہرانے کی سوچ میں لگا رہتا ہے جس سے انسان ذہنی طور پر مفلوج ہو جاتا ہے۔

تو ان انفرادی اور اجتماعی نقصانات سے معلوم ہوا کہ جوا کی انتہا ذلت اور رسوائی ہے اور تمام برائیوں کا انجام ایسا ہی ہے۔ اس لیے جو حضرات اس برائی میں خدانخواستہ ملوث ہوں۔ تو انھیں جوئے سے توبہ کر لینی چاہیے، کیا معلوم کہ دوسرا سانس آئے گا کہ نہیں۔

۱۶۔ حسن پرستی سے توبہ

نظرِ شہوت سے حسین چہروں کو دیکھنا حسن پرستی کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسا فعل ہے جو انسان کو زنا تک لے جاتا ہے اس لیے اسلام میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ جو شخص اس سے بچ جائے وہ بڑا خوش قسمت ہے۔

نوجوانوں میں حسن پرستی کا جذبہ عام ہوتا ہے خصوصاً طلبہ اور طالبات جوانی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو وہ فتنۂ نظر کا شکار ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ حسن پرستی میں پھنس جاتے ہیں اور آخر برے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ بری نظر سے عورتوں کو دیکھنے سے بے شمار برائیاں پیدا ہوتی ہیں بلکہ بدنظری تمام فواحش کی بنیاد ہے۔

دانشمندوں نے نظر کو عشق کا پیغام رساں قرار دیا ہے۔ کیونکہ نظریں ہی جب ایک دوسرے کو دیکھ کر فریفتہ ہوتی ہیں تو پھر دل و دماغ میں برے خیالات جنم لیتے ہیں جو انسان کو عورت سے جنسی ملاپ کی طرف راغب کرتے ہیں حتیٰ کہ زنا جیسے گناہِ کبیرہ میں لوگ ملوث ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا اسلام نے ہر برائی کی بنیاد کو جڑ سے اکھاڑنے کے اصول پیش کیے ہیں۔ نگاہ پر اسلام نے اخلاقی پابندی عائد کی ہے کہ کسی کو شہوت آمیز نگاہوں سے نہ دیکھو، نگاہ کو نیچا رکھنا فطرت اور حکمتِ الٰہی کے عین مطابق ہے کیونکہ عورتوں کی چاہت اور دل میں ان کی خواہش فطرت کا تقاضا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ ۞ — عورتوں جیسی دلکش چیزوں پر انسان مائل ہو جاتا ہے۔ آل عمران : ۱۴

اس قدرتی تقاضے کو پورا کرنے کا جائز طریقہ شادی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نظر کے فتنوں سے بچنے کے لیے بہت تاکید کی ہے۔ اس کے متعلق آپ کی احادیث یہ ہیں:۔

۱۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ ۞

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ایک بار نظر اٹھنے کے بعد دوسری نظر نہیں اٹھنی چاہیئے، پہلی بار اتفاق کی نظر معاف ہے اور دوبارہ جائز نہیں۔

ترمذی

۲۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ ۞

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عورت ستر ہے جب بازار میں نکلتی ہے تو شیطان اس کو گھورتا ہے۔

ترمذی

۳۔ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّنْظُرُ اِلٰى مَحَاسِنِ امْرَاَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةً يَّجِدُ حَلَاوَتَهَا ۞

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کسی مسلمان کی حسین عورت پر ایک بار نظر پڑ جائے وہ اپنی نظر کو اس سے پھیر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک عبادت پیدا کرے گا وہ اس کا مزا پائے گا۔

احمد

۴۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے۔ جب تم کو کوئی

فِیْ صُوْرَۃِ شَیْطَانٍ اِذَا اَحَدُکُمْ اَعْجَبَتْہُ الْمَرْاَۃُ فَوَقَعَتْ فِیْ قَلْبِہٖ فَلْیَعْمِدْ اِلٰی امْرَاَتِہٖ فَلْیُوَاقِعْھَا فَاِنَّ ذٰلِکَ یَرُدُّ مَا فِیْ نَفْسِہٖ ۔

عورت محبوب لگے تو وہ اپنی عورت کی طرف قصد کرے اس سے صحبت کرے تو یہ اس کے دل میں آئی ہوئی چیز کو دفع کرے گی۔

مسلم

حکایت

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ اس کے زمانہ میں کوئی عابد اس کے مقابل نہ تھا۔ اس کے وقت میں تین بھائی تھے ان کی ایک بہن تھی جو باکرہ تھی، اس کے سوائے وہ اور بہن نہ رکھتے تھے۔ اتفاقاً ان تینوں بھائیوں کو کہیں لڑائی پر جانا پڑا۔ ان کو کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جس کے پاس اپنی بہن کو چھوڑ جائیں اور اس پر بھروسہ کریں، لہذا سب نے اس رائے پر اتفاق کیا کہ اس کو عابد کے سپرد کر جائیں۔ وہ عابد ان کے خیال کے موافق تمام بنی اسرائیل میں ثقہ اور پرہیزگار تھا۔ چنانچہ اس کے پاس آئے اور اپنی بہن کو حوالہ کرنے کی درخواست کی کہ جب تک ہم لڑائی سے واپس آئیں، ہماری بہن آپ کے سایۂ عاطفت میں رہے۔ عابد نے انکار کیا اور ان سے اور ان کی بہن سے خدا کی پناہ مانگی۔ وہ نہ مانے، اور اصرار کرتے رہے کہ ان کی بہن کو اپنی نگرانی میں رکھنا منظور کریں۔ حتیٰ کہ عابد نے انکی درخواست کو منظور کر لیا اور کہا کہ اپنی بہن کو میرے عبادت خانہ کے سامنے کسی گھر میں چھوڑ جاؤ، انھوں نے ایک مکان میں اس کو لا اتارا اور چلے گئے۔

وہ لڑکی عابد کے قریب ایک مدت تک رہتی رہی۔ عابد اس کے لیے کھانا لے کر چلتا تھا اور اپنے عبادت خانہ کے دروازے پہ رکھ کر کواڑ بند کر لیتا تھا اور واپس اندر چلا جاتا تھا اور لڑکی کو آواز دیتا تھا وہ اپنے گھر سے آ کر لے جاتی تھی۔

راوی نے کہا کہ پھر شیطان کو عابد نے نرمایا اور اس کو خیر کی ترغیب دیتا رہا اور لڑکی کا دن میں عبادت خانہ تک آنا اس پر گراں ظاہر کرتا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکی دن میں کھانا لینے کے لیے گھر سے نکلے اور کوئی شخص اس کو دیکھ کر اس کی عصمت میں

رخنہ انداز ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اس کا کھانا لے کر اس کے دروازے پر رکھ آیا کرے۔ اس میں اجرِ عظیم ملے گا۔ غرضیکہ عابد کھانا لے کر اس کے گھر جانے لگا۔ بعد ایک مدت کے پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس کو ترغیب دی اور اس بات پر ابھارا کہ اگر تو اس لڑکی سے بات چیت کیا کرے تو تیرے کلام سے یہ مانوس ہو۔ کیونکہ اس کو تنہائی سے سخت وحشت ہوتی ہے۔ شیطان نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ عابد اس لڑکی سے بات چیت کرنے لگا۔ اپنے عبادت خانہ سے اتر کر اس کے پاس آنے لگا۔

پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ تو عبادت خانہ کے در پر اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے اور دونوں باہم باتیں کرو تاکہ اس کو اُنس ہو آخر کار شیطان نے اس کو صومعہ سے اتار کر دروازے پر لا بٹھایا۔ لڑکی بھی گھر سے دروازے پر آئی۔ عابد باتیں کرنے لگا۔ ایک زمانے تک یہ حال رہا۔ شیطان نے عابد کو پھر کارِ خیر کی رغبت دی اور کہا بہتر ہے کہ تو خود لڑکی کے گھر کے قریب جا کر بیٹھے اور ہمکلامی کرے اس میں زیادہ دلداری ہے۔ عابد نے ایسا ہی کیا۔ شیطان نے پھر تحصیلِ ثواب کی رغبت دی اور کہا کہ اگر لڑکی کے دروازے سے قریب ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ اس کو دروازے تک آنے کی بھی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ عابد نے یہی کیا کہ اپنے صومعے سے لڑکی کے دروازے پر آکر بیٹھتا تھا اور باتیں کرتا تھا۔

ایک عرصہ تک یہی کیفیت رہی۔ شیطان نے پھر عابد کو ابھارا کہ اگر عین گھر کے اندر جا کر باتیں کیا کرے تو بہتر ہے تاکہ لڑکی باہر نہ آئے اور کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھ پائے غرض عابد نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ لڑکی کے گھر کے اندر جا کر دن بھر اس سے باتیں کیا کرتا۔ اور رات کو اپنے صومعے میں چلا آتا۔ اس کے بعد پھر شیطان اس کے پاس آیا۔ اور لڑکی کی خوبصورتی اس پر ظاہر کرتا رہا، یہاں تک کہ عابد نے لڑکی کے زانو پر ہاتھ مارا۔ اور اس کے رخسار کا بوسہ لے لیا۔

پھر روز بروز شیطان لڑکی کو اس کی نظروں میں آرائش دیتا رہا اور اس کے دل پر غلبہ کرتا رہا، حتیٰ کہ وہ اس سے ملوث ہوگیا اور لڑکی نے حاملہ ہو کر ایک لڑکا جنا۔

پھر شیطان عابد کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اب یہ بتاؤ کہ اگر اس لڑکی کے بھائی آگئے اور اس بچہ کو دیکھا تو تم کیا کرو گے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم ذلیل ہو جاؤ یا وہ تمہیں رسوا کریں۔ تم اس بچہ کو لو اور زمین میں گاڑ دو۔ یہ لڑکی ضرور اس معاملہ کو اپنے بھائیوں سے چھپائے گی۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ نہ جان لیں کہ تم نے اس کے ساتھ کیا حرکت کی۔ عابد نے ایسا ہی کیا اور لڑکے کو زمین میں گاڑ دیا۔

پھر شیطان نے اس سے کہا کہ کیا تم یقین کرتے ہو کہ یہ لڑکی تمہاری ناشائستہ حرکت کو اپنے بھائیوں سے پوشیدہ رکھے گی۔ ہرگز نہیں تم اس کو بھی پکڑو اور ذبح کر کے بچے کے ساتھ دفن کر دو۔ غرض اس عابد نے لڑکی کو ذبح کیا۔ بچے سمیت گڑھے میں ڈال کر اس پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیا اور زمین کو برابر کر کے اپنے عبادتخانہ میں جا کر عبادت کرنے لگا۔

ایک مدت گزرنے کے بعد لڑکی کے بھائی لڑائی سے واپس آئے اور عابد کے پاس جا کر اپنی بہن کا حال پوچھا۔ عابد نے ان کو اس کے مرنے کی خبر دی، افسوس ظاہر کر کے رونے لگا۔ اور کہا وہ بڑی نیک بی بی تھی، دیکھو یہ اس کی قبر ہے۔ بھائی قبر پر آئے اور اس کے لیے دعائے خیر کی اور روئے اور چند روز اس کی قبر پر رہ کر اپنے لوگوں میں آئے۔

راوی نے کہا، جب رات ہوئی اور وہ اپنے بستروں پر سوئے تو شیطان ان کو خواب میں ایک مسافر آدمی کی صورت بن کر نظر آیا۔ پہلے بڑے بھائی کے پاس گیا۔ اور اس کی بہن کا حال پوچھا۔ اس نے عابد کا اس کے مرنے کی خبر دینا اور اس پر افسوس کرنا اور مقام قبر دکھانا بیان کیا۔ شیطان نے کہا سب جھوٹ ہے۔ تم نے کیونکر اپنی بہن کا معاملہ سچ مان لیا۔ عابد نے تمہاری بہن سے فعلِ بد کیا۔ وہ حاملہ ہوگئی اور ایک بچہ جنا۔ عابد نے تمہارے ڈر کے مارے اس بچے کو اس کی ماں سمیت ذبح کیا

اور ایک گڑھا کھود کر دونوں کو ڈال دیا۔ جس گھر میں وہ تھی اس کے اندر داخل ہونے میں وہ گڑھا داہنی جانب پڑتا ہے۔ تم چلو اور اس گھر میں جاکر دیکھو۔ تم کو وہاں دونوں ماں بیٹے ایک جگہ ملیں گے جیسا کہ میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ پھر شیطان منجھلے بھائی کے خواب میں آیا، اس سے بھی ایسا ہی کہا، پھر چھوٹے کے پاس گیا، اس سے بھی یہی گفتگو کی۔ جب صبح ہوئی تو سب لوگ بیدار ہوئے اور یہ تینوں اپنے اپنے خواب سے تعجب میں تھے۔ ہر ایک آپس میں ایک دوسرے سے بیان کرنے لگا کہ میں نے رات عجیب خواب دیکھا۔ سب نے باہم جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ بڑے بھائی نے کہا یہ خواب فقط ایک خیال ہے اور کچھ نہیں، یہ ذکر چھوڑو اور اپنا کام کرو۔ چھوٹا کہنے لگا کہ میں تو جب تک اس مقام کو دیکھ نہ لوں گا، باز نہ آؤں گا۔ تینوں بھائی چلے، جس گھر میں ان کی بہن رہتی تھی، آئے۔ دروازہ کھولا اور جو جگہ خواب میں ان کو بتائی گئی تھی تلاش کی اور جیسا ان سے کہا گیا تھا اپنی بہن اور اس کے بچے کو ایک گڑھے میں ذبح کیا ہوا پایا۔ انھوں نے عابد سے کل کیفیت دریافت کی۔ عابد نے شیطان کے قول کی اپنے فعل کے بارے میں تصدیق کی، انھوں نے اپنے بادشاہ سے جاکر نالش کی عابد صومعے سے نکالا گیا اور اس کو دار پر کھینچنے کے لیے لے چلے۔

جب اس کو دار پر کھڑا کیا گیا تو شیطان اس کے پاس آیا اور کہا کہ تم نے مجھے پہچانا؟ میں ہی تمھارا وہ ساتھی ہوں جس نے تم کو عورت کے فتنے میں ڈال دیا یہاں تک کہ تم نے اس کو حاملہ کر دیا اور ذبح کر ڈالا۔ اب اگر تم میرا کہنا مانو اور تم مجھ کو سجدہ کیا کرو تو میں تم کو اس بلا سے نجات دوں۔ عابد نے سجدہ کیا۔ خدا تعالیٰ سے کافر ہوگیا۔ پھر جب عابد نے کفر باللہ کیا شیطان اس کو اس کے ساتھیوں کے قبضہ میں چھوڑ کر چلا گیا۔ انھوں نے اس کو دار پر کھینچا اور وہ اپنے انجام کو پہنچا۔

اس حکایت سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ حسن پرستی کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔ دین و دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ایسے بُرے انجام والے کاموں سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لینی چاہیے۔

۱۷ ناچ اور گانے سے توبہ

اسلام میں ناچ گانے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ رقص اور گانا دونوں شیطانی ہتھکنڈوں میں سے ہیں، جس سے شیطان انسان کو راہِ راست سے گمراہ کرتا ہے اس لیے اسلام میں ناچ اور گانا حرام ہے اور اسے بطورِ پیشہ اختیار کرنا بھی حرام ہے۔ ناچ اور گانا اور حیا سوز ایکٹنگ اور اس قسم کے دوسرے بیہودہ کام صنفی جذبات کو ابھارتے ہیں اور طبیعت میں جنسی میلان ابھرتا ہے۔ اس لیے یہ تمام زنا کے راستے کے معاون حربے ہیں۔ اور ترقی پسند لوگوں نے اسے فن یعنی آرٹ کا نام دے کر معاشرے میں داخل کر رکھا ہے۔ اس سے اسلامی معاشرے کا تقدس مجروح ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نکاح کے علاوہ جنسی جذبات کو تسکین دینے والے تمام ذرائع کو حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ۝	اور زنا کے قریب نہ جاؤ بیشک وہ بےحیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔ الاسراء: ۳۲

زنا فحاشی کی انتہا ہے اس لیے سے بالکل حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ تمام ذرائع جن سے زنا جنم لے سکتا ہے وہ بھی حرام ہوگئے۔ ناچ گانے سے چونکہ زنا کو فروغ ملتا ہے اس لیے اس آیت کی رو سے اسلام میں وہ بھی حرام ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۖۗ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝	اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔ [illegible] سے سمجھے بغیر [illegible] اور اسے ہنسی بناتے ہیں۔ ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ لقمان: ۶

[illegible] آیت کو چھوڑ کر ناچ گانے اور کھیل تماشے [illegible] سب موسیقی [illegible] دین سے دور کرے۔ [illegible] شیطان [illegible] میں پھنسا کر [illegible]

اوراس کی راہ سے بہکانا چاہتا ہے جو انسان کے لیے آخرت میں باعثِ عذاب ہوگا۔ اس آیت میں لفظ لَھْوَالْحَدِیْثِ آیا ہے جس کا مطلب ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اوراس کی یاد سے غافل کر دے۔ مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں، واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ سب لہوالحدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس لفظ کی تشریح پوچھی گئی تو آپ نے تین مرتبہ قسم کھا کر ارشاد فرمایا۔ ھُوَ وَاللّٰہِ الْغِنَاءُ۔ "خدا کی قسم اس سے مراد گانا ہے اور راگ رنگ ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مزامیر یعنی آلاتِ موسیقی کو تباہ کرنے اور توڑ ڈالنے کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

ایک اور جگہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سنے گا تو قیامت کے روز اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

حضرت صفوان بن امیہؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے، اتنے میں عمرو بن قرہ نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے اللہ تعالیٰ نے شقاوت اور بدبختی مقرر فرمائی ہے کہ مجھ کو بغیر دف بجانے کے رزق نہیں مل سکتا۔ آپ مجھ کو گانے بجانے کی اجازت دے دیں۔ میں فحش گانا نہیں گاؤں گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ نہ تیری عزت کروں گا اور نہ ہی تجھ کو چشمِ عطا سے دیکھوں گا، اے خدا کے دشمن: تو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو حلال اور پاک رزق عطا فرمایا ہے اور تو خدا کے رزق میں حرام اختیار کرتا ہے۔ اگر میں تجھ کو اس سے پیشتر منع کر چکا ہوتا تو اس وقت تجھ سے بری طرح پیش آتا۔ یہاں سے چلے جاؤ اور خدا کے سامنے توبہ کرو۔ یاد رکھ اگر اب تو نے ایسا کیا تو تجھ کو دردناک سزا دی جائے گی، تجھ کو تیرے گھر بار سے نکال کر شہر بدر کر دوں گا اور تیرا ساز وسامان مدینہ کے غریبوں میں تقسیم کر دیا

جائے گا۔

یہ باتیں سن کر عمرو بن قرہ نہایت ہی افسردہ ہو کر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ جب وہ جا چکا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہی لوگ عاصی اور نافرمان ہیں جو کوئی ان میں سے بغیر توبہ کے مرے گا، حشر میں اللہ تعالیٰ اس کو ننگا کر کے اٹھائیگا کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی ان کے جسم پر نہ ہوگا۔ اور جب کھڑا ہونے لگے گا تو لڑکھڑا کر گر پڑے گا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والی لونڈیوں کے خریدنے اور بیچنے اور ان کو گانے بجانے کی تعلیم دینے سے منع فرمایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ ان کی قیمت کھانا حرام ہے۔ اور پھر اوپر والی آیت تلاوت فرمائی یعنی بعض لوگ ایسے ہیں کہ لہو کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے گمراہ دیں اور اس کو ایک تمسخر سمجھیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھ کو اللہ تعالیٰ نے دو آوازوں سے جن میں حماقت اور فجور پایا جاتا ہے منع فرمایا ہے، ایک نغمہ کی آواز، دوسرے مصیبت میں چیخ کر رونے، منہ پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور شیطانی نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی تو ان پر تباہی نازل ہوگی۔

۱۔ جب ان میں باہمی لعن طعن عام ہو جائے۔

۲۔ مرد ریشمی لباس پہننے لگیں۔

۳۔ جب لوگ گانے بجانے والی اور ناچنے والی عورتیں رکھنے لگیں۔

۴۔ شرابیں پینے لگیں۔

۵۔ اور لذتِ ہم جنس پر کفایت کی جانے لگے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخری

زمانے میں کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہوں گے؟ فرمایا ہاں! وہ (برائے نام) نماز، روزہ اور حج بھی کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا وہ آلاتِ موسیقی، رقاصہ عورتوں اور طبلہ و سارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے اور شرابیں پیا کریں گے اور رات بھر معروفِ لہو رہیں گے اور صبح ہوگی تو بندر اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔

ناچ اور گانے کی حرمت کو جانتے ہوئے بھی بہت سے لوگ اس لعنت میں ملوث ہیں اور اسے ذریعۂ معاش بنانے میں فخر محسوس کیا جاتا ہے۔ لیکن میرے دوست! حقیقت کے آگے آنکھیں بند کر لینا نادانی ہے۔ اس لیے ناچنے گانے والے حضرات کو اس فن سے توبہ کرکے راہِ راست پر آجانا چاہیئے۔

حکایت ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بصرے میں ایک نہایت خوبصورت اور نہایت ہی شکیلہ اور جمیلہ خوش الحان آواز سے گانے والی عورت رہتی تھی اس کے گانے کی آواز اتنی دلکش اور پرکشش تھی کہ جو اسے ایک بار سن لیتا ہے، تو پھر اسے بار بار سننے کے لیے بے قرار ہو جاتا۔ وہ اپنے پاس آنے والوں کو بڑی دلبری سے پیش آتی کہ اس کا چرچا بصرے کی گلی گلی میں تھا۔ اس کا نام شعوانہ تھا۔ جہاں کہیں خوشی کی تقریب ہوتی تو اسے ناچ گانے کے لیے ضرور بلایا جاتا۔

ایک روز وہ اتفاق سے ایک مقام پر مجرا کرنے کے لیے گئی اور لونڈیاں بھی اس کے ساتھ تھیں۔ بڑے ناز و نعم سے اس نے مجرا شروع کیا۔ گانے بجانے کی محفل جمانے کی کوشش کی مگر کچھ دیر کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کی محفل میں سامعین دلچسپی نہیں لے رہے بلکہ تھوڑے سے فاصلے پر ایک مجلس وعظ گرم ہے لوگ اسی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہیں۔ بڑا ہجوم ہے، ایک باریش بارعب چہرہ بزرگ اللہ کی باتیں سنا رہے ہیں اور لوگ بڑی محبت سے محو ہیں بلکہ کچھ لوگوں پر ایسی حالت طاری تھی کہ لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے۔ جب شعوانہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آج

کی کمائی تو گئی۔ تو اس نے ایک لونڈی کو مجلس میں بھیجا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ، وہاں کیا ہو رہا ہے۔ لوگ میری طرف آج متوجہ نہیں اور اُدھر زیادہ متوجہ کیوں ہیں؛ جو لونڈی گئی تو اس نے جا کر دیکھا کہ مجلس وعظ پورے جوبن پر ہے۔ عذابِ قبر اور حشر کا بیان ہو رہا ہے اور لوگوں پر حالتِ رقت طاری ہے۔ خوفِ خدا سے کوئی اِدھر گر پڑا ہے کوئی اُدھر۔ لونڈی کے کان میں جب اس بزرگ کی آواز پڑی تو اس پر بھی مستی طاری ہو گئی۔

شعوانہ نے اس لونڈی کا انتظار کر کے پھر دوسری لونڈی بھیجی کہ جاؤ پتہ تو کرو کہ وہاں کیا بات ہے؛ جب دوسری لونڈی مجلس میں گئی تو وہ بھی وہیں کی ہو کر رہ گئی حتیٰ کہ اس نے تیسری بھیجی پھر چوتھی بھیجی، لیکن ان میں سے کوئی بھی واپس نہ آئی۔ آخر شعوانہ نے سوچا خود جاؤں، پتہ کروں کہ وہاں کیا بات ہے، جسے بھیجا وہی واپس نہ آیا۔

یہ سوچ کر خود تماشا دیکھنے کے لیے مجلسِ وعظ میں آ گئی۔ جب وہ آئی تو بزرگوں کی زبان پر تھا کہ ہے کوئی گنہگار کہ وہ اس وقت خدا کے حضور توبہ کرے تو وہ اسے معاف کرے خواہ وہ شعوانہ، گانے بجانے والی جتنا بدکار اور گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔ جب یہ الفاظ شعوانہ کے کان میں پڑے تو دل پر تیر سا لگا کہ میں اتنی بدکار ہوں، کہ آج میری گنہگاری کی مثالیں سرِ راہ دی جا رہی ہیں۔ نگاہِ ولی نے اس کا قلب پھیر دیا اور اس کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہو گیا۔ وہ اپنے ماضی پر لرز گئی اور کہنے لگی: ہائے افسوس! میری سابقہ زندگی گنہگاری میں کیوں گزری۔ اے اللہ! کیا میری نجات ہو گی اور زار زار رونے لگی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری ہو گئی۔

اس مردِ قلندر نے کہا اے بی بی! اللہ تعالیٰ کی ذات سے ناامید نہ ہو وہ بڑا کریم ہے۔ آج سچے دل سے اس کے حضور توبہ کر، وہ تیرے سب گناہ معاف کر دے گا۔ اگرچہ تیرے گناہ شعوانہ کی مانند بے حد و حساب کیوں نہ ہوں۔ پھر اس نے زور سے چیخ ماری اور کہا ہائے افسوس! کہ وہ شعوانہ میں ہی ہوں کہ جس کی برائی ضرب المثل بن گئی

آج آپ کی زبان پر میرا نام آیا۔
گھر واپس گئی، سارا مال خدا کی راہ میں لٹا دیا، سب لونڈیاں آزاد کر دیں، ناچ گانے سے ہمیشہ کے لیے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ گوشہ نشین ہو کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئی۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئی۔ کچھ عرصہ بعد خواب میں ایک شخص نے اسے جنت میں دیکھا اور اس نے پوچھا کہ اے شعوانہ! تجھے یہ مقام کیسے ملا، اس نے جواب میں کہا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ سب توبہ سے ملا ہے۔

۱۸۔ جادو سے توبہ

اسلام میں جادو حرام اور گناہ کبیرہ ہے کیونکہ جادو میں شیطانی طاقت سے ایسے کام کروائے جاتے ہیں جو خلافِ شرع ہوتے ہیں جس سے اسلام کا ضابطہ عدل غیر متوازن ہو جاتا ہے۔ جادو کے ذریعے ایسے لوگوں کا برا چاہا جاتا ہے جنھیں معلوم تک نہیں ہوتا۔ لیکن سفلی طاقت کے ذریعے انھیں نقصان پہنچا دیا جاتا ہے جو سراسر ظلم اور زیادتی ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام جادو کا سخت مخالف ہے۔

لہٰذا جو لوگ جادو کرتے ہیں اور جو کرواتے ہیں خود سیکھتے ہیں اور دوسروں کو سکھلاتے ہیں وہ گنہگار اور مجرم ہیں۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے اس سے انسان کا دین و دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں لہٰذا جو لوگ اس برے فعل میں ملوث ہوں۔ انھیں پہلی فرصت میں اس سے توبہ کر لینی چاہیے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات کا جادو کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ ایک مقام پر جادوگروں کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ — اور پناہ مانگتا ہوں میں گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔ الفلق: ۴

گرہوں میں پھونکنا جادو کے طریقوں اور اس کی خصوصیات میں سے ہے۔

حدیث میں ہے:۔

مَنْ نَفَثَ فِيْ عُقْدَةٍ فَقَدْ سَحَرَ وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ اَشْرَكَ ۔

جس نے گرہ میں پھونکا اس نے جادو کیا اور جس نے جادو کیا وہ شرک کا مرتکب ہوا۔

الطبرانی

مندرجہ بالا آیت اور حدیث سے واضح ہوا کہ اسلام نے جس طرح نجومی کے پاس غیب اور راز کی باتیں معلوم کرنے کی غرض سے جانا حرام ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح جادو سیکھنے یا جادوگروں کے پاس کسی مرض کے علاج یا کسی مشکل کو حل کرنے کے لیے جانا بھی حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنی براءت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ اَوْ تُطُيِّرَ لَهٗ اَوْ تَكَهَّنَ اَوْ تُكُهِّنَ لَهٗ اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهٗ ۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بُرا شگون لے یا اس کے لیے بُرا شگون لیا جائے یا جس کے لیے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا جادو کرائے۔ البزار

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے جوتشی یا ساحر یا کاہن کے پاس جا کر سوالات کیے اور اس کی باتوں کو سچ مانا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ ہدایت سے کفر کیا۔ بزار

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَّلَا مُؤْمِنٌ بِسِحْرٍ وَّلَا قَاطِعُ رَحِمٍ ۔

جنت میں شرابی داخل نہ ہوگا اور نہ جادو پر اعتقاد رکھنے والا اور قطع رحمی کرنے والا۔

ابن حبان

یہ حرمت صرف جادوگری کی حد تک نہیں ہے بلکہ اس میں جادو پر اعتقاد رکھنے والے اس کی حوصلہ افزائی کرنے والے اور جادوگر کی باتوں کو صحیح سمجھنے والے بھی شامل ہیں۔ اور یہ حرمت اس صورت میں اور بڑھ جاتی ہے جبکہ جادو کا استعمال ایسے اغراض کے لیے ہو جو ناجائز اور حرام ہیں خصوصاً میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرنے، کسی کو جسمانی نقصان پہنچانے وغیرہ کے لیے ہو۔

۱۹۔ مذاق اُڑانے سے توبہ

شریعت کی رُو سے کسی کا مذاق اڑانا یا کسی کو ٹھٹھا کرنا یا کسی کی آواز اور لہجہ کی اس طرح نقل اتارنا کہ لوگ ہنسیں، جائز نہیں ہے کیونکہ مذاق سے عموماً دوسرے انسان کا دل دُکھتا ہے جو رنجش اور دل آزاری کا سبب بنتا ہے اور اسلام میں دوسروں کو رنجش پہنچانا جائز نہیں کیونکہ مذاق میں دوسروں کی تضحیک ہوتی ہے۔ اور مذاق کرنے والے میں خفیہ تکبر اور غرور کا عنصر پایا جاتا ہے جس کی بنا پر اسلام میں یہ حرام ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ

اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

الحجرات : ۱۱

اس آیت ... یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی صورت میں بھی دوسروں کا مذاق نہ اڑایا جائے کیونکہ یہ بات ... انسانی تعلقات اور بھائی چارے پر اثر انداز ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمسخر کی تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔

دوسروں کا مذاق نہ اڑانے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے گناہ میں کسی کی غیبت کرے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو تو غیبت کرنے والا اس گناہ میں مبتلا ہو کر مرتا ہے۔

اور نیز فرمایا کہ کسی کی ہوا خارج ہونے پر نہیں ہنسنا چاہیئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ جو بات خود کسی سے ممکن ہے تو اس کی وجہ سے ہنسنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور فرمایا کہ جو استہزاء کرتا ہے اور لوگوں پر ہنستا ہے، تو قیامت کے دن بہشت کا دروازہ کھولا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ آ جاؤ

وہ قریب ہوگا تو دروازہ بند کرلیں گے، پھر دوسرے دروازے پر بلایا جائے گا وہ اندر جانے کی امید میں قریب ہوگا تو پھر اسی طرح دروازہ بند ہوجائے گا۔ حتیٰ کہ وہ رنج والم میں ترستا رہے گا۔ یہ ایک قسم کا اس کے ساتھ مذاق ہوگا اور اسے احساس دلایا جائے گا کہ تو دوسروں سے استہزا کیوں کیا کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی خوبی ایمان و اخلاص اور تعلق باللہ میں ہے نہ کہ شکل وصورت اور جاہ و مال میں۔ حدیث میں آیا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا	اللہ تمھاری صورتوں اور تمھارے مال کو نہیں
اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی	دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا
قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ	ہے۔ مُسلم

لہٰذا کسی مرد یا عورت کا اس بنا پر مذاق اڑانا درست نہیں کہ وہ جسم یا خلقت کی کسی خرابی یا مالی افلاس میں مبتلا ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پنڈلی کھل گئی۔ ان کی پنڈلیاں بہت دبلی پتلی تھیں۔ بعض لوگ دیکھ کر ہنس پڑے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَتَضْحَکُوْنَ مِنْ دِقَّۃِ سَاقَیْہِ؟	کیا تم ان کی پنڈلیوں کے دُبلا ہونے پر ہنستے ہو؟
وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَھُمَا	قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان
اَثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ مِنْ جَبَلِ	ہے وہ میزان میں اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ
اُحُدٍ ؛	وزنی ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کسی صورت میں بھی ہنسی مذاق جائز نہیں۔ بلکہ اس سے ہر ممکن بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا گناہِ بے لذت ہے کہ انسان محسوس بھی نہیں کرتا کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے۔ لیکن اس کا اعمال نامہ گناہوں سے سیاہ ہوجاتا ہے لہٰذا جو لوگ اس عادت میں مبتلا ہوں انھیں چاہیئے کہ اس عادت سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرلیں

معاشرے میں دوسروں کو مذاق کرنے کی رسم عام ہے۔ زندگی کے جس شعبے میں بھی کوئی شخص جو دوسروں کی نسبت کم حیثیت رکھتا ہو تو دوسرے اسے طرح طرح کی باتیں بنا کر مذاق کرتے ہیں، بُرے لفظوں سے پکارتے ہیں، الٹا سیدھا دل آزاری کرنے والا نام رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح بُغض اور کینہ جنم لیتا ہے۔ مدرسوں میں طالب علم استادوں کو مذاق کرتے ہیں اور اصل نام بگاڑ کر طرح طرح کے مزاحیہ نام رکھ لیتے ہیں ایسے ہی دفاتر اور کارخانوں میں آپس میں ایک دوسرے کو مذاق کرتے ہیں، ایسے ہی محلوں میں اور مساجد میں لوگ کسی انسان کو تذلیل کا نشانہ بنا لیتے ہیں، یہ تمام امور اسلام کے ضابطۂ اخلاق کے منافی ہیں، لہٰذا دوسروں کو مذاق اور ہنسی کا نشانہ بنانے سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لینی چاہیئے ورنہ اس کا انجام دین و دنیا میں عبرتناک ہو گا۔
آج جو لوگ اپنی قوت، جوانی اور دولت پر فخر کرتے ہوئے دوسروں کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں، ایک وقت آتا ہے کہ جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو پھر ان کو بھی مذاق کرنے والے پیدا ہو جاتے ہیں لہٰذا اس رسم سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لینی چاہیئے، اللہ توبہ قبول فرمائے۔

۲۰۔ ماں باپ کو ستانے سے توبہ

ماں باپ کو ستانا بُرا فعل ہے۔ لیکن انھیں مارنا یا تکلیف دینا اس سے بھی بُرا ہے اسی لیے اسلام نے ماں باپ کی نافرمانی اور ایذا رسانی کو گناہ کبیرہ اور حرام قرار دیا ہے۔ وہ اولاد جو بڑی ہو کر ماں باپ کی نافرمانی کرتی ہے، بات بات پر انھیں برا بھلا کہتی ہے یا ماں باپ کو گالیاں نکالتی ہے یا اپنے ناجائز مطالبات پر انھیں مارتی پیٹتی ہے وہ نادان اور بیوقوف ہے بلکہ اخلاقی طور پر مجرم ہے، اولاد کو کیا معلوم کہ جس ماں باپ کی وہ بے عزتی کر رہی ہے انھوں نے کتنی تکالیف اٹھا کر اسے پال کر جوان کیا پڑھایا لکھایا، حسبِ توفیق کھلایا پلایا اور پہنایا، نیک اور صالح بنانے کی کوشش کی۔ اولاد ماں کی اس رات کی تکلیف کا بدلہ چکا نہیں سکتی جب وہ

اپنی اولاد کے لیے پیشاب سے گیلے کیے ہوئے کپڑوں پر خود لیٹ کر انھیں خشک جگہ پر ڈالتی ہے۔ ایسے ہی انسان، والد کی اس مشقت کا کیا بدلہ چکا سکتا ہے جس کو فت سے والد کما کر اپنی اولاد کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ القصہ، والدین کو اولاد کی پرورش کے لیے بے پناہ مصائب اور پریشانیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے والدین کے احترام اور خدمت کو فرض قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی آیات حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۔

اور ہم نے آدمی کو تاکید کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان میری ہی طرف تمھارا پھرنا ہے تو میں بتا دوں گا تمھیں جو تم کرتے تھے۔ العنکبوت : ۸

اس آیت سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ والدین کی خدمت ضروری ہے اگرچہ وہ کافر اور مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن ایمان کو چھوڑ کر کفر و شرک کو تسلیم کرنے کے لیے ان کی بات بالکل نہ مانی جائے۔ بلکہ حق اور سچ پر ڈٹے رہنا چاہیے۔

۲۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۔

اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی رہی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ آخر مجھی تک آنا ہے۔ لقمان : ۱۴

اس آیت میں بھی یہی تاکید کی گئی ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے لیکن ان دونوں میں ماں کو فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ ماں نے اپنے بچے کو نو مہینے مشکل سہہ کر اور سختی اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا اور پھر اس کے جننے کی ناقابل برداشت تکلیف کو ہنسی خوشی برداشت کیا۔ پھر بچے کو اپنی چھاتیوں سے لگا کر اپنا دودھ پلایا اور اس کی پرورش کی

اور ہر قسم کی راحت قربان کی اور اپنا ہر آرام ترک کیا اور اپنی ہر خوشی نثار کر دی۔ اسی لیے جنت کو ماں کے قدموں میں قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰٓى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ۔

اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کر اس کی ماں نے بہ مشکل اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا پھر اٹھانے کی تکلیف برداشت کی، پھر تکلیف سے جنا پھر تیس مہینے تک دودھ پلایا یہاں تک کہ بچہ اپنی قوت کو پہنچا۔ احقاف: ۱۵

یہاں پھر پہلے والی بات کی دوبارہ تاکید کی گئی ہے کہ ماں کے ساتھ ہر حال میں اچھا سلوک کرو۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے ماں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے پر بہت زور دیا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبُوْكَ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أَبَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! سب سے زیادہ کون لائق ہے جس کے ساتھ میں حسن سلوک سے پیش آؤں۔ فرمایا تیری ماں، اس نے کہا پھر کون مجھے فرمایا تیری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، اس نے کہا پھر کون، فرمایا تیرا باپ، ایک روایت میں ہے تیری ماں پھر تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر اپنے باپ کے ساتھ احسان کر پھر تیرے قریبی رشتہ دار ہیں اور قریبی عزیز ہیں۔

بخاری

والدین کی اطاعت ہی سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَ سَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔

خدا کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور خدا کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ ترمذی۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا۔

يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ	یا رسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے۔ فرمایا
عَلٰى وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ	وہی تیری جنت ہیں اور وہی تیری دوزخ ہیں۔
وَنَارُكَ ۔	ابن ماجہ

یعنی ماں باپ کا اولاد پر بہت حق ہے۔ ان کے ساتھ نیکی کرنا اور رنج نہ پہنچانا۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک حصول جنت کا ذریعہ ہے اور انھیں رنجیدہ کرنا دوزخ میں جانے کا موجب ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تیری جنت اور دوزخ دونوں وہی ہیں۔ اور ماں باپ کو شفقت اور رحمت و پیار سے دیکھنے سے حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے
قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى	ساتھ جو نیکی کرنے والا فرزند اپنے ماں باپ کو محبت
وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ	کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو خدا اس کے لیے ہر مرتبہ
اللهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً	دیکھنے کے بدلے میں اس کے اعمال نامے میں ایک
مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ	حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا
يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللهُ	اگرچہ وہ دن میں سو مرتبہ دیکھے۔ آپ نے فرمایا ہاں
اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ ۔	اللہ بہت بڑا اور پاکیزہ تر ہے۔ مسلم

اس حدیث سے بات معلوم ہوئی کہ اگر اولاد ماں باپ کو پیار و محبت سے دیکھے۔ تو حج مقبول کا ثواب پائے گی۔ دن میں سو مرتبہ دیکھے تو سو مرتبہ حج کا ثواب ملے گا۔ اطاعت و خدمت گزاری کا اس سے بھی کہیں زیادہ ثواب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ	جو شخص اللہ کے لیے اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری
اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ	میں صبح کرتا ہے جنت کے دروازے اس کے لیے
الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا	کھل جاتے ہیں۔ اگر ایک ہے تو ایک دروازہ کھل

وَّمَنْ اَمْسٰى عَاصِيًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَّاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ ؕ

جاتا ہے اور جو شخص ان کی نافرمانی میں صبح کرتا ہے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں، اگر ایک ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں؟ فرمایا اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں۔ اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں، اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں۔ بیہقی

ماں باپ کے مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہاں تک حکم دیا ہے کہ ان کو اُف تک نہ کہو۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۞ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۞

اور تمھارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں اُف تک نہ کہو اور نہ ہی انھیں جھڑکو اور ان سے تعظیم کی بات کہو اور شفقت سے ان کیلئے عاجزی کا بازو بچھاؤ اور اللہ سے التجا کرو کہ ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے بچپن میں مجھے پالا۔ بنی اسرائیل : ۲۳

اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدین سے سخت کلامی سے پیش آنا بھی اللہ کو پسند نہیں۔ چہ جائے کہ ان کی بے عزتی کی جائے۔ یا ان کی ایذا رسانی کی جائے اور انھیں طرح طرح کا دکھ دیا جائے، لہٰذا اللہ کے رسولؐ نے بھی والدین کی نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی کرنا اور لڑکیوں کو زندہ گاڑنا تمھارے لیے حرام

وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ ۔

قرار دیا ہے بخیلی اور گداگری کو تم پر حرام کیا ہے۔ اور زیادہ سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

مسلم

ماں باپ کو گالی دینے سے منع فرمایا گیا ہے بلکہ دوسروں کے ماں باپ کو بھی گالی نہیں دینی چاہیئے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا ہاں، دوسرے آدمی کے ماں اور باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔

بخاری

ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے اور ان کی خدمت گزاری کرنے سے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی مصیبتوں کو دور کر دیتا ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی اطاعت کے ثواب کی ایک نہایت مؤثر حکایت میں فرمایا کہ تین مسافر راہ میں چل رہے تھے کہ اتنے میں موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ تینوں نے بھاگ کر ایک غار میں پناہ لی۔ قضارا ایک چٹان اوپر سے گری کہ اس سے اس غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب ان کی بے کسی، اور بے چارگی اور اضطراب اور بے قراری کا کون اندازہ کر سکتا ہے ان کو موت سامنے کھڑی نظر آتی تھی۔ اسی وقت انھوں نے پورے خشوع اور خضوع کے ساتھ دربار الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ہر ایک نے کہا کہ اس وقت ہر ایک کو اپنی خالص نیکی کا واسطہ خدا کو دینا چاہیئے۔

تو پہلے نے کہا۔ بارالٰہا تو جانتا ہے کہ میرے والدین بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور اسی پر ان کی زندگی کا سہارا تھا۔ میں شام کو

بکریاں لے کر جب گھر آتا تو دودھ دوہ کر پہلے اپنے ماں باپ کی خدمت میں لاتا تھا جب وہ پی چکتے تب میں اپنے بچوں کو پلاتا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں بکریاں چرانے کو دور نکل گیا۔ لوٹا تو میرے والدین سو چکے تھے۔ میں دودھ لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا نہ ان کو جگاتا تھا کہ ان کی راحت میں خلل آجاتا۔ اور نہ ہٹتا تھا کہ خدا جانے کس وقت ان کی آنکھیں کھلیں اور دودھ مانگیں۔ بچے بھوک سے بلک رہے تھے مگر مجھے گوارا نہ تھا کہ میرے والدین سے پہلے میرے بچے سیر ہوں۔ میں اسی طرح پیالے میں دودھ لیے رات بھر ان کے سرہانے کھڑا رہا اور وہ آرام کرتے رہے۔ خداوندا تجھے معلوم ہے کہ میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لیے کیا ہے، تو اس غار کے منہ سے چٹان کو ہٹا دے یہ کہنا تھا کہ چٹان کو خود بخود جنبش ہوئی اور غار کے منہ سے تھوڑا سا سرک گئی اور اس کے بعد باقی دو مسافروں کی باری آئی اور انھوں نے بھی اپنے کاموں کو وسیلہ بنا کر دعا کی اور غار کا منہ کھل گیا اور وہ سلامتی کے ساتھ باہر نکل آئے۔ بخاری۔

ماں کی نافرمانی کی دنیا میں سزا

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رض فرماتے ہیں کہ "علقمہ" نامی ایک شخص جو نماز روزہ کا بہت پابند تھا، جب اس کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس کے منہ سے باوجود تلقین کے کلمۂ شہادت جاری نہ ہوتا تھا، علقمہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع کرائی، آپؐ نے دریافت فرمایا کہ علقمہ کے والدین زندہ ہیں یا نہیں؛ معلوم ہوا کہ صرف والدہ زندہ ہے اور وہ علقمہ سے ناراض ہے۔ آپؐ نے علقمہ کی ماں کو اطلاع کرائی کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ تم میرے پاس آتی ہو یا میں تمہارے پاس آؤں۔ علقمہ کی والدہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی بلکہ میں خود ہی حاضر ہوتی ہوں۔ چنانچہ بڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؐ نے علقمہ کے متعلق کچھ دریافت فرمایا تو اس نے کہا علقمہ نہایت نیک آدمی ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے مقابلہ میں ہمیشہ میری نافرمانی کرتا ہے اس لیے میں اس سے ناراض ہوں۔ آپؐ

نے فرمایا اگر تو اس کی خطا معاف کر دے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے لیکن اس نے انکار کیا۔ تب آپؐ نے حضرت بلال رض کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو اور علقمہ کو جلا دو۔ بڑھیا یہ سن کر گھبرا گئی اور اس نے حیرت سے دریافت کیا کہ کیا میرے بچے کو آگ میں جلایا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں ہمارا عذاب ہلکا ہے خدا کی قسم! جب تک تو اس سے ناراض ہے نہ اس کی نماز قبول ہے نہ کوئی صدقہ قبول ہے۔ بڑھیا نے کہا میں آپؐ کو اور لوگوں کو گواہ کرتی ہوں کہ میں نے علقمہ کا قصور معاف کر دیا۔ آپؐ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، دیکھو علقمہ کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہوا ہے کہ نہیں؟۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! علقمہ کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہوگیا اور کلمۂ شہادت کے ساتھ انہوں نے انتقال کیا۔ آپؐ نے علقمہ کے غسل وکفن کا حکم دیا اور خود جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے علقمہ کو دفن کرنے کے بعد فرمایا:۔

"مہاجرین وانصار میں سے جس شخص نے اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے خدا تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرے اور جس طرح ممکن ہو اس کو راضی کرے، اس کی رضا ماں کی رضامندی پر موقوف ہے اور خدا تعالیٰ کا غصہ اس کے غصہ میں پوشیدہ ہے"، طبرانی۔

لہٰذا جو حضرات خدانخواستہ اگر والدین کی نافرمانی یا ایذا رسانی میں مبتلا ہوں انھیں چاہیئے کہ وہ سچے دل سے توبہ کریں اور ہر ممکن طریقے سے والدین کو راضی رکھنے کی کوشش کریں کیونکہ اسی میں انسان کی فلاح ہے۔

حکایت ایک تابعی ایک قبیلہ میں سے ہو کر گزرے۔ وہاں ایک قبرستان میں دیکھا کہ عصر کے وقت ایک قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا، جس کا سر گدھے کے سر جیسا تھا اور بدن آدمی کا سا۔ اس نے قبر سے نکل کر

تین دفعہ گدھے کی مکروہ آواز نکالی اور پھر قبر میں گھس گیا اور قبر بند ہوگئی۔ انھوں نے اس شخص کی عورت سے سارا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ شخص شراب بہت پیتا تھا۔ اور جب اس کی ماں اسے شراب پینے سے روکتی تو اس سے کہتا کیوں گدھے کی طرح ہیچوں ہیچوں کرتی ہو۔ ایک دن عصر کے وقت اس کا انتقال ہوگیا۔ اب ہر روز عصر کے وقت اس کی قبر شق ہوتی ہے اور خود گدھے کی طرح ہیچوں ہیچوں کرتا ہے۔

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ والدہ کو زدوکوب کرنے سے انسان کا موت کے بعد بہت بُرا حال ہوگا۔ اس لیے والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لینی چاہیئے۔

۲۱۔ وعدہ خلافی سے توبہ

اللہ کے حضور جب سچی توبہ کی جائے تو اس وقت وعدہ خلافی سے بھی توبہ کرنی چاہیئے کیونکہ ماضی میں لوگوں سے یا اللہ سے جو وعدہ خلافیاں ہوگئی ہوں ان سب کی معافی مانگنا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ اگر لوگوں سے بھی معذرت کی جائے جن کے ساتھ وعدہ خلافی کی تھی تو زیادہ بہتر ہے۔ وعدہ کی پابندی بلند اخلاق کا مظہر ہے اور جو حضرات اللہ کے متلاشی ہوں ان کے لیے وعدہ کی پابندی ازحد لازمی ہے کیونکہ اللہ کے بندے وعدہ خلاف نہیں ہوتے۔

لہٰذا ملتِ اسلامیہ کے اکابرین یعنی علماء، مشائخ کرام، ادباء، اساتذہ، فضلاء اور دانشوروں کو خاص کر وعدہ کی پابندی پر کاربند رہنا چاہیئے کیونکہ عوام الناس تو انھی کے قول و فعل کا تاثر لے کر عملی زندگی میں اسلامی اصولوں کی پیروی کرنا ہوتی ہے۔ اگر وہ ہی پابندیٔ وعدہ پر عمل نہ کریں تو پھر عوام الناس ان کی پیروی کیسے کریں۔ مجموعی طور پر بھی کسی قوم یا فرد کی عزت کا دارومدار وعدہ کی پابندی اور سچائی پر ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں پابندیٔ وعدہ کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ اور وہ آیات حسبِ ذیل ہیں:۔

ا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا اے ایمان والو! اپنے وعدوں کو پورا کرو

بِالْعُقُوْدِ۔ — مائدہ : ۱

۲۔ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۔ — اور عہد کو پورا کرو۔ بے شک وعدے کی باز پرس ہوگی۔ بنی اسرائیل : ۳۴

۳۔ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۔ — پس اس کا اثر ان کے دل میں خدا نے نفاق رکھ دیا اس دن تک جب وہ اس سے ملیں گے۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے خدا سے وعدہ کر کے خلاف ورزی کی کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ توبہ : ۷۷

۴۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔ — اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو۔ اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو اور تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کر چکے ہو۔ بے شک اللہ تمھارے کام جانتا ہے۔ نحل : ۹۱

وعدہ کی چار صورتیں ہیں۔ وعدے کی پہلی صورت تو وہ وعدہ ہے جو روز ازل کو اللہ اور بندوں کی روحوں کے درمیان ہوا کہ اسے اپنا معبود اور رب تسلیم کیا جائے۔ اس وعدے کا پورا کرنا بندگی کا پہلا فرض ہے۔ دوسرا وعدہ وہ ہے جو اللہ کا نام لے کر بیعت یا اقرار کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ تیسرا وعدہ وہ ہے جو لوگوں میں آپس میں ہوتا ہے۔ وعدہ کی چوتھی صورت حقوق کی ہے جو اللہ کی طرف سے ایک دوسرے کے ساتھ مقرر ہیں ان کا پورا کرنا بھی وعدہ کی پابندی میں شامل ہے۔

وعدہ خلافی کا مطلب

وعدہ خلافی کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام کے کرنے کا اقرار کر کے اسے پورا نہ کیا جائے۔ اکثر لوگ اسے گناہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ ایک قسم کا جھوٹ ہے جس کا شمار گناہ کبیرہ میں ہے۔ قصداً وعدہ خلافی پر گرفت زیادہ ہے اور اگر کسی وجہ سے بلا نیت ہو جائے تو اس پر گرفت کم ہوگی۔ کسی قوم کی عظمت اور بلندی کا راز اسی میں ہے کہ وہ وعدہ خلاف نہ ہو کیونکہ وعدہ ایک

قول ہے جس پر دنیا جہان کے کاروبار، تعلقات اور لین دین کا دارومدار ہے۔ غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں وعدہ کا تعلق نہ ہو۔ اس لیے وعدہ کرکے اسے پورا کرنا ترقی کے رازوں میں ایک راز ہے۔

عملی زندگی میں یہ بات اکثر مشاہدے میں آتی ہے کہ کاروباری حضرات لین دین میں وعدہ خلافی کرتے ہیں اور اسے معمولی بات سمجھتے ہیں اور گاہک کا کوئی کام اگر آڈر پر تیار ہو رہا ہو تو خواہ مخواہ اسے بار بار آنے جانے کی تکلیف دیتے ہیں کہ فلاں دن آنا تمھارا کام مکمل کرکے تمھارے سپرد کر دیا جائے گا۔ جب گاہک کرایہ خرچ کرکے یا تکلیف اٹھا کر جاتا ہے تو ہنس کر یا ڈانٹ ڈپٹ کر ٹال دیتے ہیں کہ تم فلاں دن کو آنا، پھر وہ اس دن جاتا ہے تو پھر کسی اور وعدے پر ٹال دیتے ہیں حتیٰ کہ لوگوں کو اس طرح سے بے حد پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی وعدہ خلافیوں میں معاشرہ بے حد آگے نکل چکا ہے لیکن اپنے قصور کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اور وعدہ خلافی کو برائی نہیں سمجھتا۔ اور کہتا ہے کہ کاروبار میں یہ تو معمولی چیز ہے۔

اس چھوٹی سی برائی کی طرف توجہ نہ دینے سے انسان بے حد گنہگار ہو جاتا ہے۔ اور جب اسے اپنے اعمال کی شامت میں سزا ملتی ہے تو اللہ سے گلہ کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میں کونسی برائی کرتا ہوں، نمازیں بھی پڑھتا ہوں روزے بھی رکھتا ہوں اور نیک کام بھی کرتا ہوں تو پھر میری شامت کیوں، مگر رزق کمانے کے لیے لوگوں سے جو وہ وعدہ خلافیاں کرتا ہے، اس کی طرف اس کی نگاہ نہیں پڑتی لہٰذا اس برائی کی طرف خاص توجہ دے کر اس سے توبہ کر لینی چاہیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کا ایک واقعہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ وعدہ پورا کرنے کی غرض سے تین دن تک ایک مقام پر کھڑے رہے جو ابوداؤد کی اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی الْحَمْسَاءِ قَالَ　　حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء سے روایت ہے کہ

بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یُّبْعَثَ وَبَقِیَتْ لَہٗ بَقِیَّۃٌ فَوَعَدْتُّہٗ اَنْ اٰتِیَہٗ بِھَا فِیْ مَکَانِہٖ فَنَسِیْتُ فَذَکَرْتُ بَعْدَ ثَلٰثٍ فَاِذَا ھُوَ فِیْ مَکَانِہٖ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ اَنَا ھٰھُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ اَنْتَظِرُکَ ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ خرید و فروخت کی، ابھی تک آپ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا کچھ قیمت باقی رہ گئی میں نے کہا آپ اسی جگہ ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں۔ میں بھول گیا تین دن کے بعد مجھے یاد آیا تو وہ اپنی جگہ پہ ہی ٹھہرے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر فرمایا تم نے مجھے بڑی مشقت میں ڈالا ہے۔ میں تین دنوں سے تیرا انتظار کر رہا ہوں۔

ابوداؤد

یہ حدیث ہمیں یہی درس دیتی ہے کہ وعدہ کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور اگر کسی سے کوئی وعدہ کرلو تو اسے پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرو۔

چھ چیزوں کی ضمانت سے جنت کی ضمانت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ چیزوں کی اگر کوئی شخص ضمانت دے تو اسے جنت کی ضمانت دی جاتی ہے۔ ان چھ چیزوں میں ایک چیز وعدہ پورا کرنے کی ضمانت ہے اور اس کے بارے میں آپ کی حدیث حسب ذیل ہے:۔

وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَضْمِنُوْا لِیْ سِتًّا مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَضْمَنْ لَکُمُ الْجَنَّۃَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَکُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ ۔

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے نفس سے چھ باتوں کی ضمانت دو۔ میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جس وقت بولو تو سچ کہو جب وعدہ کرو تو پورا کرو جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کرو۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ اپنے ہاتھ بند رکھو

احمد

منافقت کی علامت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس میں کوئی ایک خصلت ہو اس میں منافق کی ایک نشانی ہے جب تک اس کو چھوڑ نہ دے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے جب جھگڑے تو گالیاں دے۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ خلافی کو کتنا برا سمجھا ہے۔

مرنے والے کے لواحقین وعدہ پورا کریں

جو شخص دنیا سے وصال کر جائے اگر اس نے کسی شخص کے ساتھ لین دین کا کوئی وعدہ کر رکھا ہو تو اس کے ورثاء کو وہ وعدہ پورا کرنا چاہیئے تاکہ مرنے والے پر حقوق العباد کی ادائیگی کا بوجھ نہ رہے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ یہ ہے:۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ اَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ كَانَتْ لَهٗ قِبَلَهٗ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ وَعَدَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْطِيَنِيْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ جَابِرٌ فَحَثَا لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس بحرین کے عامل علاء بن حضرمی کی طرف سے مال آیا تو ابوبکرؓ نے کہا جس کسی شخص کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا ہو یا کسی نے آپ سے قرض لینا ہو تو ہمارے پاس آئے۔ جابرؓ کہتے ہیں میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ایسے اور ایسے اپنے دونوں ہاتھ کھول کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا، تجھ کو مال دوں گا۔ حضرت جابرؓ کا کہنا ہے کہ مجھ کو حضرت ابوبکرؓ نے لپ بھر کر مال دیا میں نے اسے شمار کیا تو

فَاِذَا هِیَ خَمْسُ مِائَةٍ قَالَ خُذْ مِثْلَیْهَا ۝

پانچ سو درہم ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس سے دوگنا اور لے لو۔ بخاری

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے وعدہ پورا فرمایا

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْیَضَ قَدْ شَابَ وَکَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ یُّشْبِهُهٗ وَاَمَرَ لَنَا بِثَلٰثَةَ عَشَرَ قَلُوْصًا فَذَهَبْنَا نَقْبِضُهَا فَاَتَانَا مَوْتُهٗ فَلَمْ یُعْطُوْنَا شَیْئًا فَلَمَّا قَامَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ مَنْ کَانَتْ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْیَجِیْٔ فَقُمْتُ اِلَیْهِ فَاَخْبَرْتُهٗ فَاَمَرَ لَنَا بِهَا ۝

حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو دیکھا ہے آپ کا رنگ سفید تھا آپ عمر رسیدہ تھے۔ حسن بن علی رضؓ آپ کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے ہم کو آپ نے تیرہ اونٹنیاں دیے جانے کا حکم دیا ہم ان کو لینے کے لیے جانے لگے کہ آپ کی وفات کی خبر آ گئی ہمیں اونٹنیاں نہ مل سکیں۔ جب حضرت ابوبکر رضؓ خلیفہ بنے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی شخص کے ساتھ وعدہ کیا ہو وہ ہمارے پاس آئے۔ میں ان کی طرف کھڑا ہوا اور آپ کو خبر دی، آپ نے وہ ہمیں دیے جانے کا حکم دیا

ترمذی

اس حدیث میں بھی پہلے والی بات دہرائی گئی ہے کہ وصال کے بعد ورثاء کو مرنے والے کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنا چاہیے لیکن بہت کم لوگ ایسے ہیں جو مرنے والے کے سر سے بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔

وعدہ میں نیت کا دخل

وعدہ پورا کرنے میں نیت کو بڑا دخل ہے۔ جس شخص کی نیت یہ ہوگا کہ وعدہ پورا کرے گا اگر اس سے کوتاہی ہو جائے تو اس پر وقت پر وعدہ پورا نہ کرنے کا گناہ نہ ہوگا اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حسب ذیل ہے:۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت زید بن ارقم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ اَخَاہُ وَمِنْ نِیَّتِہٖ اَنْ یَّفِیَ لَہٗ فَلَمْ یَفِ وَلَمْ یَجِیْٔ لِلْمِیْعَادِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ ۔

یما ۔ فرمایا جس وقت کوئی آدمی اپنے بھائی کے ساتھ وعدہ کرے اور اس کی نیت اسے پورا کرنے کی ہے پھر کسی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکے اور وقت پر نہ آئے اس پر گناہ نہیں ہے ۔ ابوداؤد

ان احادیث سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ وعدہ ہر صورت میں پورا کرنا چاہیئے۔ اور سابقہ جو وعدہ خلافی ہوگئی ہو اس پر توبہ کرنی چاہیئے اور آئندہ وعدہ کی پابندی پر عمل پیرا رہنا چاہیئے۔



۲

حکایات توبہ

اللہ کے بے شمار صالح بندوں نے برائیوں سے توبہ کر کے صراط مستقیم اختیار کیا اور ان کے واقعات توبہ ہمارے لیے باعث عبرت اور نصیحت ہیں ان سے ہمیں توبہ کا درس ملتا ہے کیونکہ نصیحت آموز سچی حکایات تاریخ اسلام کا ایک سنہری باب ہیں اس لیے انھیں پڑھنے سے دل توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے لہذا ایسے سچے واقعات کا پڑھنا بڑا سودمند ہے اس ضرورت کے پیش نظر توبہ کے متعلق کچھ سچی حکایات پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت ابولبابہؓ کی توبہ

تاریخ اسلام میں حضرت ابولبابہؓ کی توبہ کا قصہ بڑا مشہور ہے کیوں کہ مسجد نبوی میں ایک ستون انہی کے واقعہ توبہ کی نسبت سے ستونِ توبہ کے نام سے معروف ہوا حضرت ابولبابہؓ بن عبدالمنذر ان لوگوں میں سے تھے جو بیعت عقبہ کے موقع پر ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے۔ پھر جنگِ بدر اور جنگ احد اور دوسرے غزوات میں برابر کے شریک رہے لیکن غزوہ تبوک کے موقع پر بغیر کسی شرعی عذر کے غزوہ میں شامل نہ ہوئے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو انھیں پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں اللہ کا حکم معلوم ہوا تو اس پر انھیں سخت ندامت ہوئی قبل اس کے کہ کوئی باز پرس ہوتی انھوں نے خود ہی مسجد نبوی میں اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا اور دل میں ارادہ کیا کہ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی خطا کو اللہ سے معاف کروا کر اپنے ہاتھوں سے نہ کھولیں گے اس وقت تک بندھے رہیں گے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک اللہ مجھے حکم نہ فرمائے میں ان کا عذر قبول نہیں کروں گا

اور نہ ہی ان کو کھولوں گا۔ چنانچہ بارہ دن بعد ان کی توبہ قبول ہوئی اور انھیں کھولا گیا۔ اس موقعہ پر اس آیت کا نزول ہوا۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور بعض وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ہے ان کا طرز عمل اچھا اور برا ملا جلا تھا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ توبہ: ۱۰۲

اس آیت کے نازل ہونے میں حضرت ابو لبابہؓ کی توبہ قبول ہونے کی طرف اشارہ تھا تو اس پر اللہ کے رسول نے انھیں معاف کر دیا۔ معافی پر انھوں نے اپنے گھر کا مال و متاع جس نے انھیں اللہ کی راہ سے روکا تھا اللہ کی راہ میں دے دیا۔

جب وہ لوگ مال راہ خدا میں صدقہ دینے کے لیے لے کر حاضر ہوئے تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کا نزول ہوا۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اے نبیؐ ان کے مال میں سے صدقہ لے لو جس سے تم انھیں پاکیزہ کر دو اور ان کے حق دعائے خیر کرو۔ بے شک آپ کی دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے کیا تمھیں خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقہ خود اپنے دست قدرت میں لیتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ توبہ: ۱۰۳/۱۰۴

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ توبہ کے بعد مال راہ خدا میں صدقہ کرنا رب العالمین کو پسند ہے اور اس سے دل کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ حضرت کعب بن مالکؓ کی توبہ

غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے جہاد میں نہ شامل ہونے کی بنا پر نہ کوئی بہانہ بنایا اور نہ اپنے آپ کو ستون سے باندھا۔ بلکہ جو اصل معاملہ تھا وہ صاف صاف بیان کر دیا۔ ان کے معاملہ میں حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جماعت سے قطع تعلق فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔ توبہ : ۱۰۶

اور کچھ اللہ کے حکم کے انتظار پر موقوف کیے گئے۔ اللہ خواہ ان پہ عذاب کرے یا ان کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ان لوگوں میں کعب بن مالک، ہلال بن اُمیہ اور مرارۃ بن ربیع شامل تھے۔ یہ سب انصاری تھے۔ حضرت کعبؓ بن مالک بے فکر تھے کہ ہر طرح کا سامان موجود ہے۔ جلد ہی جہاد میں شامل ہو جاؤں گا۔ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار مجاہدین کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہو گئے آپؐ نے تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعبؓ بن مالک کو کیا ہوا۔ ایک شخص نے جواب دیا کہ اس کی عیش پسندی اور غرور نے اُسے نکلنے نہیں دیا۔ دوسرے شخص نے جواب دیا کہ تو نے بری بات کہی۔ خدا کی قسم ہم نے اس میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

حضرت کعبؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے تو حسب معمول آپ نے پہلے مسجد آکر دو رکعت نماز پڑھی، پھر لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھے۔ اس مجلس میں منافقین نے آ کر اپنے عذرات بھی چوڑی قسموں کے ساتھ پیش کرنے شروع کیے یہ ۸۰ سے زیادہ آدمی تھے۔ حضورؐ نے ایک ایک کی بناوٹی باتیں سنیں۔ ان کے ظاہری عذرات کو قبول کر لیا اور ان کے اندر کی باتوں کو خدا پر چھوڑ کر فرمایا خدا تمھیں معاف کرے پھر میری باری آئی میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا "تشریف لائیے! آپ کو کس چیز نے روکا تھا؟" میں نے عرض کیا

..خدا کی قسم اگر میں اہل دنیا میں سے کسی کے سامنے حاضر ہوا ہوتا تو ضرور کوئی نہ کوئی بات بنا کر اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتا، باتیں بنانی تو مجھے بھی آتی ہیں۔ مگر آپ کے متعلق میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی جھوٹا عذر پیش کر کے میں نے آپ کو راضی کرنے کی کوشش کی تو اللہ آپ کو باخبر کر دے گا لہذا سچ کہتا ہوں تو چاہے آپ ناراض ہی کیوں نہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ میرے لیے معافی کی کوئی صورت پیدا کر دے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے جسے پیش کر سکوں۔ میں جانے پر پوری طرح قادر تھا،" اس پر حضورؐ نے فرمایا،" یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا۔ اٹھ جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تمھارے معاملہ میں کوئی فیصلہ کرے" میں اٹھا اور اپنے قبیلے کے لوگوں میں جا بیٹھا۔ یہاں سب کے سب میرے پیچھے پڑ گئے اور مجھے بہت ملامت کی کہ تو نے کوئی عذر کیوں نہ کر دیا۔ یہ باتیں سن کر میرا نفس بھی کچھ آمادہ ہونے لگا کہ پھر حاضر ہو کر کوئی بات بنا دوں مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ دو اور صالح آدمیوں (مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ نے بھی وہی سچی بات کہی ہے جو میں نے کہی تھی، تو مجھے تسکین ہو گئی اور میں اپنی سچائی پر جما رہا۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا کہ ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے وہ دونوں تو گھر بیٹھ گئے، مگر میں نکلتا تھا، جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا، بازاروں میں چلتا پھرتا تھا اور کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سرزمین بالکل بدل گئی ہے، میں یہاں اجنبی ہوں اور اس بستی میں کوئی بھی میرا واقف کار نہیں ہے مسجد میں نماز کے لیے جاتا تو حسب معمول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا تھا، مگر بس انتظار ہی کرتا رہ جاتا تھا کہ جواب کے لیے آپ کے ہونٹ جنبش کریں۔ نماز میں نظریں چرا کر حضورؐ کو دیکھتا تھا کہ آپ کی نگاہیں مجھ پر کیسی پڑتی ہیں۔ ایک روز میں گھبرا کر اپنے چچا زاد بھائی اور بچپن کے یار ابوقتادہؓ کے پاس گیا اور ان کے باغ کی دیوار پر چڑھ کر انھیں سلام کیا، مگر اس اللہ کے بندے نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے کہا "ابوقتادہ، میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں خدا اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا؟"، وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ وہ پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ جب میں نے قسم دے کر یہی سوال

کیا تو انھوں نے بس اتنا کہا کہ "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے" اس پر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور میں دیوار سے اتر آیا۔ انہی دنوں میں ایک دفعہ بازار سے گزر رہا تھا کہ شام کے نبطیوں میں سے ایک شخص مجھے ملا اور اس نے شاہ غسان کا خط حریر میں لپٹا ہوا مجھے دیا۔ میں نے کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ "ہم نے سنا ہے تمھارے صاحب نے تم پر ستم توڑ رکھا ہے، تم کوئی ذلیل آدمی نہیں ہو، نہ اس لائق ہو کہ تمھیں ضائع کیا جائے۔ ہمارے پاس آجاؤ ہم تمھاری قدر کریں گے"۔ میں نے کہا یہ ایک اور بلا نازل ہوئی اور اسی وقت اس خط کو چولھے میں جھونک دیا۔

چالیس دن اس حالت پر گزر چکے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی حکم لے کر آیا کہ اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کیا طلاق دے دوں؟ جواب ملا نہیں بس الگ رہو۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اس معاملے کا فیصلہ کر دے۔ پچاسویں دن صبح کی نماز کے بعد میں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنی جان سے بیزار ہو رہا تھا کہ یکا یک کسی شخص نے پکار کر کہا "مبارک ہو کعب بن مالک"۔ میں یہ سنتے ہی سجدے میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ میری معافی کا حکم ہو گیا ہے پھر تو فوج در فوج لوگ بھاگے ہوئے آرہے تھے اور ہر ایک دوسرے سے پہلے پہنچ کر مجھ کو مبارک باد دے رہا تھا کہ تیری توبہ قبول ہو گئی۔ میں اٹھا اور سیدھا مسجد نبوی کی طرف چلا۔ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے دمک رہا ہے۔ میں نے سلام کیا تو فرمایا "تجھے مبارک ہو، یہ دن تیری زندگی میں سب سے بہتر ہے"۔ میں نے پوچھا یہ معافی حضور کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ فرمایا خدا کی طرف سے اور یہ آیات پڑھیں۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ	اور ان تینوں پر بھی اللہ مہربان ہوا جن کو موقوف رکھا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہو گئی اور وہ خود بھی تنگ پڑ گئے اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ کے

إِلَيْهِ ط ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ط إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ہ

- علاوہ کہیں پناہ نہیں پھر (اللہ) اُن پر مہربان ہوا تاکہ وہ اس کی طرف تائب رہیں۔ بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

اے ایمان والو ڈرتے رہو۔ توبہ: ۱۱۸ ، ۱۱۹

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ صدقہ کر دوں۔" فرمایا کچھ رہنے دو کہ تمھارے لیے بہتر ہے۔" میں نے اس ارشاد کے مطابق اپنا خیبر کا حصہ رکھ لیا۔ باقی سب صدقہ کر دیا۔ پھر میں نے خدا سے عہد کیا کہ جس راست گذاری کے صلے میں اللہ نے مجھے معافی دی ہے اس پر تمام عمر قائم رہوں گا چنانچہ آج تک میں نے کوئی بات جان بوجھ کر خلافِ واقعہ نہیں کی اور خدا سے امید رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی مجھے اس سے بچائے گا۔"

۳۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی توبہ

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور آپ کفار قریش کے اُن دس سرداروں میں سے تھے جو گرفتار کر کے آپ کے رُوبرو پیش کیے گئے تھے۔ آپ کے قبضہ سے کافی سونا برآمد ہوا جو آپ کفار کے کھانا کھلانے پر خرچ کرنے لیے ہمراہ لائے تھے۔ جب آپ سے فدیہ لیا گیا تو اس سونے میں سے آپکے دو بھتیجوں عقیل اور نوفل کا فدیہ بھی وصول کیا گیا۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ مجھے اس حال میں چھوڑا جائے گا کہ میں باقی عمر قریش سے مانگ کر بسر کیا کروں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سونا کہاں ہے! جس کو تم مکہ مکرمہ سے چلتے وقت چھوڑ کر آئے ہو جو تمھاری بیوی نے دفن کیا تھا۔ اور تم ان سے کہہ آئے تھے کہ معلوم نہیں مجھے کیا حادثہ پیش آئے۔ اگر میں جنگ میں کام آجاؤں تو یہ تمھارا ہے۔

حضرت عباس کو یہ سن کر بہت تعجب ہوا اور دریافت کیا کہ آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے خبردار کیا ہے۔ اس

پر حضرت عباس نے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ میرے راز سے اللہ کے سوا کوئی مطلع نہ تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور آج سے میں نے کفر سے توبہ کی چنانچہ آپ اور آپ کے دونوں بھتیجے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالص توبہ کی جو قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس خلوص ایمان کی بدولت یہ خوشخبری سنائی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝	اے نبیؐ جو قیدی تمھارے ہاتھ میں ہیں، ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ نے تمھارے دل میں بھلائی جانی، تو جو تم سے فدیہ لیا گیا اس سے بہتر تمھیں عطا فرمائے گا۔ اور تمھیں بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
انفال : ۷۰	

چنانچہ جب کچھ عرصہ بعد بحرین کا مالِ غنیمت آیا جس کی مقدار اسی ہزار تھی تو حضرت عباس کو اختیار دے دیا گیا کہ اس میں سے جتنا چاہیں لے لیں۔ تو جتنا ان سے اٹھ سکا انھوں نے لے لیا۔ پھر فرمایا کہ اس سے بہتر ہے کہ جو اللہ نے مجھ سے لیا اور میں اس سے مغفرت کی امید رکھتا ہوں۔

۴۔ غیر محرم کا ہاتھ چومنے پر توبہ و استغفار

ثعلبی کی روایت کے مطابق ایک انصاری اور ایک ثقفی میں گہری دوستی تھی وہ آپس میں بہت کم جدا ہوتے تھے ایک دفعہ ثقفی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد پر گیا اور اپنے گھر کی نگرانی انصاری کے سپرد کر گیا۔ چنانچہ وہ انصاری کام کاج کے لیے ثقفی کے گھر پردہ کے ساتھ جاتے آتے رہے ایک دن گوشت یا کوئی اور چیز ثقفی کے گھر دینے گئے ثقفی کی بیوی نے اندر سے لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا انھوں نے اس کا ہاتھ چوم لیا لیکن اس واقعہ پر ان کے دل میں فوراً ندامت ہوئی اور جنگل میں نکل گئے

اپنے سر پر خاک ڈالی اور منہ پر طمانچے مارے۔ جب ثقفی جہاد سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے شکایت کی۔ انصاری پہاڑوں میں توبہ و استغفار کرتا پھرتا تھا۔ ثقفی اس کو تلاش کر کے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ تو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

اور جب وہ کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور اللہ کے علاوہ گناہوں کو بخشنے والا کون ہے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ ایسے حضرات کے لیے ان کے رب کی بخشش اور جنتیں بطور بدلہ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور نیک کام کرنے والوں کے لیے کیا اچھا اجر ہے۔ آل عمران ۱۳۵، ۱۳۶

۵۔ جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی پر معافی کا واقعہ

انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن اُبیرق نے اپنے ایک یہودی ہمسایہ کے نقب لگا کر ایک آٹے کا تھیلا اور زرہ چوری کر لی۔ اور ایک دوسرے یہودی کے گھر امانت رکھ آیا۔ جب صبح ہوئی اور پتہ چل گیا کہ طعمہ نے چوری کی ہے تو اس کی قوم نے مشورہ کیا کہ کسی طرح اسے اس رسوائی سے بچایا جائے۔ چنانچہ انھوں نے یہودی کے خلاف جھوٹی قسمیں کھائیں۔ اس ظاہری شہادت پر یہودی کو چور سمجھ کر سزا مل جانے کا قوی امکان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ یہودی بے گناہ ہے انصاف کا تقاضا پورا کیا جائے۔ چنانچہ طعمہ کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہہ فرمائی کہ تم دنیا میں تو آج اس کی طرفداری کر رہے ہو قیامت کے دن اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے

کون بچائے گا۔ ارشاد فرمایا:

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۔

سنتے ہو تم ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں جھگڑتے ہو پھر ان کی طرف سے قیامت کے دن کون جھگڑے گا، یا ان کا وکیل کون ہوگا۔ النساء: ۱۰۹

لہٰذا انھیں توبہ واستغفار کی ترغیب دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓــــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ النساء: ۱۱۰ تا ۱۱۲

اور جو کوئی گناہ کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش چاہے، تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا اور جو کوئی گناہ کمائے تو اس کا وبال اُس کی جان پر پڑے گا اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور جو کوئی خطا یا گناہ کرے، پھر تہمت لگادے کسی بے گناہ پر تو اس نے ضرور بہتان اور صریح گناہ اپنے ذمے لے لیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، سچی توبہ کے سوا اس سے نجات کا کوئی اور علاج نہیں ہے۔

۶۔ عدالت مصطفیٰ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے کا انجام

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ایک منافق جس کا نام بشر تھا اس کے اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا تھا اس جھگڑے میں یہودی سچا تھا منافق جھوٹا تھا یہودی بولا چلو اس کا فیصلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کروا لیتے ہیں منافق بولا چلو اس کا فیصلہ کعب بن اشرف سے کرواتے ہیں۔ یہودی بولا کہ تو عجیب مسلمان ہے کہ اپنے نبیؐ کے پاس چلنے اور فیصلہ کروانے سے گریز کرتا ہے منافق شرمندہ ہو کر یہودی کے

ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوگیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا بیان سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ وہاں سے نکل کر منافق بولا کہ میں اس فیصلہ سے راضی نہیں چلو یہ فیصلہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سے کروائیں۔ چنانچہ دونوں بارگاہ صدیقی میں حاضر ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے دونوں کے بیان سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد پھر بشر منافق بولا میری اب تک تسلی نہیں ہوئی لہٰذا اب یہ فیصلہ حضرت عمر رضؓ سے کروانا چاہیئے۔ چنانچہ بشر منافق یہودی کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ آپ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدمہ میں یہودی کو سچا فرما چکے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں ابھی اس کا فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور تلوار لاکر منافق کو قتل کر دیا۔ اور فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ سے راضی نہیں، اس کا میرے پاس یہی فیصلہ ہے۔ رب ذوالجلال نے آپ کے اس عمل کو پسند فرمایا اور ارشاد ہوا۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝	اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں ہوں۔ پھر اگر تم میں سے کسی بات پر جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے النساء۔ ۵۹

اس کے وارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قتل کا دعویٰ کیا اور کہنے لگے کہ ہم تو ان کے پاس محض صلح کرانے کے لیے گئے تھے، ورنہ آپ کے فیصلہ سے انکار نہ تھا۔ اللہ علیم و بصیر نے اُن کے اس نفاق کی حقیقت بھی فاش کر دی، ارشاد فرمایا:

پھر آئیں تمھارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی کہ ہم کو غرض نہ تھی مگر بھلائی اور

ملاپ کی۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان کے دل میں ہے تو تم ان سے چشم پوشی کرو۔ اور انھیں سمجھا دو۔ اور ان کے معاملہ میں ان سے بات کہو۔ النساء۔ ۶۳

رسول اسی لیے بھیجے گئے ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے لیکن اگر نافرمانی کریں اور تائب بھی نہ ہوں بلکہ اس کے برعکس جھوٹی قسمیں کھا کر تاویلیں گھڑنے لگیں تو پھر ایسوں کی مغفرت کا کیا امکان ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

النساء: ۶۴

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (اے نبیؐ) تمھارے پاس حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

۷۔ ایک صحابی کی توبہ کا قصہ

امام بغویؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں منافقین کی بدحالی اور برے انجام کا ذکر فرمایا یہ سن کر جلاس بن سوید نے کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو پھر ہم لوگ گدھوں سے بدتر ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو عامر بن قیس نے آپؐ سے جلاس کا قول بیان کیا۔ جلاس نے انکار کیا۔ اور کہنے لگا کہ عامر نے مجھ پر جھوٹ بولا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو کہا کہ منبر کے پاس قسم اٹھائیں دونوں نے قسمیں کھالیں۔ پھر عامر نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں دعا کی یارب اپنے نبی پر سچے کی تصدیق نازل فرما چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بے شک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور منکر ہو گئے، مسلمان ہوتے ہوئے منکر ہو گئے۔

مجاہد کا قول ہے کہ جلاس نے افشائے راز کے اندیشہ سے عامر کے قتل کا ارادہ

کیا تھا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر تقریباً بارہ منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چھپ کر حملہ کرنے کا قصد کیا تھا لیکن بفضلہ تعالیٰ ناکام رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا " اور قصد کیا تھا اس چیز کا جو ان کو نہ ملی۔ اور انھیں یہی بُرا لگا یہی نہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا " وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے دولت مند ہو گئے تھے۔ ایسی حالت میں ان پر شکر واجب تھا۔ لیکن اس خطا کے باوجود غفور الرحیم نے ایسے منافقین کو بھی توبہ و استغفار کا موقع عطا فرمایا اور ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ

تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں تو اللہ انھیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دے گا اور پھر زمین میں نہ کوئی ان کا حمایتی اور نہ مددگار ہوگا۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جُلاس یہ بات سن کر صدقِ دل سے تائب ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے توبہ کا موقع دیا۔ عامر بن قیس نے جو کچھ کہا سچ کہا۔ میں نے وہ کلمہ کہا تھا اور اب میں توبہ کرتا ہوں۔ حضورؐ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ وہ توبہ پر ثابت قدم رہے۔ اور بالآخر اپنی زندگی خدمت اسلام میں قربان کر دی۔

۸۔ اللہ اور رسول کی شان میں گستاخی پر گرفت

غزوۂ تبوک کے لیے جاتے ہوئے بعض منافقین نے ازراہِ تمسخر کہا کہ اس شخص یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ شام کے محلات اور روم کے شہروں کو فتح کر لینے کا خواب دیکھتا ہے۔ انھوں نے رومیوں کی جنگ کو عربوں کی باہمی جنگ سمجھ رکھا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ کل ہم سب رومیوں کے سامنے رسیوں میں بندھے کھڑے ہوں گے۔ یہ کیا روم کی تربیت یافتہ فوجوں سے جنگ کریں گے۔ انھوں نے یہ باتیں مسلمانوں کی ہمت شکنی کی خاطر کیں۔ ایک شخص ان میں سے خود تو نہ بولتا تھا مگر ان کی باتیں سن کر ہنستا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان باتوں کا علم ہوا تو سخت باز پرس فرمائی۔

وہ کہنے لگے کہ ہم تو راستہ کاٹنے کے لیے دل لگی سے ایسا کہہ رہے تھے۔ اس پر اللہ جلّ جلالہٗ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی سورۃ ایسی نازل ہو تو ان کے دلوں میں چھپی بات جتاوے آپ کہہ دیجئے کہ ہنسی ٹھٹھا کرتے ہو۔ اللہ ضرور ظاہر کر کے رہے گا جس کا تمھیں ڈر ہے اور اے نبیؐ اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ آپ کہہ دیجئے کیا تم اللہ اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؛ سورۃ التوبہ ۶۴، ۶۵

اس سے معلوم ہوا کہ خدا اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی کرنا، اور احکام الٰہی کا مذاق اڑانا خواہ ہنسی کھیل ہی کے لیے کیوں نہ ہو، کفر ہے لیکن اس موقعہ پر منافقین یہ شرارت اپنی دلوں کی بیماری کی وجہ سے کر رہے تھے۔ لہٰذا ان کا یہ راز فاش ہو کر رہا۔ اور عتاب میں گرفتار ہوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

"بہانے نہ بناؤ۔ تم کافر ہو چکے ہو مسلمان ہو کر۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف بھی کر دیں تو اوروں کو عذاب دیں گے۔ اس لیے کہ وہ مجرم تھے"۔ التوبہ ۶۶

محمد بن اسحٰق کا قول ہے کہ ان میں سے اس شخص نے جو محض ہنستا تھا جس کا نام یحییٰ بن صمیر الشجعیؓ تھا اس آیت کے نازل ہونے پر توبہ و استغفار کر کے اپنی خطا کی معافی چاہی اور یہ دعا کی کہ یا رب اپنی راہ میں شہید کر کے ایسی موت دے کہ کوئی یہ کہنے والا نہ ہو کہ میں نے غسل دیا، میں نے کفن دیا۔ چنانچہ ان کی یہ دعا مقبول ہوئی۔ آپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور پتہ ہی نہ چلا۔ دوسرے ساتھی تائب نہ ہوئے اور عذاب کے مستحق قرار پائے۔ کیونکہ سنت الٰہی یہی ہے۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

توبہ: ۶۱

۹۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی نصیحت سے ایک نوجوان کی توبہ

بصرہ کا ایک نوجوان تھا جو ہمیشہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا تھا اس کی والدہ اسے برے کاموں سے روکتی تھی مگر وہ باز نہ آتا تھا اس کی والدہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجالسِ وعظ میں حاضر ہوتی تھی اور پھر واپس آ کر اپنے لڑکے کو وعظ سنا کر ڈراتی تھی جب اس نوجوان کی موت کا وقت قریب ہوا تو اپنی والدہ سے عرض کی کہ تم حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو میرے پاس بلاؤ تاکہ وہ مجھے توبہ کرنے کا طریقہ سمجھا دے۔ جب اس کی والدہ حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں پہنچی اور اپنے بچے کی درخواست پیش کی تو انھوں نے فرمایا کہ میں ایک فاسق فاجر کے پاس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی اس کا جنازہ پڑھوں گا۔ والدہ غمزدہ ہو کر واپس گھر آئی اور سارا قصہ اپنے بچے کو سنا دیا۔ بیٹے نے والدہ کو وصیت کی کہ جب میں مر گیا تو میری گردن میں رسی ڈال دینا اور مجھے منہ کے بل گھر میں گھسیٹتے ہوئے یہ کہنا کہ خدا کے نافرمان بندوں کی یہی سزا ہوتی ہے اور پھر گھر میں ہی میری قبر بنوانا تاکہ دوسرے مُردوں کو مجھ سے تکلیف نہ ہو۔ اس کے مرنے کے بعد والدہ نے جب اس کی گردن میں رسی ڈالی تو آواز آئی کہ نوجوان کی والدہ اللہ کے دوست کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو پھر اسے گھر میں ہی دفن کر دیا گیا۔

اس کے بعد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ عزّ وجلّ نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ اے حسن تو نے میرے بندے کو نا امید کر دیا تھا۔ لیکن میں نے اپنے بندے کو بخش کر جنت میں مقام عطا فرمایا ہے۔

دوستو! جب بندہ اپنے مالک حقیقی کے دربار میں اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور خدائے عزّ وجلّ نے خود فرمایا ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو۔

تو ہمیں بخشش کی امید رکھتے ہوئے اپنے مالک حقیقی کے حضور توبہ کرنی چاہئے عاجزی

اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے گناہوں پر ندامت ظاہر کرکے اللہ کے حضور بخشش اور رحمت کے طالب ہونا چاہیئے تو پھر اللہ تعالیٰ بخوشی ہماری توبہ قبول فرمائے گا اور ضرور ہمیں بخش دے گا۔

۱۰۔ پانچ تحفے معرفت محبت توحید ایمان اور توبہ

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر ستائیسویں رمضان شب جمعہ کو خواب میں دیکھا فرمایا اے علی اپنے کپڑے پاک کر، تجھے ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حصہ ملتا رہے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سے کپڑے۔ فرمایا اللہ نے تجھے پانچ کپڑے عطا فرمائے ہیں ایک خلعتِ معرفت اور ایک خلعتِ محبت ایک خلعتِ توحید، ایک خلعتِ ایمان، ایک خلعتِ توبہ۔ پس جو اللہ سے محبت رکھے اس کے نزدیک ساری چیزیں حقیر ہو جاتی ہیں اور جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے کل چیزیں نظر میں آتی ہیں اور جو اللہ کی توحید رکھتا ہے وہ کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر شئے سے مامون اور بے خوف ہو جاتا ہے اور جو توبہ رکھتا ہے وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا اگر کبھی ہو جائے تو فوراً عذر خواہی کرتا ہے۔ جب معذرت چاہے تو اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے۔ حضرت ابوالحسنؒ فرماتے ہیں اس وقت مجھے اپنے کپڑوں کو پاکیزہ رکھنے کی معرفت حاصل ہوئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جو شخص اللہ سے محبت رکھتا ہے ساری چیزیں اس کی نظر میں حقیر ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محب محبوب کے سامنے خود کو کمتر سمجھتا ہے اور اس کی طرف سے جو کچھ شدت اور مشکل پیش آتی ہے وہ محبوب کی رضامندی کے آگے بالکل حقیر ہوتی ہے اور دو عالم میں سارا ظہور اسی محبوب حقیقی کا جانتا ہے اور محبوب کا ہر فعل محبوب ہوتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے چھوٹی معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عارف باللہ اس کے جلال وعظمت وکبریائی اور قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے

اس کی نظر میں تمام مخلوقات عامہ کی وقعت وعظمت جاتی رہتی ہے لیکن اللہ کے برگزیدہ انبیاء ورسل اور ملائکہ کے احترام وتعظیم میں کوتاہی نہیں کرتا۔ اوران کی عظمت ان کی قدر کے موافق کرتا ہے مگر اس عظمت کو اللہ کی عظمت کے آگے کچھ نسبت نہیں۔ اور آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جو اللہ کی توحید کو تسلیم کرتا ہے وہ شرک نہیں کرتا۔ کیونکہ شرک توحید کے منافی ہے۔ یہاں شرک سے مراد شرک خفی ہے جسے صرف عارف ہی جانتے ہیں اور اس سے بچتے ہیں تاکہ ان کی توحید حقیقی میں کوئی کمی پیدا نہ ہو جائے اور شرک جلی اس کو تو خاص وعام سب جانتے ہیں اور یہ شرک جلی دونوں توحیدوں میں مضر ہے اور منجملہ ان کے جو صرف توحید خاص کو ضرر پہنچاتی ہے وہ محبت غیر اللہ کی ہے۔ جو غیر ہی کے سبب سے ہو۔ جیسے نفس کی محبوبات اور شہوات مباحہ۔ جب ان سے اللہ کی عبادت کی قوت مطلوب نہ ہو۔ اگر محبت غیر اللہ کی اللہ کے واسطے ہو تو یہ دونوں توحیدوں کے لیے مضر نہیں ہے اور نفس کے بعض اعمال میں چھپے ہوئے اغراض ہوتے ہیں انہیں اللہ والے ہی جانتے ہیں اور وہی اس سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو اہلِ مقامات واحوال ہیں۔ یہ بھی ان کے نزدیک شرک خفی ہے۔

یہیں سے بعضوں نے کہا ہے جو جنت کی طمع اور دوزخ کے خوف سے اللہ کی عبادت کرے تو اس نے بھی اللہ سے شرک کیا بلکہ عبادت اس وجہ سے کرنی چاہیئے کہ وہی معبود بننے کے قابل ہے۔ اگرچہ دوزخ وجنت کچھ بھی نہ ہوں۔ اسی طرح لوگوں کے پاس مرتبہ پیدا کرنا اور ان سے ڈرنا یا ان سے نفع کی امید رکھنا یا ضرر کا اعتقاد رکھنا اور مصیبتوں میں ان سے مدد مانگنا یہ سب ان کے نزدیک شرک ہے اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کا بیان طویل ہے۔ اور بعض خواہشات نفس جو ظاہر شرع میں مباح اور مستحب بھی ہیں۔ لیکن جب عارف انہیں بغیر نیت صالح کے استعمال کرتا ہے تو اپنے مرتبے سے گر جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کو ایک فقیر نے خواب میں پہاڑ پہ دیکھا۔ پھر اس کے بعد پہاڑ کے نیچے دیکھا۔ اس نے شیخ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا ٹھہر جا۔ جب تیسری بار خواب دیکھے

تو مجھ سے کہیو۔ میں سب کی تعبیر الگ الگ بتا دوں گا۔ ایک سال کے بعد اس کے پھر شیخ کو پہاڑ کی چوٹی پہ دیکھا، جہاں پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اس نے شیخ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا میرا اللہ کے نزدیک ایک مرتبہ تھا۔ ایک شب میں نے اپنی بیوی سے تقبیل کی اور میری نیت اللہ کے واسطے کی نہ تھی بلکہ صرف شہوت کی نظر سے تھی اس وجہ سے اس مرتبہ سے گر گیا جیسا کہ تو نے دیکھا تھا۔ پھر ایک سال تک محنت و مشقت کر کے میں اپنے قدیم مقام پہ پہنچ گیا جیسا کہ تو نے دیکھا۔ خدا ان سے اور سارے اولیاء اللہ سے راضی ہو، اور ہمیں بھی ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔ آپ نے یہ جو فرمایا کہ جو اللہ پہ ایمان لاتا ہے ہر چیز سے بے خوف ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان سے ایمان کامل مراد ہے اور جب ایمان کامل حاصل ہوتا ہے تو اُسے توکّل کامل حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے قلب پہ اللہ کا خوف غالب ہو جاتا ہے اور اس کی ہیبت و جلال و عظمت و کبریائی اور قدرت و قہر و سطوت قلب پہ مستولی ہو جاتی ہے پھر تو عالم وجود میں اللہ واحد صاحب الاسماء الحسنیٰ والصفات العلیٰ و سبحانہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ عطا کرنے والا جانتا ہے نہ روکنے والا نہ نفع دینے والا نہ ضرر پہنچانے والا، نہ بلند رتبہ دینے والا، نہ پستی میں گرانے والا، نہ جدائی ڈالنے والا، نہ ملانے والا۔ اس سبب سے کسی سے نہیں ڈرتا اور کسی سے امید بھی نہیں کر سکتا اور ہر خیر و شر اور نفع و ضرر اسی کی قضاء و قدر سے ہے۔ پس مخلوقات کی حرکات و سکنات اور ارادات جہاں بھی ہوں اور جس وقت ہوں اسی ربّ السمٰوٰت والارض کی قضاء سے ہیں۔

اس بات کو علماء ظاہر دلائل قاطعہ عقلیہ و نقلیہ سے جانتے ہیں اور اہلِ باطن دلائل قاطعہ یقینیہ سے جو کہ مشاہدات و مکاشفات سے حاصل ہوئے ہیں پہچانتے ہیں۔ جب یہ مشاہدہ کر چکے کہ کُل کام اس کی طرف سے ہیں تو نہ غیر سے ڈرتے ہیں نہ غیر سے امید رکھتے ہیں بلکہ اس سے امید رکھتے ہیں اور بس۔ اور آپ نے یہ جو فرمایا کہ جو اللہ کے واسطے اسلام پہ عمل کرتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور اگر کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو توبہ کرتا ہے۔ اور جب توبہ کرتا ہے تو توبہ قبول ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو حقیقتاً اسلام پہ عمل پیرا

ہوتا ہے وہ اپنے نفس کو اللہ کے حکم کے تابع کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو سپرد کر دیتا ہے اور اس کی عبادت کا تابع ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ کیونکہ نافرمانی طاعت کے منافی ہے اور اذعان کے بھی منافی ہے اگر کبھی شیطان اُسے بہکا لے تو وہ پھر اللہ سے توبہ اور استغفار کرتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے عذرخواہی کرتا ہے جب وہ سچی توبہ کے ساتھ عذرخواہی کرتا ہے تو حق تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی سچی توبہ قبول کرتا ہے اور اس پر کرم کیا جاتا ہے اور اس پہ مغفرت کی بارش برسائی جاتی ہے لہٰذا ہمیشہ اللہ سے یہ مانگنا چاہیے کہ اللہ اُسے صاحب جود و احسان، اے صاحب فضل عظیم! حضرت محمد صلی اللہ علیہ پہ افضل رحمت اور سلام نازل فرما۔ اور ہمیں ان اقوال سے متصف بنایا ہے اور ہمیں حسن ادب اور نیک افعال کی توفیق عطا کر اور ہم پر پوری مغفرت اور کامل توبہ نازل کر اور اپنا فضل روشن عطا فرما کیونکہ تو ہی ہم پر رحم کرنے والا رب ہے۔

۱۱۔ چالیس سالہ نافرمانی سے توبہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دفعہ بنی اسرائیل میں قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے جمع ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ نبی اللہ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائے۔ آپ ان کے ہمراہ جنگل کو چلے وہ ستر ہزار آدمی تھے بلکہ کچھ زیادہ۔ آپ نے دعا فرمائی کہ الٰہی ہم پر بارش نازل فرما اور اپنی رحمت نازل فرما دے اور دودھ پینے والے بچوں اور چرنے والے جانوروں اور بوڑھے نمازیوں کے طفیل ہم پر رحم فرما۔ مگر آسمان پہلے سے بھی زیادہ صاف اور آفتاب پہلے سے بھی زیادہ گرم ہو گیا۔ آپ نے اسی وقت عرض کیا کہ الٰہی اگر میری وجاہت آپ کے سامنے گھٹ گئی ہے تو حضرت نبی امی محمد مصطفےٰ کے وسیلہ سے التجا کرتا ہوں جو نبی آخر زماں ہوں گے کہ ہم پر بارش برسائی جائے۔ وحی آئی کہ اے موسیٰؑ تمہارا رتبہ میرے نزدیک نہیں گھٹا ہے اور نہ تمہاری وجاہت کم ہوئی ہے لیکن تم میں ایک بندہ ہے جو چالیس برس سے گناہوں کے ساتھ میرا مقابلہ کر رہا ہے تم لوگوں میں منادی کر دو تاکہ وہ شخص تم میں سے نکل جائے اس کی وجہ سے بارش

یں نے روک لی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا۔ الٰہی میں عبد ضعیف اپنی کمزور آواز سے ان سب کو کیونکر مطلع کروں گا۔ حالانکہ یہ لوگ کم زیادہ ستر ہزار آدمی ہیں۔ حکم ہوا تم آواز دو ہم پہنچا دیں گے۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر ندا کی کہ اے وہ گنہگار بندے جو چالیس سال سے گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے ہمارے درمیان سے نکل جا کیونکہ تیری وجہ سے ہم سے بارش روکی گئی ہے۔ یہ سن کر وہ بندۂ گنہگار کھڑا ہوا اور چاروں طرف نگاہ کر کے دیکھا تو کوئی نکلتا ہوا نظر نہ پڑا سمجھ گیا کہ میں ہی مطلوب ہوں اور جی میں سوچنے لگا کہ اگر لوگوں میں سے میں نکلوں توسب کے سامنے رسوائی ہو گی اور اگر ان کے ساتھ ٹھہرا رہوں تو میری وجہ سے سب لوگ بارش سے محروم رہیں گے۔ اسی وقت کپڑے میں منہ چھپا کر اپنے افعال پہ نادم ہوا ور کہنے لگا۔ الٰہی میں نے چالیس سال تک تیری نافرمانی کی آج میں تیرے حضور سچی توبہ کرتا ہوں اور مجھ سے پردہ رکھ حتیٰ کہ اپنے دل میں بہت نادم ہوا آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کی اور ایک دم ایک سفید ابر کا ٹکڑا ظاہر ہوا اور بڑی تیزی سے برسا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا کہ الٰہی ابھی تو ہم میں سے کوئی بھی نہیں نکلا پھر کیونکر تو نے ہم پہ بارش نازل فرمائی۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ جس کی وجہ سے پانی روکا گیا تھا اب اسی کی وجہ سے برسا ہے۔ حضرت نے عرض کیا کہ الٰہی اس بندہ کو مجھے دکھا دے۔ فرمایا اے موسیٰ میں نے نافرمانی کے زمانہ میں اسے رسوا نہ کیا۔ اب فرمانبرداری کے وقت اسے کیونکر رسوا کروں گا۔

۱۲۔ عذاب قبر دیکھنے پر اللہ کے حضور بخشش کی دعا

جبال بیت المقدس کے ایک سیاح سے مروی ہے کہ میں ایک شخص کے یہاں مہمان ہوا انھوں نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ ہمارے ہمسایہ کا بھائی مرگیا ہے اس کی تعزیت کر آئیں۔ میں ان کے ساتھ اس شخص کے یہاں گیا۔ وہ شخص نہایت غمگین اور پریشان تھا کسی طرح اسے صبر نہیں آتا تھا۔ ہم نے کہا اے شخص خدا سے ڈرا ور یقین کے ساتھ جان

لے کہ موت ایک ایسا راستہ ہے کہ ہمیں ضرور اس پر چلنا ہے اور وہ سب پر آنے والی ہے۔ اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم نے جو کچھ کہا وہی ہونے والا ہے لیکن میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ صبح و شام میرے بھائی کے کس مصیبت میں گذرتے ہیں۔ ہم نے کہا سبحان اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمھیں غیب کی خبر دیدی کہاتھیں۔ لیکن جب میں نے اُسے دفنایا اور اس کے اوپر مٹی ڈال کر برابر کر رہا تھا کہ قبر سے آواز آئی۔ ہائے میں نے کہا میرا بھائی میرا بھائی اور قبر کھولنے لگا۔ لوگوں نے کہا ایسا مت کرو۔ میں نے قبر برابر کر دی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اتنے میں پھر آواز آئی۔ میں نے پھر میرا بھائی میرا بھائی کہہ کر قبر کھولنے کا ارادہ کیا لوگوں نے کہا ایسا نہ کرو۔ میں نے پھر قبر برابر کی اور اٹھنے لگا تو پھر ہائے کی آواز آئی۔ میں نے کہا واللہ میں ضرور قبر کھولوں گا۔ چنانچہ میں نے قبر کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کی کمر میں ایک آگ کا طوق پڑا ہے اس کی حرارت سے تمام قبر دھک رہی ہے۔ میں نے اس طوق کو دور کرنے کے ارادے سے اس پہ ہاتھ مارا تو میری انگلیاں الگ ہو گئیں۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ دکھایا جس کی چار انگلیاں جاتی رہی تھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت اوزاعی کے پاس گیا اور کہا اے ابو عمر بہو دی۔ نصرانی اور کفار سارے مرتے ہیں ان میں ایسی علامتیں نہیں دیکھی گئیں اور یہ شخص توحید و اسلام پہ مرا ہے اور پھر یہ عذاب دیکھا جاتا ہے۔ فرمایا ہاں وہ لوگ تو پہلے ہی یقیناً اہل نار ہیں اس لیے ان کا حال دکھانے کی ضرورت نہیں اور تمھیں اللہ تعالیٰ اہلِ توحید میں یہ عذاب دکھاتا ہے تاکہ تم عبرت پکڑو۔ اے اللہ ہمارے گناہوں سے چشم پوشی کر اور ہمیں بخش دے اور اے لطیف ہم پہ لطف کر اور ہمیں توبہ کے راستے پہ گامزن رکھ۔

۱۳۔ حضرت ذوالنون مصریؒ

آپ درویش کامل تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک لوگوں کو دعوتِ حق دی۔ مگر اس عرصہ میں صرف ایک شخص ایسا ملا جیسا کہ ملنا چاہیئے تھا ایک شہزادہ تھا۔ جو شان و شوکت کے ساتھ میری مسجد کے قریب سے گذرا۔ میں اس وقت کہہ رہا تھا کہ اس

کمزور آدمی سے زیادہ اور کوئی احمق نہیں جو ایک طاقتور سے لڑتا ہے۔ یہ بات سن کر شہزادہ مسجد کے اندر آگیا اور پوچھا اس کا مطلب کیا ہے؟ میں نے کہا انسان محض ایک کمزور ہستی ہے جو خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ برسرِ جنگ ہے۔

ان الفاظ کے سنتے ہی شہزادے کا رنگ فق ہوگیا اور مسجد سے چلا گیا۔ دوسرے دن پھر آیا اور مجھ سے خدا کا راستہ پوچھا۔ میں نے کہا کہ ایک راستہ لمبا ہے اور ایک چھوٹا۔ اگر چھوٹے راستے سے جانا چاہتے ہیں تو دنیا ترک کر دو۔ گناہ چھوڑ دو اور خواہشات نفسانی کو ترک کر دو۔ اگر لمبے راستہ سے خدا تک پہنچنا چاہتے ہو تو سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے اور سب کچھ ترک کر دو۔ شہزادے نے کہا کہ لمبا اور طویل راستہ اختیار کرتا ہوں۔ اگلے دن وہ پھر آیا اور ریاضت میں مشغول ہوگیا اور آخر کار ابدال کے رتبہ پہنچا۔

جب حضرت ذوالنون مصریؒ کا مرتبہ درگاہِ الٰہی میں بڑھ گیا تو لوگوں نے خلیفہ وقت کو حالات سے آگاہ کیا۔ خلیفہ نے آپ کو پابہ زنجیر دربار میں طلب کیا راستے میں ایک عورت نے آپ کو دیکھا تو کہا خبردار خلیفہ سے ہرگز نہ ڈرنا۔ وہ بھی تمھاری طرح ایک بندہ ہے جب تک خدا کی طرف سے حکم نہ ہو، کوئی بندہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ خلیفہ نے آپ کو زندان میں بھیجنے کا حکم دیا۔ آپ چالیس دن اُن کی قید میں رہے۔ اس دوران حضرت بشر حافیؒ کی ہمشیرہ آپ کو ہر روز ایک روٹی کھانے کے لیے پہنچا دیتی تھیں۔ جب آپ کو قید خانے سے نکالا گیا تو وہ چالیس روٹیاں بدستور ایک کونے میں پڑی تھیں۔ ہمشیرہ حضرت بشر حافیؒ نے کہا آپ جانتے تھے کہ یہ روٹی حلال کمائی کی ہے۔ پھر بھی آپ نے نہیں کھائی۔ آپ نے فرمایا کہ ان روٹیوں میں داروغہ جیل کا ہاتھ لگ جایا کرتا تھا۔ اس لیے ان کی طبیعت پاک نہ رہتی تھی۔

جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے۔ اے اللہ! میں کن قدموں سے تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور کن آنکھوں سے تیرے کعبہ کو دیکھوں اور کس زبان سے تیرا راز کہوں۔ اور کس نعمت سے تیرا نام لوں۔ جب کہ محض بے مائیگی کا سرمایہ لے کر تیری درگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ صحت تھوڑا کھانے میں ہے اور روح کی صحت تھوڑے گناہ کرنے میں۔ نیز آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص بلا میں مبتلا ہو اور صبر کرے تو تعجب کی بات نہیں۔ بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بلا میں مبتلا ہو اور راضی ہو۔ فرمایا کہ جو چیز حق تعالیٰ سے غافل کر دے وہ دنیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا محبوب بن تاکہ وہ تجھ کو سب سے بے نیاز کر دے۔

۱۴۔ احساس توبہ کا ایک واقعہ ٹو

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک نیک شخص کی ایک مرتبہ دیوار گر پڑی۔ مزدوروں کے اڈے پر گیا کہ کسی مزدور کو لاکر دیوار درست کراؤں وہاں جاکر دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان کے سوا اور کوئی مزدور نہیں ہے۔ اس سے کہا کہ ہماری دیوار بنا دو اور مزدوری اپنی لے لو۔ کہا بہت اچھا۔ مگر جو مزدوری مقرر ہو جائے اس میں فرق نہیں ہونا چاہیئے اور ہماری طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔ اور نماز کے واسطے پہلے سے اجازت دے دو۔ مالک نے کہا سب منظور ہے پھر اُسے گھر لاکر کام بنا دیا اور خود اپنے روزگار پر چلا گیا۔ شام کو دیکھا تو دو مزدوروں کے برابر کام کیا تھا۔ بہت خوش ہو کر مزدوری دے کر رخصت کر دیا۔ پھر صبح کو انتظار کیا۔ جب بہت دیر ہو گئی تو پھر مزدوروں کے اڈے پر گیا مگر اُسے دوسروں سے دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ وہ ہر روز مزدوری نہیں کرتے بلکہ ہفتہ میں ایک دن کرتے ہیں اور سات روز کھاتے ہیں۔ یہ سمجھے کہ کوئی کاملین سے ہیں پھر ان کے مکان پر گئے۔ دیکھا تو بیمار ہیں۔ اور زمین پر پڑے ہیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر بہت افسوس کیا۔ پھر کہا آپ مسافر اور بیمار ہیں۔ میرے حال پر عنایت فرمائیے اور غریب خانے پر تشریف لے چلیں۔ انھوں نے جواب دیا۔ بہتر ہے مجھے کچھ نہ کھلائیں۔ چنانچہ مکان پر آئے تین دن تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ نہ کچھ کلام کیا۔ چوتھے روز مجھ کو بلا کر فرمایا کہ میرا وقت قریب ہے۔ چند وصیتیں کرتا ہوں ان کو بخوبی ادا کرنا۔ اوّل یہ کہ میرے گلے میں رسّی باندھ کر زمین میں خوب گھسیٹنا اور

کہنا کہ جو کوئی اپنے مالک کی نافرمانی کرے گا اس کا یہی حال ہوگا شاید رحمتِ الٰہی جوش میں آوے اور میری مغفرت فرما دے۔ اور انھیں کپڑوں میں کفنانا بعد اس کے بادشاہ وقت کے پاس جاکر یہ انگوٹھی اور قرآن شریف دیدینا۔ اور کہنا کہ ذرا غفلت سے ہوشیار رہنا۔ اور ثروت دنیا کو خواب و خیال سمجھنا۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک موت آجاوے اور سارا سامانِ غفلت خاک میں مل جاوے۔ اس وقت کوئی تدبیر مفید نہ ہوگی۔ اس کے بعد ان کی جان نکل گئی۔ پھر وصیت کے مطابق چاہا کہ گلے میں رسی ڈالیں۔ کہ گوشۂ مکان سے آوازِ غیب آئی۔ کہ خبردار ایسا نہ کرنا۔ اولیاء اللہ اہلِ مغفرت ہیں نہ لائقِ ذلت۔ پھر بخوبی دفنا دیا۔ اس کے بعد انگوٹھی اور قرآن مجید لے کر بادشاہ کی سواری جہاں سے جاتی تھی جا کھڑا ہوا کہ دربار میں کون جانے دے گا۔ پھر دور سے عرض و معروض کی۔ کسی نے نہ سنی۔ ناگاہ بادشاہ کی نظر پڑ گئی تو بلا کر پوچھا۔ کہ کون ہے کیا مطلب ہے؟ عرض کیا۔ اسی شہر کا رہنے والا ہوں۔ ایک شخص کا پیام اور یہ قرآن شریف اور انگشتری لایا ہوں۔ بادشاہ نے وہ دونوں چیزیں لے کر کہا کہ وہ شخص کہاں ہے اور کس حال میں ہے کہا وہ مرگیا اور دیوار بناتا تھا سنتے ہی بادشاہ رونے لگا یہاں تک وہ بیہوش ہوگیا حیرانی تھی کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے بہت دیر کے بعد جب ہوش آیا کہا کچھ وصیت بھی اس نے کی ہے تو اس نے کہا کہ اس نے یہ کلمات آپ کی جناب میں کہے ہیں کہ ذرا خواب غفلت سے بیدار رہنا۔ مبادا اچانک موت آجائے۔ پھر جب سامان حشمت اور بادشاہت بالائے طاق رہ جائے پھر تو بادشاہ کا یہ حال تھا کہ کپڑے پھاڑتا اور سر میں خاک ڈالتا تھا اور کہتا تھا اے میرے ناصح، اے میرے شفیق۔ پھر شب کو چادر اوڑھ کر میرے ساتھ اس کی قبر پر گیا پھر قبر سے لپٹ کر بہت رونا رہا۔ پھر فرمایا کہ یہ میرا بیٹا تھا۔ ہمیشہ شراب و کباب میں گرفتار تھا اللہ کی رحمت سے اس نے توبہ کر کے ہدایت پائی۔ ایک مرتبہ لہو لعب میں مشغول تھا اور سب سامان عشرت مہیا تھا۔ کوئی اِدھر کوئی اُدھر نشہ میں بیہوش تھا۔ ناگاہ مکتب سے کسی لڑکے نے یہ آیۂ کریمہ ستائیسویں پارہ سورہ حدید کی پڑھی اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ

لِذِکۡرِ اللّٰہِ۔ یعنی کیا وقت نہیں پہنچا۔ ایمان والوں کو گڑگڑادیں ان کے دل اللہ کی یاد سے۔ اس کے دل پہ جا لگی اور سب عیش وعشرت چھوڑ کر توبہ کی راہ اختیار کی۔ پھر اس لڑکے کے پاس آکر کہا کہ ہاں آیا وقت کہ اللہ کی یاد سے دل تھرا گئے اور اپنا کام کر گئے۔ پھر ترکِ لباس کیا۔ اور چلا گیا۔ جب تلاش کیا کہیں پتہ نہ لگا۔ آج پتہ لگا تو زخم کاری دل پہ لگا۔

۱۵۔ توبہ کا عبرتناک واقعہ

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری متفکر ہو کر دریا کے کنارے پر کھڑے تھے۔ دیکھا کہ بڑا بچھو دوڑتا دریا کے کنارے پر آیا اور ایک مینڈک فوراً دریا سے نکل کر اسکو سوار کر کے پرلے کنارے لے چلا۔ یہ عجیب معاملہ دیکھ کر حضرت مصری بھی اس کنارے پر گئے۔ پھر وہ جلدی سے اتر کر ایک درخت کے نیچے گیا۔ وہاں ایک سانپ سوتے مسافر کی چھاتی پر بیٹھا تھا۔ چاہے کہ اسے کاٹے اس نے جاتے ہی سانپ کے ڈنگ مارا۔ وہ مرگیا۔ مسافر بچ گیا۔ پھر جلدی سے بچھو اسی طرح اپنے مکان کو چلا گیا۔ میں نے جانا یہ آدمی کوئی کامل ہے کہ عنایت الٰہی نے اس قدر اس کی حفاظت فرمائی کہ ایک موذی کو دوسرے موذی سے ختم کروایا اور اسے بچایا۔ اس کی ملازمت حاصل کرنا چاہیئے۔ جب اس کے نزدیک گیا چاہا کہ قدم آگے بڑھاؤں اس نے آنکھ کھولدی دیکھا تو کوئی شرابی سا ہے۔ مجھ کو کمال تعجب ہوا کہ اللہ اللہ اس کا یہ حال ہے۔ اور عنایتِ خدا کا وہ حال۔ اللہ کی طرف سے غیبی آواز آئی کہ اے ذوالنون حیران کیوں ہوئے ہو کہ یہ بھی ہمارا بندہ ہے اگرچہ گندہ ہے۔ اگر ہم صرف نیکوں ہی کی حفاظت کریں تو بُروں کی حفاظت کرنے والا کون ہے۔ پس جو جناب باری میں رازی کرتا ہے فضلِ باری اس کی دستگیری کرتا ہے۔ جیسا کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنۡبِ کَمَنۡ لَّا ذَنۡبَ لَہٗ یعنی جو گریہ زاری کے ذریعے گناہ سے بیزاری چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت

ذوالنون پر حالت جذب وجنون کی طاری تھی۔ کہ گھومتے تھے اور کہتے تھے۔ افسوس اوپر حال اس غافل کے کہ رحمتِ الٰہی اس جوش وخروش سے اس کی ہمدوش ہو اور وہ بیہوش خوابِ خرگوش میں مدہوش۔ جب شام ہوئی اور ہوا سرد چلی اس غفلت زدہ کے حق میں صبح ہوئی۔ نیند سے چونکا اور ذوالنون کو بیٹھا دیکھا متحیر و نادم ہو کر کہا اے مقتدائے وقت تم یہاں کہاں۔ فرمایا تو اپنا حال بیان کر۔ کہا میرا حال آپ پہ بخوبی روشن ہے پھر میں نے اس کو وہ سانپ دکھایا۔ دیکھتے ہی تھرا گیا۔ جب سب قصہ سنایا رو چلا کر سر میں خاک ڈالنے لگا چیخیں مارتا، کپڑے پھاڑتا جنگل کو چلا گیا اور نفس کو بہت لعنت ملامت کرتا تھا کہ جب بدوں کے حال پر اس قدر کرم ہے تو نیک لوگوں پر کس قدر عنایت ہوگی پھر اللہ کے حضور سچی توبہ کی اور تائب ہو کر عبادت میں مصروف ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد اللہ نے اور کرم کیا تو وہ مستجاب الدعوات ہو گیا۔ جس بیمار کو دم کرتا تندرست ہو جاتا اور تا دم آخر اللہ کا احسان مند رہا۔

۱۶۔ عیش پرستی سے توبہ کا واقعہ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ منصور بن عاد بصرہ میں جا رہے تھے کہ ایک عظیم الشان مکان دیکھا جو بہت مکلف اور سونے چاندی کے نقش سے منقش تھا۔ اس کا صحن بہت اور دسیع ہے اور صدہا دربان دروازے پر ٹہل رہے ہیں اور مکان کے اندر شاہی تخت بچھا ہے اور ایک خوبصورت جوان اس پر جلوہ افروز ہے اور چاروں طرف خدام خوش اندام اور خوش کلام مؤدب دست بستہ کھڑے تھے۔ منصور کا کہنا ہے کہ یہ دیکھ کر میری عقل دنگ رہ گئی۔ چاہا کہ خود اندر جا کر حقیقت دریافت کروں۔ مگر دربانوں نے جانے نہ دیا۔ اتفاقاً وہ کسی مشغلہ میں مشغول ہوئے تو میں فوراً مکان کے اندر چلا گیا۔ یکایک امیر نے عورتوں کو بلایا اور سب ہوا خواہوں کو رخصت فرمایا۔ ان کے آتے ہی سارا مکان ایسا روشن ہو گیا کہ جیسے رات کو آفتاب نکل آئے اور صدہا لونڈیاں باندیاں ان کے ساتھ کوئی خوشبو لگاتی دل الجھاتی زلف سلجھاتی ہوئی سرگرداں وحیران

آئینہ دکھاتی، خوشبو لگاتی۔ غرض ہر ایک کسی نہ کسی کام میں مصروف تھی پھر وہاں کوئی مرد ذات نہ رہا۔ صرف میں اپنی جان پر کھیل کر یہ کھیل تماشا دیکھتا رہا۔ اچانک بادشاہ کی نظر مجھ پہ پڑی۔ آتشِ غضب سے سلگ گیا۔ مانند شعلۂ افروختہ ہو کر کہا کہ تیرے سر پر موت کھیلتی ہے جو تجھ کو محل سرا میں کھیل تماشے کے حیلے سے لائی ہے میں خوف سے کانپ گیا۔ خوشامد سے جان کو بچایا کہ آتشِ غضب کو عاجزی کا پانی بجھاتا ہے۔ جب اس کا غصہ کم ہوا۔ کہا تو کون ہے کہاں سے آیا۔ عرض کیا خطاوار ہر سزا کے سزاوار ہوں طبیب ہوں امراضِ دل کا معالجہ کرتا ہوں۔ فرمایا ادھر آؤ۔ اور کچھ کلام حق سناؤ۔ تب میں نے نڈر ہو کر صاف صاف حکم حاکم حقیقی کا بیان کرنا شروع کیا۔ اے بادشاہ تیرے پاس عورتوں کا ہجوم ہے ملک میں ظالموں کی دھوم ہے کیا نہیں جانتا کہ اس وبال سے تیرا اعمال نامہ مالا مال ہوگا اور سخت گنہگاری میں مبتلا ہوگا۔ ذرا ہوش پکڑ۔ اسقدر مستی حکومت سے نہ اکڑ۔ خدا کو نہ بھول۔ خودی کے نشہ سے اس قدر نہ پھول انصاف کے دن ہر زبردست زیردست ہوگا۔ اور زیردست زبردست سے، دودھ پانی سے اور پانی دودھ سے جدا ہوگا۔ اور دوزخ ایسی زبردست آواز کرے گی۔ کہ پتھر پانی ہو جائے گا۔ نیک کار سرخرو اور بدکار سزاوار ہوں گے فی الحقیقت دنیا اور معاملاتِ دنیا دل لگانے کے قابل نہیں۔ تو عورتوں کی محبت میں چور ہے حورانِ بہشتی سے دور ہے۔ اگر جنت کی نعمتوں کا مزا چکھتا اور حورانِ جنان کو ایک نظر دیکھتا واللہ لذتِ دنیا و محبتِ زنان میں ہرگز گرفتار نہ ہوتا اور مرنے کے بعد اگر ان عورتوں کو دیکھے تو بدبو کے سوا کچھ حسن و جمال بھی نہ پائے گا بلکہ نفرت آجاوے پس ان کی صحبت سے درگذر اور حورانِ بہشتی کو طلب کر کہ خلقت ان کی مشک و کافور و زعفران سے ہے وہ جمال باکمال نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا گویا لعل و یاقوت ہیں یا موتی و مرجان ہیں کہ چمک رہے ہیں۔ پس یہ باتیں سن کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ اور کہا اے طبیب تیری باتیں میرے جی میں کارگر ہو گئیں۔ پھر کہو شاید برائی سے نجات پاؤں اور راہ راست پہ آ جاؤں۔ کہ میں بہت بڑا گنہگار رہوں کیا عجب ہے کہ غفور رحیم اپنے فضل و کرم سے بخش دے

میں نے کہا حقیقت میں وہ بڑا رحیم وکریم ہے۔ پھر زار زار روتا تھا۔ اور کپڑے بدن کے پھاڑتا تھا اور سدّ کے حضور بچی توبہ کی آخر محل کو چھوڑ کر چلنے لگا تو عورتوں نے کہا کہ خاں میں ہم تمہارے شریک ہیں۔ اب کیا مقتضائے مروت ہے کہ تم جاتے ہو اور ہم کو چھوڑے جاتے ہو۔ پھر سب نے زینت کو بیاس شاہی لباس دور کیا۔ اور بھیس بدل لیا۔ پھر رات ہی رات سب کو ساتھ لے کر چل گیا۔ عرصہ کے بعد جو میں اس محل سرائے کو گیا تو اجاڑ پڑا دیکھا۔ کہ دن میں ڈر معلوم ہوتا تھا۔ پھر تائید الٰہی سے اتفاقاً بیت اللہ کو گیا۔ دیکھوں تو عبدالملک موجود ہے اور طواف کعبہ میں مصروف۔ مجھ سے سلام علیک کی میں حال ان کا دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ میں نے کہا عورتیں کہاں ہیں کہا حاضر ہیں۔ پھر وہ سب آئیں اور بندگی میں مستعد پائیں۔ مجھ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور کہا اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل کی مراد پوری کی۔ جو تمہاری زیارت نصیب ہوئی حضرت ہم سے گنہگاروں کو بھی اللہ تعالیٰ بخشے گا کہ جان و مال سب اس کی محبت میں کھو دیا۔ فرمایا بلا شک اللہ تعالیٰ اپنے تابعداروں کو بخشے گا پھر جوش و خروش میں آکر ایک نعرہ مارا اور جان بحق تسلیم کی۔ عبدالملک یہ حال دیکھ کر بہت غمگین ہوئے۔ کہ افسوس ایسے وقت میں مجھ سے الگ ہوئے۔ پھر بخوبی کفنا دفنا دیا۔ اس کے بعد وہ بھی رحلت کر گیا۔ اس کو بھی کفنا دیا۔ لوگوں نے بہت افسوس کیا۔ میں نے اس کی قبر پہ وعظ کیا اور لوگوں کو عذاب قبر سے ڈرایا اور جنت کے آرام کا مژدہ سنایا۔

۱۷۔ اللہ کی نافرمانی سے توبہ

حضرت سری سقطی بہت بڑے اولیائے کامل تھے۔ چنانچہ پیر حضرت پیران پیر ہیں اور امام الاولیاء انکا لقب تھا اور بغداد شریف میں اکثر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ہزاروں آدمی ہدایت پاتے۔ ایک مرتبہ احمد بن یزید خلیفۂ وقت معہ اپنے غلام تہکی و رومی بڑے تزک وشان سے آئے اور ایک طرف مجلس وعظ میں بیٹھ گئے حضرت فرما رہے تھے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر تا ایندم کہ آٹھ ہزار برس ہوئے ہوں گے کوئی مخلوقات میں انسان سے ضعیف تر اور نافرمانی جناب باری میں دلیر تر اور حیلہ گر جملہ کائنات سے معظم تر جناب

باری نے پیدا نہیں کیا۔ چنانچہ ہزاروں طرح سے رب العزت نے اس کی نجات دارین کے واسطے سمجھایا اور صدہا طریقے سے اللہ والوں نے سمجھایا بوجھایا مگر اس کے ایک کارگر نہ ہوا یہ سنتے ہی احمد بن یزید کے تیر سا جگر میں پار ہو گیا روتے روتے بیہوش ہو گیا جب کچھ افاقہ ہوا گرتا پڑتا اپنے گھر گیا وہاں نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ کچھ کلام کیا۔ دوسرے دن پھر تنہا آکر چپکے سے بیٹھ گیا۔ وعظ سنتا رہا، بعد وعظ کے جب سب آدمی چلے گئے حضرت سری سقطیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت وعظ آپ کا میرے کارگر ہو گیا۔ اور تیر سا جگر کے پار ہو گیا۔ اور بالکل محبت دنیا کی جی سے نکل گئی اور عظمتِ حق جی میں سما گئی اب دنیا اور اہل دنیا کی صورت سے نفرت اور وحشت آتی ہے اور کوسوں جی بھاگتا ہے۔ سچ ہے لذت ایمانی جی جان میں سما جاتی ہے تو سب طرف سے دل مسرور ہو جاتا ہے جیسا جناب مولانا ارشاد فرماتے ہیں ؎

چوں ازاں اقبال شیریں شد دہان　　　سرو شد بر آدمی ملک جہان

پھر جنگل کو چلے گئے۔ تھوڑے دن کے بعد ایک عورت روتی چلاتی حضرت کی خدمت میں آئی کہ یا حضرت میرا بیٹا خوش رو خوش خو خوبصورت خوب سیرت نازک اندام دل آرام آپ کے وعظ میں اوّل مرتبہ بڑے کرّوفر سے آیا پھر یہاں سے فقیر ہو کر گیا۔ دوبارہ سب سامان ریاست اور حشمت کا پھینک کر آیا تیسرے بار جو آیا اس کا پھر پتہ نہ پایا کہ کیا ہوا اور کہاں گیا۔ یہ کہتی تھی اور زار زار روتی تھی۔ اور کھڑے بیٹھے کو رلاتی تھی حتیٰ کہ حضرت کو بھی نہایت رقت تھی۔ معلوم ہوا کہ احمد بن یزید کی ماں ہے۔ فرمایا اے نیک بخت صبر کر اور قرار پکڑ جس وقت وہ یہاں آوے گا فوراً اطلاع ہو گی۔ حضرت کے ارشاد سے اس بے چین کے جی کو ٹک چین ہوا اور دل بیقرار نے ذرا قرار پکڑا۔ پھر گھر کو چلی گئی تھوڑے دن کے بعد رات کو حضرت کے دروازے کی کسی نے کنڈی کھٹکائی۔ فرمایا کون ہے کہا احمد بن یزید ہے خادم کو ارشاد کیا دروازہ کھول دے۔ اور اس کی ماں کو جلد بلالے پھر اس نے آکر حضرت سے سلام علیک کی۔ آپ نے بعد جواب کے فرمایا تیرا کیا حال ہے جو ایسا حقیر اور خوار زار ہے کہ کمر جھک گئی صورت بدل گئی۔ کہا اے امام

ں بہت خوش ہوں تم نے مجھ کو دنیا سے چھڑایا اور خدا سے ملایا تمہارے احسان کس دل و جان سے بیان کروں اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزا دے گا ناگاہ اس کی ماں اور جورو لڑکے روتے چلاتے آ گئے اس کا حال دیکھ کر نہایت پریشان حال ہو گئے۔ اس قدر روتے چیخیں مارتے تھے کہ در و دیوار کو رلاتے تھے آدمی کا تو کیا ذکر ہے پھر مادر شفقت نے کہا اے میرے جگر پارہ کیا ان بچوں کے حال پر بھی رحم نہیں آتا کیا ہو گیا کیا تیرے جی میں سما گیا۔ پھر ہر طرح سے منت و خوشامد کی کہ کسی ڈھب سے گھر تک چلے۔ ہرگز نہ مانا۔ تنگ ہو کر حضرت کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ یا حضرت یہ کیا بلا میرے پیچھے لگا دی کہ مجھ کو جان چھڑانا مشکل ہو گیا فرمایا میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے پھر عورت مایوس ہو کر کہنے لگی ہائے میری جوانی کیوں کر کٹے گی کہا تجھ کو اختیار ہے جو تیرا جی چاہے سو کر میرے خیال میں نہ پڑ۔ میں خودی سے گذر گیا خدا کی محبت میں حل مل گیا۔ بولی اپنے بیٹے کو ساتھ لو کہا بہت اچھا۔ پھر لڑکے کے ریشمی کپڑے اتارنے شروع کیے اور اس کے ہاتھ میں زنبیل دینے کا قصد کیا تب ماں نے واویلا کر کے لڑکے کو لے لیا۔ کہا آئندہ تم کو اختیار ہے میرے پاس تو میری صورت ہو کر رہے گا۔ یہ حال دیکھ کر ہر کس و ناکس زار زار روتا تھا۔ گویا حشر برپا تھا۔ پھر جنگل کو چلا گیا۔ اور سب کو روتا چلاتا چھوڑ گیا اور راہ خدا سے منہ نہ موڑا۔

بعد دو برس کے حضرت کے پاس ایک آدمی آیا کہ آپ کو احمد بن یزید نے بلایا ہے کہ اس کا وقت آخری ہے آپ اس کے ہمراہ گئے۔ دیکھیں تو ایک قبرستان شونیزیہ میں ایک جانب کونے تاریک جگہ میں پڑے ہیں اور ایسے کلمات کہتے ہیں کہ بھلائی چاہنے والو بھلائی کرنا۔ پھر آپ صبح تک وہاں رہے پھر مکان کو آئے کہ تجویز تجہیز و تکفین کریں۔ دیکھا تو ہزاروں آدمی شہر سے آتے ہیں متحیر ہو کر کہا خیر ہے بولے خیر ہے رات کو آواز غیب آئی کہ جس کو نماز جنازہ اولیاء اللہ کی پڑھنی ہو وہ مقبرہ شونیزیہ میں صبح کو جاوے اس واسطے تمام شہر وہاں جاتا ہے چنانچہ کثرت ہجوم سے قریب نماز عصر کے کفن دفن کی نوبت پہنچی۔

۱۸۔ توبہ کا ایک دلچسپ واقعہ

بعضوں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ گورخر کے شکار کو گئے۔ آپ ہی شکار ہو گئے۔ بادشاہی دنیا کی چھوڑ کر بادشاہی عقبیٰ کی لی۔ یعنی گورخر کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور لشکر سے الگ ہو گئے۔ اس نے الٹ کر بزبان فصیح کہا اے ابراہیم ادہم تو اس کام کے لیے پیدا نہیں ہوا اپنا کام کر۔ پس ابراہیم ادہم متحیر ہو کر غش کھا کر گھوڑے سے گر پڑے گھوڑا لشکر کو چلا گیا۔ لشکر والوں نے گھوڑا خالی دیکھا کر کہا کہ بادشاہ واللہ اعلم کہاں مارا گیا۔ روتے چلاتے سب طرف ڈھونڈھ کر بیٹھ رہے۔ کہ کہیں پتہ نہ لگا۔ جب ابراہیم کو ہوش ہوا۔ اٹھ کر جنگل کو چلے۔ چرواہوں سے کہا ہمارا لباس اپنے سے تبدیل کر لو۔ انھوں نے کہا ہم توسب غلام شاہی ہیں ہم ہرگز لائق لباس شاہی کے نہیں القصہ بادشاہ نے سب بکریاں ان کو بخش دیں۔ کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی ایسی ہی بخش دے اور ان کا کمبل آپ اوڑھ لیا۔ اور سب لباس اپنا ان کو دیدیا۔ پھر انھوں نے عرض کیا۔ اے بادشاہ کیا حال ہوا تمھارا کس چیز نے بادشاہت چھڑائی اور فقیری دلائی۔ کہا گورخر کے شکار کو آیا تھا۔ خود شکار ہو گیا۔ اور یہ حال کسی پہ ظاہر نہ کرنا۔ تمھارے حق میں اچھا نہ ہو گا۔ پھر سب جنگل والے روتے چلاتے تھے اور ابراہیم اس مضمون کے اشعار پڑھتے تھے۔ کہ الٰہی تیری محبت در یتیم کے لیے اپنی اولاد یتیم کی۔ اگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں تیرے جمال کے خیال کے سوا کسی خیال کو جی میں راہ نہ دوں۔ کہ تیرے جمال کی دولت سے تمام جی جان مالا مال ہے اور باقی خواب و خیال بل وبال ہے۔

۱۹۔ شوہر کی نافرمانی پر احساس توبہ

ایک پیر طریقت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی بیوی پہ عاشق تھے۔ ایک دن وہ اپنی بیوی کے ہمراہ گھر میں سوئے ہوئے تھے کہ یکدم ان پہ ایک خاص حالت طاری ہو گئی۔ انھوں نے اس حالت میں جو کچھ کہا وہ بیوی سنتی رہی اور کچھ دیر کے بعد جب انھیں

کچھ افاقہ ہوا تو بیوی نے پوچھا۔ حضرت آپ کی کیا حالت تھی۔ انھوں نے کہا تم نے کیا دیکھا۔ بیوی نے کہا اچھا ہی دیکھا۔ اس کے بعد وہ باہر نکلی، انھوں نے اسے جانے دیا۔ اس نے ایک نوکر سے کہا کہ میری ماں اور بہن کو بلا لا وہ بلا لایا، جب وہ آئے تو اس نے ان سے بیان کیا کہ میرے شوہر کو جنون ہو جاتا ہے لہذا میں ہرگز اس کی بیوی بن کے نہیں رہوں گی۔ کیونکہ وہ مجنون ہے میں اس کے ساتھ ایک گھر میں نہیں رہوں گی۔ اس کے رشتہ داروں نے بہت کچھ نصیحت کی اور واپس لوٹانا چاہا مگر اس نے انکار کیا۔ انھوں نے کہا گھر ہی میں رہو تاکہ ہم ان سے ملیں۔ جب حضرت صاحب کو معلوم ہوا تو انھوں نے اپنی زوجہ محترمہ سے پوچھا کہ تمھارا کیا مقصد ہے۔ وہ کہنے لگی جدائی۔ ورنہ میں اپنا خون کر لوں گی۔ اور تم ہی اس خون کا سبب ہو گے۔ حضرت نے کہا ایک ہفتہ صبر کرو اس نے کہا اچھا۔ شیخ طریقت کو اس کے فراق کا سخت صدمہ تھا اور اسے بہت کچھ دیکر راضی کرنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں مانتی تھی۔ انھوں نے رشتہ داروں کی ایک جماعت سفارش کے لیے روانہ کی اس نے ان کی بھی نہ مانی۔ جب انھیں اس کا عزم معلوم ہو گیا تو انھیں سخت تشویش ہوئی اور پریشانی لاحق ہوئی۔ اور ان کی حالت متغیر ہو گئی اور ان کے دل میں تشویش پیدا ہو گئی اور کسی کو اس کا مٹانے والا نہ پایا۔ جب مہلت کے دنوں میں سے صرف ایک رات باقی رہ گئی اور ان کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی اور زمین مجھ پہ تنگ ہو گئی تو انھوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور اپنا کام اس کے سپرد کر دیا کہ جو کچھ وہ کرے میں اس پہ راضی ہوں اور یہ دعا پڑھنے لگے۔ اللھم یا عالم الخفیات دیا سامع الاصوات یا من بیدہ ملکوت لارض والسماوات دیا مجیب الدعوات استغیث بك واستجرت بك یا مجیر اجرنی۔ ۳ مرتبہ پڑھنے کے بعد جب آدھی رات گذری اور قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھا تھا کہ اچانک وہ گھر میں داخل ہوئی اور ان کے پاؤں چومنے لگی اور کہا میں خدا کے لیے تم سے سوال کرتی ہوں کہ مجھ سے راضی ہو جاؤ اور میں اپنے فعل سے توبہ کرتی ہوں اور اللہ کیطرف رجوع کرتی ہوں اور اس سے سوال کرتی ہوں کہ وہ

میری توبہ قبول کرے شوہر نے کہا جب تک مجھے اس کی وجہ نہ بتاؤ گی میں راضی نہ ہوں گا۔ اس نے کہا میں رات اپنے ارادہ پر چلی تھی۔ ایک شخص میرے خواب میں آیا اس کے ایک ہاتھ میں کوڑا اور دوسرے میں چھری تھی اور کہا اگر اس بات سے تو رجوع نہ کرے گی تو تجھے اس چھری سے ذبح کر دوں گا پھر میری پشت پر تین کوڑے لگائے۔ میں ڈر کر اٹھ بیٹھی اور ان کوڑوں کی سوزش میرے قلب پر تھی پھر تھوڑی دیر کے بعد سو گئی تو پھر اس شخص کو دیکھا اس کے ہاتھ میں کوڑا اور چھری تھی اور کہا کیا میں نے تجھے نصیحت نہیں کی تھی۔ میں نے تجھے نہیں ڈرایا اور حکم نہیں کیا اور ہاتھ اٹھایا اتنے میں گھبرا کر میں چونک اٹھی اور تمہارے پاس دوڑی آئی تاکہ تم میری توبہ قبول کر لو اور راضی ہو جاؤ اور اللہ سے میرے لیے دعا کرو۔ پھر اس نے کپڑا اٹھایا تو تین زخم تھے تو اس پر خاوند نے کہا خدایا میری اور میری بیوی کی توبہ قبول کر لے۔ میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں راضی ہو گیا۔ بیوی نے کہا میں اپنا مہر اللہ کے شکر میں تمہیں معاف کرتی ہوں اور میرے پاس زیور کے میں درہم ہیں وہ بھی اور میرا کپڑا بھی اللہ کے شکر میں فقیروں کا ہے۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنا عہد پورا کیا اور خاوند نے بھی سوچا کہ اللہ نے اپنے لطف و کرم سے جو کچھ مجھ پر عنایت فرمائی یہ اس کے فعل پر راضی رہنے کا نتیجہ ہے اور یقین ہو گیا کہ کل کام اللہ سبحانہٗ کے قبضۂ قدرت میں ہے پھر وہ اس کے ساتھ سات سال نہایت آرام سے رہے اور اللہ کے ہر فعل پر راضی تھا۔ پھر وہ بیوی مر گئیں۔ موت کے بعد انھوں نے بیوی کو خواب میں دیکھا کہ نہایت خوبصورت اور عمدہ عمدہ زیور اور لباس جو وصف سے باہر ہیں پہنے ہوئے نظر آئیں۔ انھوں نے کہا خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا گیا اور تو نے کیا پایا۔ کہا تم دیکھ رہے ہو۔ اب میں تمہاری ملاقات کی منتظر ہوں۔ جیسا تم مجھ سے راضی رہے ہوئے خدا تم سے راضی ہو۔

۲۰۔ اللہ کے حضور مغفرت مانگنے کا واقعہ

فقراء میں سے ایک فقیر سے مروی ہے کہ میں ابتدائے ارادت میں ایک شیخ

کی خدمت میں گیا اور وہ مجھے خدمت کا حکم کرتے تھے اور میں خدمت سے خوش ہوتا تھا۔ ایک دن مجھے قصائی کے یہاں بھیجا تاکہ فقیروں کے واسطے گوشت اٹھا لاؤں۔ چنانچہ میں بقدر ضرورت گوشت خرید کر اٹھا لایا اور چلنے کے قصد سے پھرا ہی تھا کہ سامنے سے ایک آدمی نظر آیا جو ایک لدے ہوئے جانور ہانکے ہوئے لا رہا تھا۔ مجھے اس شخص کا دھکا لگا اور میں قصائی کی دوکان کی ایک مینخ پر گر پڑا۔ اور میرا پہلو زخمی ہو گیا۔ دوکاندار نے مجھے اس مینخ پر سے اٹھایا۔ لیکن مجھے بہت تکلیف ہوئی اور زخم پر پٹی بندھوا ہی رہا تھا کہ اتنے میں وہ گدھے والا اور تین آدمیوں کو ساتھ لیے ہوئے آگیا۔ اور کہا میرا ایک بٹوا گر پڑا ہے جس میں دس دینار تھے اور وہ میرے سر پہ تھا۔ وہ مجھے اور قصاب کو اور دو آدمیوں کو پکڑ کر کوتوال کے سامنے لے گیا اور کہا انھوں نے میرا بٹوا چرایا ہے۔ چنانچہ میرے سب ساتھیوں کو کوڑے لگے اور مجھے بھی اخیر میں پیٹا گیا اور مار میرے زخم ہی پر لگ رہی تھی کہ اتنے میں ایک سپاہی کی نظر اس برتن پر پڑی جس میں گوشت تھا۔ دیکھا تو اس میں بٹوا پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا یہی چور ہے کوتوال نے کہا اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ چنانچہ اس کے حکم سے تیل گرم کیا گیا اور مجھ پر ایک مخلوق جمع ہو گئی کوئی مارتا تھا کوئی گالیاں دیتا تھا اور میں چار آدمیوں کے بیچ میں تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے آواز دی تیل گرم ہو چکا چور کو حاضر کرو۔ میں اپنا کام اللہ کے سپرد کر چکا تھا جس کے ہاتھ میں ہر شئے کی حکومت ہے۔ ایک شخص نے اس زور سے میرے ایک طمانچہ مارا کہ میرے ہوش بالکل جاتے رہے۔ اس وقت بھی میں اس بلا پر صابر تھا اور اپنا کام اللہ ہی کے سپرد کرتا تھا۔ پھر اس نے کہا اے چور اے ڈاکو اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکا دیا جس سے میں منہ کے بل زمین پر سجدے کی ہیئت میں گر پڑا۔ اس وقت میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں۔ میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ ابھی وہاں سیدھا کھڑا بھی نہ ہو چکا تھا کہ وہ ساری مصیبت مجھ سے دفع ہو گئی اور ایک شخص نے چلا کر کہا کہ یہ شخص جس کو تم نے گرفتار کیا ہے وہ شیخ کا خادم ہے اس وقت لوگوں نے مجھے غور

سے دیکھا اور کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اب تو سب لوگ میرے پاؤں پر گرنے لگے اور کوتوال صاحب بھی دوڑتے ہوئے آئے اور میرا پاؤں چومنے لگا اور کہا حضرت خدا کے واسطے عرض کرتا ہوں کہ میری خطا آپ معاف کریں۔ پھر ٹٹو والا آکر گریہ وزاری کرنے لگا اور کہا حضرت مجھ سے راضی ہو جائیے میں نے کہا خدا مجھے اور تجھے معاف کرے۔ یہ ایک آزمائش تھی جس سے میری پوشیدہ ضبط کی طاقت ظاہر ہوئی۔ پھر ٹٹو کھولا گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بوجھ اور ٹٹو دونوں شیخ ہی کے واسطے بھیجا گیا تھا۔ اتفاقاً اس واقعہ کے وقت شیخ اور جملہ فقراء ایک آپس کی نزاع کے سبب استغفار میں مشغول تھے اور کوئی باہر نہ نکلا۔ یہاں تک کہ میں دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ میرے پاس گوشت اور وہ ٹٹو تھا میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ فرمایا جس نے صبر کیا اس نے جمال اور کمال حاصل کیا۔ پھر فرمایا اے بیٹے میں بھی فقیروں کے ساتھ تیری حالت دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اس کا پہلے سے مجھے علم تھا۔ پھر فرمایا اے محمد! یہ واقعہ طریقت میں تمھارے کامل ہونے کا سبب بن گیا۔ اب جہاں چاہو سفر کرو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

۳۱۔ عرش کا سایہ توبہ میں ہے

حضرت شفیق بلخی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے پانچ چیزیں طلب کیں اور انھیں پانچ چیزوں میں پایا۔ روزی کی برکت طلب کی وہ نماز چاشت میں ملی اور قبر کی روشنی طلب کی اسے تہجد کی نماز میں پایا اور ہم نے منکر و نکیر کے سوالوں کا جواب طلب کیا تو اسے قراءت قرآن میں پایا اور ہم نے پل صراط کا پار ہونا طلب کیا تو اسے روزہ اور صدقہ میں پایا اور ہم نے عرش کا سایہ طلب کیا تو اسے توبہ میں پایا۔

بعض علماء فرماتے ہیں ہم نے مجلس وعظ کے آخر میں دعا کی اے الٰہی ہم میں جس کا قلب زیادہ سیاہ ہے اور جس کی آنکھیں زیادہ خشک ہیں اور جس کی معصیت کا زمانہ زیادہ قریب ہے اس کی مغفرت کر۔ ہمارے نزدیک ایک شخص مخنث گنہ گار تھا

اس نے کھڑے ہو کر کہا یہ دعا پھر کرو۔ کیونکہ تم سب میں میں ہی زیادہ سیاہ قلب اور خشک آنکھ اور قریب المعصیت ہوں۔ میرے واسطے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کرے۔ وہ عالم فرماتے ہیں دوسری شب میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں۔ اور ارشاد ہوا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ تم نے میرے اور میرے بندے کے درمیان صلح کرا دی۔ میں نے تجھے اور اس کو اور ساری مجلس والوں کو معاف کیا۔

نقل ہے کہ ایک شخص نے ایک بزرگ کو بعد وفات خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ کہا اللہ تعالیٰ نے میرا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا اس میں مجھے اپنی ایک لغزش نظر آئی۔ میں اس کے پڑھنے سے شرمایا اور کہا الٰہی مجھے رسوا نہ کر۔ ارشاد ہوا کہ جب تو نے یہ فعل کیا تھا اور مجھ سے نہیں شرمایا تھا۔ اس وقت میں نے تجھے رسوا نہ کیا تو آج جبکہ تو مجھ سے شرماتا ہے میں تجھے کیوں کر رسوا کروں گا۔ میں نے تیری لغزش معاف کر کے اپنی رحمت سے تجھے جنت میں داخل کیا۔ وہ عیبوں کا ڈھانکنے والا حلم و کرم والا پاک ہے۔

۲۲۔ حضرت سید احمد رفاعی کا ایک واقعہ

حکایت ہے کہ ایک شب حضرت سیّد احمد رفاعی ایک دریا کے کنارے پر گئے دیکھا تو ایک کشتی جا رہی تھی آپ اس میں بیٹھ گئے لیکن اس میں پہلے سے کوتوال اور دیوان کے ملازمین سوار تھے ان کے ہمراہ بیگاریوں کی ایک جماعت تھی اور ان کے پیچھے ایک سپاہی بھی تھا۔ جب سپاہی نے حضرت کو بیٹھا دیکھا تو کہا اے شیخ چلو ہمارے ساتھ آپ ساتھ ہو گئے اس نے آپ کو بھی بیگاریوں میں داخل کیا۔ حضرت ان کے ہمراہ گئے اور قریہ بذربہ میں صبح کے وقت پہنچے۔ اس وقت آپ کو ایک فقیر نے دیکھ لیا۔ وہ چلایا اور فریاد کرنے لگا۔ اتنے میں بہت سے فقراء ان کے پاس جمع ہو گئے اور شور و غل مچانے لگے۔ جب کشتی والوں کو معلوم ہوا کہ وہ سید احمد ہیں تو اپنے کیے پہ بہت نادم اور پشیمان ہوئے اور گھبرائے اور آپ کے پاس حاضر ہو کر معذرت کرنے لگے

فرمایا صاحبو! جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا۔ تمہاری حاجت پوری ہوئی۔ ہمیں نیکی ملی اور کوئی نقصان بھی نہ ہوا اور میں تو گھر میں خالی بیٹھا رہتا ہوں اور میں بیٹھا کچھ کام نہیں کرتا تم بے کار ضعیفوں کو پکڑتے ہو یا کاروباری آدمیوں کو پکڑتے ہو اور ان کے کاموں سے بیچاروں کو روکتے ہو اور گنہگار بنتے ہو۔ اس کے بعد اگر کبھی تمہیں ضرورت پڑے تو مجھے خبر کر دو میں اپنے تھکنے تک تمہارا کام کروں گا۔ پھر لوٹ جاؤں گا۔ انھوں نے کہا ہم اپنے فعل سے استغفار کرتے ہیں۔ آپ بھی ہمیں اللہ کے حضور سے معافی کروا دیجئے اور ہم سے راضی ہو جائیے۔ آپ نے انھیں سچی توبہ کی طرف مائل کیا اور کہا خدا تم سے اور ہم سے راضی ہووے۔ پھر ان کے لیے دعا کی اور انھیں رخصت کیا۔ اس سپاہی نے جس نے آپ کو پکڑا تھا کہا حضرت ان لوگوں سے تو آپ راضی ہو گئے۔ اور جو سب سے بڑا بدبخت ہے اس کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا خدا تجھ سے بھی راضی ہو۔ اس نے کہا حضور مجھے بھی توبہ کرائیں۔ آپ نے اُسے بھی توبہ کرائی اور عہد لیا اور کہا اے اللہ تو گواہ ہے کہ ہم دنیا اور آخرت کے بھائی ہیں۔ پھر وہ لوگ واسط کو گئے۔ اس سپاہی نے دنیاداروں اور بادشاہوں کی خدمت ترک کی اور حضرت سید احمد کے پاس آکر رہنے لگا۔ اور آپ کو اطلاع دی کہ میں نے ملازمت چھوڑ دی ہے پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رہا اور نیک بن گیا۔

۲۳۔ ہارون الرشید کے زمانہ میں توبہ کا ایک واقعہ

ہارون الرشید کے دور خلافت میں ایک بار بغداد میں بارش رک گئی حتیٰ کہ لوگ ہلاکی کے قریب پہنچے اور سب لوگ غسل کر کے پاک ہوئے اور جنگل کی طرف نکلے تاکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ انھیں کسی نہ کسی روز بارش عطا کرے۔ لیکن پانی نہ برسا۔ اس زمانہ میں کہ وہ لوگ روز روز جا کر سوال کرتے تھے۔ ایک شخص جنگل کے درمیان سے نکلا گرد آلود بال بکھرے ہوئے دو چادر اوڑھے ہوئے اور اُن کے ساتھ تین کنواری لڑکیاں تھیں جو بہت خوبصورت تھیں اور آکر لوگوں کے ایک جانب کھڑا ہوا۔

اور سلام کیا لوگوں نے جواب دیا۔ انھوں نے کہا اے قوم تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیوں یہاں جمع ہو رہے ہو۔ کہا اے شیخ ہم نے اللہ سے دعا کی کہ ہم پر بارش برسا دے لیکن نہ برسایا۔ کہا اے لوگو کیا وہ شہر سے غائب ہے جو تم جنگل میں آئے ہو۔ کیا اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہر جگہ حاضر نہیں ہے کیا حق تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں یہ نہیں فرمایا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ یعنی اللہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ تعالیٰ تمھارے عمل دیکھتا ہے۔ ہارون الرشید کو اس کی خبر ہوئی کہا یہ کلام ایسے شخص کا ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی راز ہے۔ پھر کہا اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب ان کے پاس لایا گیا اور ایک نے مقدمے کو سلام کیا تو ہارون الرشید نے اس سے معانقہ کیا۔ اور اپنے آگے بٹھایا اور کہا اے شیخ اللہ سے دعا کرو کہ ہم پر پانی برسائے۔ شاید تیرا اس کے پاس کچھ رتبہ ہو۔ یہ سن کر وہ مسکرایا اور کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمھارے واسطے اللہ سے دعا کروں کہا ہاں۔ کہا تو سب لوگ ہمارے ساتھ اللہ سے توبہ کریں۔ لوگوں میں توبہ کی ندا کی گئی۔ اور سب نے توبہ کی اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ پھر اس شیخ نے آگے بڑھ کر دو رکعت نماز خفیف پڑھائی اور سلام پھیر کر اپنی لڑکیوں کو دائیں بائیں کھڑا کیا اور ہاتھ پھیلائے اور آنسو جاری کیے اور دعا کی، ابھی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آسمان پر ابر گھر گیا اور بادل گرجنے لگا اور بجلی چمکنے لگی اور بارش ایسی ہوئی کہ گویا مشک کے دہانے کھول دیئے گئے۔ اس سے ہارون الرشید بہت خوش ہوئے اور ارکان دولت تہنیت کے واسطے جمع ہوئے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ میرے پاس شیخ صالح کو لے آؤ ڈھونڈا تو وہ اسی مقام پر کیچڑ میں اللہ کے واسطے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ لوگوں نے لڑکیوں سے پوچھا کہ وہ سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے۔ انھوں نے کہا ان کی یہی عادت ہے کہ جب وہ سجدہ کرتے ہیں تو تین دن تک سر نہیں اٹھاتے۔ اس کی ہارون الرشید کو خبر دی گئی۔ یہ سن کر وہ بہت روئے اور کہا اے اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تیرے یہاں صالحین کا وسیلہ پکڑتے ہیں کہ تو انھیں ہم کو عطا کیجیے اور ان کی بڑی بڑی برکتیں

اپنے فضل سے ہم پر برسائے یا ارحم الراحمین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

۲۴۔ قصہ ایک شہزادے کی توبہ کا

اہل مکہ کے ایک مرد کامل فرماتے ہیں کہ میں ایک پہاڑ کے غار میں مجرد رہتا تھا بسا اوقات ایک ایک مہینہ یا اس سے کچھ کم زیادہ مقیم رہتا تھا۔ لیکن کوئی آدمی وہاں نظر نہ آتا تھا اور مباح چیزوں سے اپنا پیٹ بھرتا تھا۔ جب مجھے بھوک لگتی تو غار سے نکل کر پہاڑ پہ آتا اور بقدر ضرورت کھاتا اور پھر غار میں لوٹ جاتا۔ ایک دن دستور کے موافق جب میں غار سے نکلا تو جنگل سے ایک سوار کو آتے دیکھا۔ دیکھتے ہی میں آنکھ بچا کر غار میں داخل ہوگیا۔ ایک ساعت کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں وہ شخص غار کے دروازے پر کھڑا میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔ میں سن کر کھڑا ہوگیا اور اس کی طرف چلا۔ اس نے مجھے سلام کیا میں نے دریافت کیا کیا تو آدمی ہے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہاں کا باشندہ ہے اور تجھے میرا نام کس نے بتایا۔ کہا میں شاہزادہ ہوں تین دن ہوئے شکار کو چلا تھا اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر جنگل میں پریشان مارا مارا پھرتا رہا اور اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب الہلاک ہوگیا۔ اچانک میری بے خبری میں ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے میرے پاس آئے ان کے ہاتھ میں ایک کوزہ تھا مجھے اسکا پانی پلایا اور مٹھی بھر گھانس مجھے دی۔ اُسے میں نے کھایا وہ اور شکر لوں سے زیادہ مزے دار تھی۔ جب میں کھا چکا تو مجھ سے کہا اے محمد اس سے پہلے تم نے کبھی توبہ بھی کی ہے۔ میں نے کہا۔ میں حضرت کے ہاتھ پر ابھی توبہ کرتا ہوں چنانچہ میں نے ان کے ہاتھ چوم کر ان کے ہاتھ پہ توبہ کی اور اپنے پاؤں پہ کھڑا ہوا اور کہا اے حضرت آپ اللہ تعالےٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے قبول کرلے۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا اے رب محمد اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے محمد پہ رحم کر اور اس کی توبہ قبول فرمالے اور محمد کو قبول بھی کرلے اور ان کے آنسو جاری تھے اور ان کی اس دعا کی حلاوت میرے قلب میں محسوس ہونے لگی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے

وعدہ کر لیا کہ میں جس سے نکل چکا ہوں۔ پھر اپنی موت تک اس کام میں واپس نہ جاؤں گا۔
پھر انھوں نے مجھ سے کہا سوار ہو جاؤ۔ میں نے کہا میں سوار نہیں ہوں گا۔ انھوں نے مجھے قسم
دی اور کہا سوار ہو جاؤ میں سوار ہوا اور وہ میرے آگے آگے چلتے تھے پھر تمھاری جگہ اور
نام بتا کر فرمایا۔ ان کے پاس بیٹھ۔ وہ تجھے نیکی کی تعلیم کریں گے میں نے کہا گھوڑے کا
کیا کرو گے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ گھوڑے پر سے اتر کر اُسے چھوڑ دیا اور
میں اُسے ساتھ لے کر غار میں داخل ہوا اور اپنے کھانے کی چیزیں میں نے اس کے سامنے
پیش کیں۔ اس نے ان میں سے کھایا اور رات تک ہم دونوں بیٹھے رہے۔ پھر میں نے
کہا اے بیٹے عبادت شرکت کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتی ہمارے قریب ایک اور غار تھا
اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تو اس میں جا بیٹھ۔ وہ شخص اس میں جا بیٹھا۔ میں تین
دن میں اس سے ایک بار جا کر ملتا تھا۔ اُسے بھی جب بھوک لگتی تو غار سے نکل کر مباح
چیزیں کھاتا اور پھر غار میں چلا جاتا۔ ہمارے پاس ایک چشمہ بھی تھا۔ گھوڑا بھی دن
بھر چرتا اور شام کے وقت ہمارے پاس آ رہتا ایک دن وہ جوان گھبرایا ہوا میرے
پاس آیا۔ میں نے دریافت کیا کہ تیرا کیا حال ہے کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ
میرے ماں باپ تیجھے تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ گشت کر رہے ہیں اور ان کے
ہاتھوں میں دو چراغ جل رہے ہیں۔ جب وہ میرے قریب آتے ہیں تو ایک شخص جس کے
ہاتھ میں ایک بہت بڑا ہیرا ہے نکلتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ میں تم سے خدا کے
واسطے سوال کرتا ہوں کہ تم اپنے لڑکے سے راضی ہو جاؤ اور اُسے خدا کے واسطے چھوڑ دو
کیونکہ وہ خدا کی طرف بھاگ نکلا ہے اور مجھ سے یہ ہیرا لے لو۔ وہ شخص یہی کہتا رہا حتیٰ کہ
انھوں نے کہا کہ ہم اس سے راضی ہیں اور مجھ سے کہا کہ یہ ہیرا تیرے لیے بشارت ہے
میں اس حالت میں بیدار ہوا۔ میں نے کہا اے بیٹے یہ تمھاری توبہ کا نتیجہ ہے جو اللہ نے
تمھیں دکھایا ہے۔ میرا قول سن کر وہ خوش ہوا اور ایک مدت تک ہم اسی حالت پہ
رہے۔ ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ میرے مکان
میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ تو اور وہ جوان دونوں شہر میں جاؤ تاکہ لوگوں کو تم سے

نفع ہو اور تمھیں بھی فائدہ پہنچے۔ صبح ہوتے ہی میں اس جوان کے پاس گیا اور خواب کی خبر کی اس نے کہا حضرت میں نے بھی رات خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک رسّی ہے اور ایک خوب صورت آدمی میرے داہنی جانب کھڑا ہوا اُسے کھول رہا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ جو کچھ تم کو حکم دیں اس پر عمل کرو۔ میں نے کہا صاحبزادے اس پر خدا کا شکر ہے چنانچہ میں اور وہ دونوں پہاڑ سے اتر کر دیار بکر ایک شہر میں گئے اور گھوڑا بھی ہمارے پیچھے پیچھے چلا اور شہر کی ایک خانقاہ میں پہنچے۔ اس کے شیخ کا دو دن پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ جب ان لوگوں کی نظر مجھ پر پڑی تو کہنے لگے یہی شخص ہے۔ میں خاموش رہا ان لوگوں نے کہا یا شیخ کیا آپ اس جگہ رہیں گے۔ پھر ایک خوبصورت شیخ تشریف لائے اور مجھے سلام کر کے کہنے لگے۔ حضرت خدا کے واسطے ہمارے پاس قیام فرمائیں۔ میں نے کہا اللہ کو اختیار ہے۔ اس روز ایک فقیر ہمارے یہاں آیا تھا تو اس کو ہم نے گھوڑا دے دیا اور اس کا قصّہ بھی بیان کر دیا اور میں اور وہ جوان ان کے پاس بیس برس تک خانقاہ میں رہے۔ کسی کو اس جوان کا قصّہ معلوم نہ ہوا نہ یہ خبر ہوئی کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ حتّیٰ کہ وہ مر گئے۔ میں اس کے بعد حج کے ارادے سے چلا اور میری نیت یہ تھی کہ بیت اللہ کی مجاورت کروں۔ راوی کہتے ہیں کہ شیخ تین سال مکہ معظمہ میں رہے۔ اس کے بعد آپ نے وفات پائی اور بطحا میں دفن ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔

۲۵۔ حضرت مالکؒ بن دینار سے ایک نوجوان کی التجا

حضرت مالکؒ ابن دینار فرماتے ہیں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ اس کے چہرۂ نورانی سے دعا کی قبولیت کے آثار ظاہر ہیں اور اس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے ہیں میں نے اُسے پہچانا کہ بصرہ میں اسے مالدار دیکھا تھا مجھے اس کی پریشان حالی پر سخت رنج ہوا اور اس حال میں دیکھ کر رونے لگا اُس نے بھی مجھے دیکھ کر پہچانا اور رو دیا پھر اس نے مجھے سلام کیا اور کہا مالک خدا کے واسطے اپنے وقتِ خاص خلوت میں مجھے ضرور

یاد رکھنا اور خدا سے میرے حق میں توبہ اور مغفرت کی دعا کرنا۔ امید ہے کہ تمھاری دعا کی برکت سے وہ رحیم و کریم مجھ پر رحم فرمائے اور میرے گناہ معاف کر دے۔ مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ چل دیا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ جب حج کا زمانہ آیا میں مکہ معظمہ کو روانہ ہوا اور وہاں پہنچا۔ ایک دن مسجد حرام میں تھا کہ لوگوں کے مجمع پر نظر پڑی اور اس مجمع میں ایک جوان نظر آیا جو زار و قطار رو رہا تھا اور اس کے رونے کی کثرت سے لوگ طواف سے رکے ہوئے تھے میں بھی لوگوں کے ساتھ ٹھہر کر اُسے دیکھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ یہ تو میرا دوست ہے میں اُسے پا کر بہت خوش ہوا اور اُسے سلام کیا۔ کہا شکر خدا کا اللہ تعالیٰ نے تیرے خوف کو امن سے بدل دیا اور جو تیری تمنا تھی تجھے دیدی۔ مالکؒ کہتے ہیں میں نے کہا تجھے خدا کی قسم سچ بتا، تیرا کیا حال ہے۔ تو اپنے حال سے مجھے مطلع کر۔ جواب دیا سب خیریت ہے اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے بلایا اور میں آیا اور جو کچھ مانگا سو پایا۔ مالکؒ فرماتے ہیں میں طواف میں مصروف ہوا اور وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر میں نے اُسے نہ دیکھا اور نہ کچھ خبر پائی۔

۲۶۔ توبہ کا باعث عبرت واقعہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں تھے کبھی کبھی ان آیات و علامات خداوندی کا جو خدا نے اپنے خاص بندوں اور اپنے دوستوں کو عطا فرمائی ہیں ذکر کرتے تھے۔ ایک شخص نابینا ہمارے قریب رہتا تھا جو کچھ ہم کہتے وہ سنتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ہمارے پاس آیا اور کہا مجھ کو تمھاری باتوں سے اُنس پیدا ہو گیا ہے۔ صاحبو! میرے بال بچے تھے میں جانب بقیع لکڑی لینے گیا۔ وہاں ایک جوان بلا قمیص کتان کا پہنے ہوئے ہاتھ میں موتی لیے میں نے اپنے جی میں کہا یہ مالِ مفت ہاتھ سے نہ جانا چاہیئے اور اس کے کپڑے اتار لینے کا قصد کیا۔ میں نے اس سے کہا اپنے کپڑے اتار دے۔ اس نے کہا خدا کی حفاظت میں چلا جا۔ میں نے اس سے دو مرتبہ بلکہ تین مرتبہ یہی سوال کیا اس نے کہا تو میرے کپڑے ضرور لے گا میں نے کہا ہاں ضرور لوں گا۔ پھر اس جوان نے اپنی دو انگلیوں

سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا دونوں آنکھیں نکل کر گر پڑیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم تم کون ہو۔ کہا میں ابراہیم خواصؒ ہوں میں کہتا ہوں ابراہیم خواصؒ نے چور کو اندھا ہونے کی بددعا دی اور ابراہیم ادہمؒ نے اپنے مارنے والے کے حق میں جنت کی دعا کی۔ وجہ اس کی یہ ہے شیخ ابراہیم خواصؒ نے دیکھا کہ چور بغیر اندھا ہوئے توبہ نہ کرے گا یہ دنیا کا عذاب اس کے حق میں مناسب نہ سمجھا اور شیخ ابراہیم ادہمؒ کو اس مارنے والے کو ایذا دینے میں اس کا توبہ کرنا معلوم نہ ہوا لہٰذا براہ کرم وجوانمردی اس کے حق میں نیک دعا فرمائی۔ ان کی دعا کی برکت سے اس شخص کو برکت وخیر حاصل ہوئی اور توبہ و استغفار و عذر کرتا ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابراہیم بن ادہم نے فرمایا وہ سر جو محتاجی اور عذر خواہی کا تھا میں بلخ میں چھوڑ آیا۔ یعنی تکبر ریاست کا اور غرور شرافت کا میرے دماغ میں اس وقت تھا جبکہ میدانِ تکبر وخودبینی میں جب جاہ و زینت دنیا کے گھوڑے پر سوار ہو کر سلطنت بلخ میں دوڑتا پھرتا تھا اور اب تو میرے سر سے یہ سب نکل گیا اور بعوض تکبر وخود پسندی کے ذلت و عاجزی و تواضع لے لی اور احمقوں کی خلعت جو غرور کے سوت سے بنی گئی تھی میں نے اتار ڈالی۔ کمینوں کا زیور جو کہ نحوست وحیرانی وشادمانی کے تانے بانے سے بنایا گیا ہے اتار پھینکا اور بعوض اس کے مجھ کو وہ خلعت عطا ہوا ہے جس میں شرافت ابدی ہے اور اہلِ تحقیق اور صاحبانِ خضوع کے زہد و پرہیز کے سوت سے جو توفیق کے تکلے پر کتا ہے۔ بنا گیا ہے۔ مجھ کو وہ زیور مرحمت ہوا ہے جس کو اولیاء اللہ پہنتے ہیں اور وہ زیور معرفت کے جواہر، ادب کے یاقوتوں، نیک عادات کے اہل طریق سے مرصع ہے اور مجھ کو شرابِ محبت اور مشاہدۂ جمالِ دوست کے فرش پر بٹھا کر پلائی گئی ہے جبکہ مجھ کو بادشاہ حقیقی کا قرب حاصل ہو گیا۔ اب مجھ کو ایک ادنیٰ خادم کی خطا سے جو میرے لشکر کا سپاہی ہو کیا پرواہ ہے اور جبکہ لیلیٰ اپنے مجنوں کی جانب ملتفت ہو کر اس کے حالِ زار پر متوجہ ہوا ور اپنے دوست کو بلند جگہ عنایت کرے۔ اپنے قیمتی جمال کی خوبی کے مشاہدے میں مشغول رکھے تو اس وقت اگر کتا لیلیٰ کے قبیلہ کا بھونکے یا حملہ کرے مجنوں کو کیا غم ہے۔

۲۷۔ ذکر و استغفار کی جزا کا قصہ نمبر

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن گاؤں کے ارادہ سے چلا راہ میں ایک کمسن نوجوان ملا جس کا جسم نہایت لاغر گرد آلود تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور وہ صحرا میں بیٹھے ہوئے دو قبروں کے درمیان کی خاک میں اپنے رخسار مل رہا تھا اور گھڑی گھڑی آسمان کی طرف دیکھتا بھی جاتا تھا اور اپنے ہونٹ ہلاتا جاتا تھا اس کے آنسو رخساروں پہ جاری تھے اور ذکر و استغفار اور دعا میں ایسا مشغول تھا کہ اور کوئی مشغلہ اس کو تسبیح و تقدیس اور تحمید و تمجید و تعظیم سے باز نہیں رکھتا تھا۔ جب میں نے اس جوان کو اس حالت پہ دیکھا تو میرا قلب اس کی طرف مائل ہوا۔ اور اس کی ملاقات کو چلا، اور میں اپنا راستہ چھوڑ کر اس کی طرف ہوا۔ اس نے جب مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر بھاگنے لگا۔ میں پھر اس کے پیچھے بھاگا کہ شاید میں اُسے پکڑ لوں لیکن نہ ہو سکا۔ میں نے کہا اے ولی اللہ مجھ پہ مہربانی کرو۔ اس نے کہا قسم ہے اللہ کی ہرگز نہ کروں گا۔ میں نے کہا خدا کے واسطے ٹھہر جاؤ۔ اس نے انگلی سے اشارہ کیا نہیں اور زبان سے اللہ کہا۔ میں نے کہا اگر تیرا قول سچا ہے تو اپنی سچائی جو اللہ کے ساتھ ہے دکھاوے فوراً ہی اس نے چلا چلا کر اللہ اللہ اللہ کہا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے قریب جا کر اُسے ہلایا تو وہ مر گیا تھا میں متفکر ہوا اور اس حال اور صدق سے متعجب ہوا اور جی میں کہا تحقیق یختص برحمتہ من یشاء یعنی اللہ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرے۔ پھر لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتے ہوئے اس کی تجہیز و تکفین کی تیاری کی نیت سے ایک قبیلۂ عرب کی طرف گیا جب میں وہاں سے لوٹا تو وہ میری نظر سے غائب ہو گیا۔ میں نے اُسے بہت ڈھونڈا لیکن کچھ پتہ نہ ملا۔ نہ کوئی خبر ملی۔ میں نے جی میں کہا یہ جوان مجھ سے غائب ہو گیا۔ مجھ سے پہلے اس کا سامان کرنے والا کون آ گیا جو اُسے اٹھا کر لے گیا۔ اتنے میں ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا اے شبلی تو اس جوان کی فکر سے بچ گیا اس کا کام فرشتوں نے کیا تو اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہ اور صدقہ زیادہ کیا کر۔

کیونکہ یہ جوان بھی اس مرتبہ پر ایک دن کے صدقہ سے پہنچا ہے جو ساری عمر میں ایک بار کیا تھا۔ میں نے کہا میں خدا کے لیے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ کیا صدقہ تھا اس نے کہا اے شبلی یہ شخص اپنی اوائل عمر میں نافرمان، گنہگار، فاسق اور زانی تھا۔ اللہ کی جانب سے اُسے ایک خواب نظر آیا جس سے وہ گھبرایا اور پریشان ہوا کہ اس کا ذکر اژدہا بن گیا اور اس کے منہ کے اطراف گھیرا لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر اس اژدہے کے منہ سے شعلے نکل کر اس کے منہ میں جانے لگے اور وہ شخص جل کر کوئلہ ہو گیا۔ یہ خواب دیکھ کر گھبرایا ہوا خوف زدہ اٹھا اور سب تعلقات چھوڑ کر بھاگ نکلا اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو گیا اُسے تعلقات منقطع کیے ہوئے آج بارہ سال ہوئے اور وہ اسی طرح تفرع وزاری اور خضوع وخشوع میں معروف تھا۔ کل ایک سائل نے اس کے پاس آکر ایک دن کی خوراک کا سوال کیا اس نے اپنے کپڑے اُسے اتار دیئے وہ سائل بہت خوش ہوا اور ہاتھ اٹھا کر اس کے لیے دعا مغفرت کی۔ حق تعالیٰ نے اس صدقہ کی برکت سے جس سے فقیر کا جی خوش ہوا اس کی دعا مقبول کی چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو سائل صدقہ سے خوش ہو کر دعا کرے اُسے غنیمت جانو۔

۲۸۔ تین ڈاکوؤں کا واقعہ

حضرت ابو یزید قرطبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے ایک بار سفر کیا اور ہمارے ہمراہ ایک گاؤں کے ایک نیک آدمی تھے۔ ہم خندق پر پہنچے جس میں بہت سے درخت تھے اس شخص کو آثار قدیمہ کی واقفیت تھی۔ انھوں نے کہا کہ یہ خندق آبادی ہے۔ ہم خندق میں اترے اور سرعت سے چھپتے ہوئے خندق سے دوسری جانب چلے۔ جب ہم نے درختوں کو قطع کیا اور آپ آگے بڑھے تو ہم نے تین آدمی ہتھیار بند دیکھے جو ہم پر حملہ کرنے کے واسطے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہم جمع ہوئے اور ہم نے کہا کیا تجویز کرنا چاہیے اسی بدوی نے کہا کہ اپنا کام اصل کی طرف راجع کرو۔ کیا تم اللہ کی طرف نہیں نکلے ہو۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ کہا پھر اپنا کام اللہ کے سپرد کر دو اور میرے پیچھے چلے آؤ اور تم میں سے

کوئی دائیں بائیں نہ دیکھے چنانچہ وہ شخص آگے ہو چلا اور ہم لوگ سب اُن کے پیچھے چلے۔
اور جو رستہ سے ہٹے ہوئے ہمارے برابر چلتے تھے۔ ہم چلنے میں ان سے آگے نکل گئے اور وہ لوگ ہمارے محاذ سے پیچھے رہ گئے میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے تھا۔ میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے ہم کو اپنے نیزوں کی نوک پر لے لیا ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ان لٹیروں نے تو ہمیں پا لیا اور وہ شخص بدوی اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا تھا۔
میری بات سن کر وہ کھڑا ہو گیا اور پھر کے دیکھا۔ جب وہ لوگ نظر آئے تو کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اے اللہ ان شیاطین کے شر ہم سے دور کر دے میں نے کہا دیکھو ہم کیا کریں۔ اُس نے کہا ہم کیا کریں۔ میں نے کہا یہ چاشت کا وقت ہے اور نفل نماز میں جماعت جائز ہے۔ میں آگے بڑھ کے تمھیں نماز پڑھاتا ہوں اس وقت وہ لوگ آگے نکل جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کہا اے ابو یزید ہمیں حاجت ہے کہ ہم ان سے پوشیدہ ہو جاویں میں نے کہا تم جانو۔ اتنے میں انھوں نے ہاتھ اٹھا کر دو انگلیوں انگشت شہادت اور وسطی سے ان ڈاکوؤں کی طرف اشارہ کر کے کہا کھڑے رہو۔ میں نے انھیں دیکھا کہ کھڑے ہو گئے اور کوئی ان میں سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا نہ اپنے ساتھیوں سے مل سکتا تھا۔ جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔
ہم آگے چلے اور اس شخص نے اس کے بعد کچھ نہ کہا۔ پھر جب ہم ایک درّہ میں پہنچے اور دوسری ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں پر وہ ہمیں پکڑ نہیں سکتے تھے۔ وہ شخص کھڑے ہوئے ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے پھر کہا کہ دیکھو ان شیاطین کو کہ ابھی تک اسیطرح کھڑے ہیں۔ واللہ اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو انھیں اسی حالت پر چھوڑ کر چلا جاتا لیکن اے اللہ ہمارا واقعہ ان کے لیے سبب توبہ کا کر دے۔ پھر ان کی طرف اشارہ کیا جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب کے سب زمین پر بیٹھ گئے اور ساتھیوں سے باتیں کرنے لگے۔ پھر جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ گئے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کی توفیق دی اور وہ تائب ہو گئے۔

۲۹۔ نیک بندوں کے بارے میں بدگمانی پر توبہ

ایک صالح بزرگ سے روایت ہے کہ میں نے شیخ ابوالفضل ابن جوہری مصری کی خبر سُنی اور آپ کی زیارت کے قصد سے اپنے شہر سے چلا۔ جمعہ کے روز شہر مصر میں داخل ہو کر شیخ کی مجلسِ وعظ میں حاضر ہو کر سامعین میں شریک ہوا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ نہایت خوبصورت بلیغ آدمی اور لباسِ فاخرہ اور عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے اور عمامہ خوش رنگ اور ایسی ہی ایک چادر تھی۔ ان کی ہمت بڑھی ہوئی تھی اور قبا کشادہ تھی یا یہ کہا کہ دنیا اُن کے پاس بہت کشادہ تھی۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ ابن جوہری ہیں جن کی نسبت بہت کچھ کہا جاتا ہے اور ان کے صلاح اور دین اور پرہیزگاری کی شہرت گشت کرتی پھرتی ہے اور ان کے صفاتِ حمیدہ اور قوتِ ایمانی اور کمالِ یقین مشہور ہے اور ان کا یہ لباس اور ان کی یہ ہیئت و آرائش ہے میں متعجب رہ گیا اور انھیں اس حال پر چھوڑ کر چلا گیا جب میں مصر کے کوچہ اور بازاروں سے گذر رہا تھا تو میں نے ایک عورت کو چیخ و پکار مچاتے ہوئے سُنا۔ وہ رو رہی تھی۔ گریہ وزاری کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی وامصیبتاہ وابنتاہ وافضیحتاہ۔ میں اس کے غل پر رحم کھا کر اس کے پاس گیا اور پوچھا اے عورت تجھے کیا ہو گیا ہے اور تیرا کیا قصہ ہے۔ اس نے کہا حضرت میں ایک پردہ نشین عورت ہوں اور میری ایک لڑکی کے سوا کوئی اولاد نہیں ہے اور میں نے بڑی کوشش سے اس لڑکی کی پرورش کی اور دل وجان سے اس کی حفاظت کی۔ حتیٰ کہ وہ جوان ہوئی اس کی ایک نیک بخت صالح مسلمان سے میں نے منگنی کی۔ جب میں سمجھ گئی کہ وہ اس کا ہمسر اور کفو ہے تو اس کے ساتھ میں نے اس لڑکی کا عقد کر دیا۔ آج اس کی رخصت کی رات ہے اور آج ہی اس پر جن کا اثر ہو گیا ہے اور اس کی عقل جاتی رہی ہے میں نے اس پر شفقت کر کے کہا کچھ مت ڈر اس کا علاج کر دینا مجھ پر ہے اور اس کی حالت کی اصلاح کرنا میرے ذمہ ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کی برکت سے۔ یہ سن کر اس

عورت کی پریشانی کچھ دور ہوئی اور وہ میرے آگے ہوئی اور میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا حتیٰ کہ وہ عظیم الشان خوبصورت مکان میں مجھے لے گئی اور اندر آنے کی اجازت دی۔ میں اس مکان میں گیا۔ دیکھا قسم قسم کی چیزیں جو بیاہ شادی میں اور بچوں والے گھروں میں ہو سکتی ہیں وہاں موجود تھیں۔ اس نے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک لڑکی نظر آئی جو کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف دیکھتی تھی اور اس پر خدا کے حکم سے جن کا اثر ہو گیا تھا اور وہ بڑی خوبصورت تھی۔ میں نے قرآن شریف کی دس آیتیں ساتوں قراءتوں کے ساتھ اس پر پڑھ کر دم کیں اس وقت جن فصیح زبان میں جسے نزدیک اور دور کے سب لوگ سنتے تھے کہنے لگا اے شیخ ابوبکر تم سات قراءتوں سے قرآن پڑھ کر ہم پر فخر نہ کرو ہم ستر قسم کے جن ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیرِ ذات العلم کے روز مسلمان ہوئے تھے۔ آج ہم شیخ صالح ابوالفضل بن جوہری کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرنے کی غرض سے آئے تھے جن کی تم نے حقارت کی اور ان کی نسبت بدگمانی کی۔ خدا سے استغفار کرو اور اپنی غفلت کا توبہ سے تدارک کرو۔ ہم اس راستہ سے جا رہے تھے تو اس لڑکی نے ہم پر ...ست پھینکی جبکہ ہم نماز کے لیے اس کے گھر پر سے گذر رہے تھے چنانچہ سب ساتھی ...ڑ گئے اور میرے کپڑے نجس ہو گئے اور حضرت شیخ صالح ابوالفضل کے پیچھے میں نماز پڑھنے سے محروم رہا۔ میں نے غصہ میں آ کر یہ کیا جو تم نے دیکھا۔ میں نے کہا اس شیخ صالح کی حرمت سے جن کے پیچھے تم نماز ادا کرنے آئے تھے اس پر سے اتر جاؤ۔ کہا بہت اچھا۔ جن نے سن لیا اور مان لیا اور اسی وقت اس پر سے اتر گیا اور وہ لڑکی اسی وقت اچھی ہو گئی اور منہ پر اسی وقت مجھ سے شرما کر برقعہ ڈال لیا۔ گویا اسے ...ھ بھی نہ تھا ...ں ... و ... دہ بہت خوش ہوئی اور کہا خدا تمہیں نیک جزا دے اور ...یا کہ تم نے ہماری عیب پوشی کی۔ خدا تمہاری عیب پوشی کرے میں پھر اسی وقت ...ن طرف ہوا اور عزم حضرت شیخ صالح کی زیارت کا کر لیا۔ جب مجھے شیخ نے اپنی ...انت سے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا اھلاً وسہلاً۔ شیخ ابوبکر تمہیں ہماری ...ت کا یقین نہ ...و۔ جب تک کہ جن نے یہ خبر نہ دی۔ ان کی یہ بات سن کر میں بیہوش ہو کر گر پڑا پھر

ایک مدت تک شیخ کے یہاں وعظ سنتا رہا اور ان کی صحبت میں ہی رہ گیا۔ اور خانقاہ کے ایک حجرے میں رہتا تھا اور اللہ سے توبہ کر لی کہ کراماتِ اولیاء سے کبھی انکار نہ کروں گا۔

۳۰۔ بار بار توبہ کا ایک واقعہ

سیدنا موسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ میں ایک آدمی تھا جو توبہ کر کے توڑ دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف وحی فرمائی کہ اس شخص سے کہہ دو کہ وہ آئندہ توبہ کر کے نہ توڑے ورنہ میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا اور اسے سخت عذاب دوں گا۔ یہ پیغام سن کر وہ شخص چند روز تو اپنی عادت کے خلاف صبر سے رہا لیکن پھر توبہ سے گیا اور نافرمانی پہ اتر آیا اس پہ اللہ عزّ وجل نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی وساطت سے پھر وحی بھیجی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نافرمان بندے سے ناراض ہے۔

موسیٰ علیہ السلام سے یہ پیغام سن کر وہ اللہ کا عاصی بندہ جنگل کی طرف نکل گیا۔ اور تنہائی میں یوں اللہ عزوجل سے مخاطب ہوا "اے پروردگار! تونے موسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے یہ پیغام بھیجا ہے۔ کیا تیرے بخشش کے خزانے ختم ہو گئے یا میری نافرمانی سے تجھے کوئی نقصان پہنچا ہے کیا تو اپنے بندوں پہ بخل سے کام لیتا ہے کیا کوئی گناہ تیرے عفو و کرم سے بڑا ہے۔ جب عفو و کرم تیری صفت ہے۔ پھر تو مجھے نہیں بخشے گا۔ اگر تو اپنے بندوں کو ناامید کرے گا تو وہ کس دروازے پہ جائیں گے۔ تیرے در سے ٹھکرائے ہوئے کس کی پناہ تلاش کریں گے۔ اے الہی! اگر تیری رحمت ختم ہو چکی ہے اور تیرا عذاب مجھ پہ لازم ہو گیا ہے تو اپنے تمام بندوں کے گناہ مجھ پہ ڈال دے میں ان سب کے لیے اپنی جان قربان کرتا ہوں۔"

اس پہ اللہ عزوجل کی رحمت جوش میں آئی اور موسیٰ علیہ السّلام کے ذریعہ اس آدمی کو پیغام بھیجا کہ "اے میرے گنہگار بندے! تو میری رحمت سے ناامید نہیں ہے اگر تیری خطاؤں سے زمین اور آسمان کے درمیان کی فضا بھی بھر جائے تو بھی میں تجھے بخش دوں گا۔ کیونکہ تو میری رحمت کا ملہ اور عفو عام کا اعتراف کرتا ہے۔"

۳۱۔ بنی اسرائیل کے ایک شخص کی توبہ کا واقعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے۔ آخر وہ توبہ کی غرض سے نکلا اور ایک زاہد و عابد کے پاس حاضر ہوا اپنا حال بتا کر توبہ کی قبولیت کا راستہ پوچھا تو اس نے کہا کہ تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی اس نے اس عابد کو بھی قتل کر دیا اور پھر کسی اللہ والے کی تلاش شروع کر دی چنانچہ ایک شخص نے اسے کہا کہ تو فلاں گاؤں چلا جا کہ وہاں ایک بزرگ عالم ہے جو تجھے توبہ کا طریقہ بتلائے گا۔ اس پر وہ اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ جب آدھی رات طے کر لی تو اس کی موت آگئی اور اس نے اپنا سینہ اس گاؤں کی طرف جھکا دیا۔

اس وقت رحمت اور موت کے فرشتے اس کے پاس جمع ہو گئے اور عذاب کے فرشتوں نے اسے قاتل اور مجرم ٹھہرایا لیکن رحمت کے فرشتوں نے اسے تائب بنایا کیونکہ وہ توبہ کے لیے اس گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔ چنانچہ اس کی بستی اور جس بستی کو جا رہا تھا دونوں کا فاصلہ اس سے ناپنے کا حکم ہوا اور ساتھ ہی اللہ نے اس عالم کی بستی کو قریب ہونے کا حکم دیا چنانچہ وہ اس بستی کے بالشت بھر قریب نکلا اس طرح اللہ عزوجل نے اس کی بخشش کے سامان پیدا کر دیئے اور اس کی روح رحمت کے فرشتے لے گئے۔ مشکوٰۃ ص۲۰۳

دوستو! بیشک اللہ سے بخشش طلب کی جائے تو وہ اپنے گنہگار بندوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ خواہ اس کے گناہ سے زمین و آسمان کے درمیان کی فضا کیوں نہ بھری ہوئی ہو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کو بخشنے میں کوئی عار نہیں اور وہ بخشنے پہ آئے تو خطاؤں کے سمندر بھی بھرے ہوں تو بخش دیتا ہے اور تائب کو پاک کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ توبہ سچے دل سے کی جائے اور محبت الٰہی میں دل موجزن ہو۔ اللہ عزوجل کی بڑائی اور عظمت کا دل میں خیال رہے۔

۳۲۔ بچے کے بچپن کا نصیحت آموز واقعہ

حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بصرے کی راہ میں مجھے چند لڑکے ملے جو اخروٹ

واخروٹ وبادام سے کھیل رہے تھے ان سے علیحدہ ایک لڑکے کو دیکھا جو ان لڑکوں کو دیکھ دیکھ کر رو رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا شاید یہ لڑکا ان کے پاس اخروٹ وبادام دیکھ کر رو رہا ہے اس کے پاس کھیلنے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میں نے کہا میاں لڑکے کیوں رو رہے ہو میں تمھیں اخروٹ وبادام لے دوں گا تم ان سے کھیلنا۔ اس لڑکے نے میری طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہا اے کم عقل ہم کھیل کود کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ میں نے کہا اے صاحبزادے پھر کس لیے پیدا ہوئے ہیں کہا علم حاصل کرنے اور خدا کی عبادت کے لیے۔ میں نے کہا یہ کہاں سے تمھیں معلوم ہوا۔ خدا تمھاری عمر میں برکت دے۔ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ "کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہمارے پاس آؤ گے۔" میں نے کہا صاحبزادے تم تو مجھے عقلمند معلوم ہوتے ہو کچھ مختصر سی نصیحت کرو۔ کہا دنیا چل چلاؤ پر کمربستہ آمادۂ سفر ہے۔ نہ دنیا کسی کے واسطے رہنے والی ہے اور نہ کوئی شخص دنیا میں باقی رہے گا۔ دنیا کی زندگی اور موت انسان کے واسطے ایسی ہے جیسے دو گھوڑے تیز رفتار یکے بعد دیگرے آنے والے ہوں۔ اے دنیا کے فریفتہ دنیا چھوڑ اور سامان سفر اس میں درست کر۔ حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں وہ لڑکا یہ کہہ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور ہاتھوں سے اشارہ کیا اور آنسو اس کے دونوں رخساروں پر موتیوں کی لڑیوں کی طرح گرنے لگے۔ یہ الفاظ کہنے پر وہ لڑکا بیہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے اس کا سر اپنی گود میں لے لیا اور اپنی آستین سے اس کے چہرے کی خاک صاف کی۔ جب ہوش میں آیا میں نے کہا صاحبزادے تمھیں کیا ہوا ہے تم تو ابھی بچے معصوم ہو۔ کوئی گناہ تمھارے نام نہیں لکھا گیا۔ کہا بہلول مجھے چھوڑ دو میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ آگ جلاتے میں جب تک چھوٹے چھوٹے تنکے گھاس پھوس بڑی لکڑیوں میں نہیں ملاتی آگ روشن نہیں ہوتی۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ دوزخ کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ کہیں میں نہ ہوں۔ پھر میں نے کہا صاحبزادے تم بڑے ہی عقلمند ہوشیار ہو۔ مجھ کو مختصر سی کچھ اور نصیحت کرو۔ کہا افسوس میں غفلت میں رہا اور موت پیچھے آ رہی ہے آج نہ گیا تو کل تو ضرور جانا ہے۔ دنیا میں اپنے جسم کو نرم و نفیس پوشاک میں چھپایا تو

کیا فائدہ۔ آخر کو مرنے کے بعد گل سڑ کر خاک ہو جانا ہے اور قبر میں خاک کا اوڑھنا اور خاک کا ہی بچھونا ہے۔ ہائے مرتے ہی سب خوبی حسن و جمال جاتا رہے گا اور ہڈیوں پر گوشت و پوست کا نشان تک نہ رہے گا۔ وائے صد وائے عمر گذر گئی اور کوئی مراد حاصل نہ ہوئی۔ نہ میرے ساتھ کوئی سفر کا توشہ۔ اور میں اپنے حاکم و مالک کے روبرو اس حال میں کھڑا ہوں گا کہ گناہوں کا بار سر پہ ہوگا دنیا میں ہزار پردوں میں خدائے کریم کی نافرمانی کر کے گناہ کیے۔ مگر قیامت میں وہ سب عالم الغیوب کے سامنے ظاہر ہوں گے کیا دنیا میں خدا کے غضب سے بے خوف ہو کر گناہ کرتا تھا۔ نہیں بلکہ اس کی مغفرت اور بردباری پر تکیہ تھا وہ ارحم الراحمین چاہے عذاب دے چاہے محض اپنے کرم سے درگذر فرمائے۔ حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں جب وہ لڑکا وعظ کہہ کر خاموش ہوا میں بیہوش ہو کر گر پڑا اور وہ لڑکا چل دیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو ان لڑکوں میں تلاش کیا کہیں پتہ نہ پایا۔ لڑکوں سے جب اس لڑکے کا حال دریافت کیا تو بولے تم نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا نہیں، کہا یہ لڑکا حضرت سیدنا حسین ابن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی اولاد سے ہے میں نے کہا مجھے احساس تھا کہ یہ کسی ایسے ہی بڑے عظیم الشان درخت کا پھل ہوگا۔

۳۳۔ حضرت امام جعفر صادقؓ کا ایک واقعہ

حضرت شفیق بلخی فرماتے ہیں کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کے ارادہ سے گھر سے چلا۔ قادسیہ میں پہنچا تو وہاں میں نے لوگوں کی زینت اور کثرت دیکھی کہ اچانک ایک خوبصورت نوجوان پر نظر پڑی نفیس لباس پہنے تھا اوپر سے اونی چادر اوڑھے ہوئے پاؤں میں جوتی لوگوں سے الگ بیٹھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ جوان صوفی ہے لوگوں پہ بار ہوگا میں اس کے پاس ضرور جاؤں اور اسے دھمکاؤں۔ میں اس کے قریب گیا۔ جب اس نے مجھے متوجہ پایا کہا اے شفیق گمان کرنے سے بچو۔ بعض گمان گناہ ہے اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے اپنے جی کہا یہ بڑا کام ہے جو میرے جی میں تھا کہہ دیا اور میرا نام لیا۔ یہ تو کوئی مرد صالح معلوم ہوتا ہے۔ میں اس سے ضرور ملوں گا اور میں اس سے بدگمانی صاف کراؤں گا۔ میں اس کے پیچھے چل دیا

مگر اُسے نہ پایا اور میری نظر سے غائب ہو گیا۔ جب ہم مقام واقصہ میں اترے تو اس کو نماز میں پایا۔ اس کے اعضا کانپ رہے تھے اور آنسو جاری تھے۔ میں نے کہا یہ تو وہی میرا دوست ہے۔ میں اس سے مل کر اپنا قصور بدگمانی کا معاف کراؤں۔ میں نے کچھ دیر صبر کیا اور وہ فارغ ہو کر بیٹھا۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جب مجھے آتے دیکھا کہا اے شقیق یہ آیت پڑھ۔ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ الخ جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور راہ پائے میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں۔ پھر مجھے چھوڑ کر چلتا بنا۔ میں نے کہا یہ جوان ضرور ابدال ہے میرے دل کی بات دو مرتبہ بیان کر دی۔ جب ہم منیٰ میں اترے تو میں نے اسی جوان کو دیکھا ہاتھ میں کوزہ لیے پانی کے واسطے کنویں پر کھڑا ہے اس کے ہاتھ سے کوزہ کنویں میں گر پڑا میں اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس جوان نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا خداوندا اے میرے مالک تو خوب جانتا ہے میرے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں مجھ سے یہ گم نہ کر۔ شقیق فرماتے ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر تک اُبل آیا۔ اس جوان نے اپنا کوزہ لے کر پانی سے بھرا اور وضو کر کے نماز کے لیے کھڑا ہوا۔ نماز ادا کرنے کے بعد ریت کے ایک ٹیلے کی طرف گیا اور بالو اٹھا اٹھا کر کوزے میں بھرتا تھا اور ہلا ہلا کر بار بار پیتا تھا میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا اپنا جوٹھا مجھے عنایت کیجئے۔ کہا اے شقیق خدا کی نعمتیں، ظاہری باطنی ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنے پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھو پھر مجھ کو کوزہ دیا۔ میں نے اس میں سے پیا ستو اور شکر اس میں گھلے ہوئے تھے۔ خدا کی قسم اس سے لذیذ اور خوشبودار کبھی کوئی چیز میں نے نہ پی ہو گی۔ میری بھوک پیاس جاتی رہی اور کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا۔ کھانے پینے کی خواہش نہ ہوئی پھر راہ میں مجھ کو وہ جوان نہ ملا یہاں تک کہ قافلہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ ایک رات متصل پانی کے قبہ کے آدھی رات کے وقت میں نے نماز پڑھتے دیکھا۔ نہایت عاجزی سے نماز پڑھتا تھا۔ رونے کی آواز سنی جاتی اسی حالت میں تمام رات گذر گئی۔ جب صبح ہوئی اپنے مصلے پہ بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا پھر کھڑا ہو کر نماز فجر ادا کی اور سلام پھیر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور حرم سے باہر نکلا میں اس کے

ساتھ ہوا اس کے خادم و غلام نظر آئے راستے میں جس وضع سے تھا یہاں اس کے خلاف پایا۔ لوگ گرد جمع ہو گئے اور سلام کرتے تھے میں نے ایک شخص سے جو اس کے قریب تھا دریافت کیا یہ جوان کون ہے کہا حضرت امام جعفر صادق رضؓ ہیں مجھے سخت تعجب ہوا کہ بے شک یہ عجیب و غریب اللہ کی عنایات انھیں عطا ہوتی ہیں۔

۳۴۔ بادشاہی چھوڑ فقیری میں نام پیدا کر

حضرت ابراہیم ادہمؒ اپنے زمانہ کے بہت متقی بزرگ تھے۔ ابتداء میں آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ بڑی شان و شوکت سے حکومت کرتے تھے۔ ایک رات جبکہ اپنے محل میں محو خواب تھے۔ آپ کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی چھت کے اوپر ٹہل رہا ہے پوچھا تو کون ہے اور یہاں اس وقت کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا آپ کا دوست ہوں اور یہاں اپنا اونٹ تلاش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے کہ شاہی محلات کی چھتوں پر اونٹ آ جائیں۔ اس آدمی نے جواب دیا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جامعہ اطلس پہن کر عیش و عشرت میں خدا مل جائے۔ اس جواب سے آپ پر ایک خوف طاری ہو گیا۔

دوسرے دن آپ دربار عام میں تشریف فرما تھے اچانک ایک بہت بارعب شخص اندر داخل ہوا۔ دربار میں سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ اس سے اس طرح گستاخانہ طور پر اندر آنے کی وجہ پوچھے۔ وہ آدمی تخت شاہی تک پہنچ گیا۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے پوچھا تو کون ہے اور یہاں کس طرح آیا؟ اس نے کہا میں اس سرائے میں ذرا ٹھہرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا یہ سرائے نہیں شاہی محل اور دربار ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ آپ سے پہلے اس محل میں کون رہتا تھا؟ فرمایا میرا باپ۔ پھر پوچھا۔ تمھارے باپ سے پہلے کون تھا۔ فرمایا میرا دادا۔ اسی طرح کئی پشتوں تک پہنچ کر اس نے پوچھا آپ کے بعد یہاں کون رہے گا؟ فرمایا میری اولاد۔ پھر اس آدمی نے کہا ذرا خیال کرو جس مقام میں اتنے آدمی آئیں اور جائیں کسی کا مستقل قیام نہ ہو۔ پھر وہ مقام سرائے نہیں تو کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص باہر آ گیا۔ آپ اس کے پیچھے

دوڑے اور پوچھا آپ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا میں خضر ہوں۔

یہ سنتے ہی آپ کا سکون جاتا رہا۔ آپ باہر ہوا خوری کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے اس وقت آپ نے آواز سنی کہ "ابراہیم اس وقت سے پہلے جاگو جبکہ تمھیں موت کے ذریعہ جگایا جائے۔ چنانچہ آپ تخت و تاج سے دست بردار ہو گئے اور سچی توبہ کر کے اللہ کی تلاش میں نکل پڑے اور اپنے گناہوں پر روتے جاتے تھے جنگلوں اور وادیوں میں سے پاپیادہ گذرتے جاتے تھے اور اللہ سے معافی مانگتے جاتے تھے حتیٰ کہ چالیس سال تک آپ گریہ وزاری کرتے رہے۔

نقل ہے کہ آپ نے ایک درویش کو دیکھا جو مفلسی کی شکایت کرتا جاتا تھا آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے درویشی مفت میں حاصل کی ہے۔ درویش نے پوچھا کیا درویشی کو خریدا بھی جا سکتا ہے۔ فرمایا ہاں میں نے درویشی حکومت بلخ کے عوض خریدی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا دل تین حالتوں میں خدا کی طرف حاضر نہ ہو تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس پر دروازہ بند کیا جا چکا ہے۔ اول تلاوتِ قرآن کے وقت۔ دوم نماز کے وقت۔ سوم ذکرِ الٰہی کے وقت۔

روایت ہے کہ آپ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اے شیخ میں اپنے آپ پر بہت ظلم کر چکا ہوں۔ مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا اگر تم منظور کرو تو چھ باتیں بتاتا ہوں۔

اول یہ کہ جب حق تعالیٰ کی نافرمانی کرو تو خدا کی دی ہوئی روزی نہ کھاؤ۔ اس نے کہا پھر کہاں سے کھاؤں۔ زیبا نہیں کہ جس کی روزی کھاؤ اسی کی نافرمانی کرو۔

دوم یہ کہ جب گناہ کرنے کا ارادہ کرو تو خدا کی بادشاہت سے باہر نکل کر کرو عرض کیا۔ ساری کائنات اسی کی ہے۔ کوئی کہاں جائے۔ فرمایا یہ نامناسب ہے کہ اس کے ملک میں رہ کر گناہ کیا جائے۔

سوم یہ کہ گناہ ایسی جگہ کیا جائے جہاں وہ دیکھ نہ سکے۔ کہا یہ ناممکن ہے۔ وہ تو دلوں کے بھید تک سے واقف ہے۔ فرمایا جب رزق اس کا کھاؤ اور اس کے ملک میں رہو تو

پھر اس کے سامنے گناہ کرنا کہاں تک انصاف پر مبنی ہے۔

چوتھے یہ کہ جب موت کا فرشتہ آئے تو اس سے کہو ذرا توبہ کر لینے کی مہلت دیدے عرض کیا یہ بھی ناممکن ہے۔ وہ میرا کہنا نہ مانے گا۔ فرمایا جب یہ حالت ہے تو اس کے سامنے آنے سے پہلے توبہ کر لینی چاہیئے۔

پانچویں یہ کہ جب قبر میں منکر نکیر آئیں تو ان کو باہر نکال دینا۔ عرض کیا میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ فرمایا پھر ان سوالوں کا جواب دینے کے لیے تیار رہو۔

چھٹے یہ کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد گنہگاروں کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا تم دوزخ میں جانے سے انکار کر دینا۔ عرض کیا یہ بھی ناممکن ہے۔ فرمایا تو پھر گناہ مت کرو۔

ایک اور روایت ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا سبب ہے اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول نہیں کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم خدا تعالیٰ کو جانتے ہو۔ لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو۔ مگر ان کی پیروی نہیں کرتے قرآن کریم پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاتے ہو مگر شکر نہیں کرتے۔ جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لیے ہے مگر اس سے ذرا نہیں ڈرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے نہیں بھاگتے۔ موت کو برحق سمجھتے ہو۔ مگر کوئی سامان نہیں کرتے۔ خویش واقارب کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرتے ہو۔ لیکن عبرت نہیں پکڑتے۔ بھلا جو شخص اس طرح کا ہو اس کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟

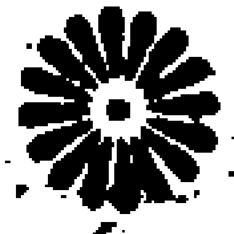
۳۵۔ ابو سلیمانؒ دارانی کی توبہ کا واقعہ

ابو سلیمانؒ دارانی سے حکایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک قصہ خواں کی مجلس میں جایا کرتا تھا۔ اس کے کلام کا میرے دل پر اثر ہوا مگر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو میرے دل پہ کوئی اثر نہ رہا۔ میں دوبارہ اس کی مجلس میں گیا اور اس کا کلام سنا تو میرے دل پہ اس کا اثر راستہ بھر رہا۔ مگر پھر زائل ہو گیا۔ تیسری بار پھر گیا تو اس کا اثر میرے دل پہ گھر پہنچنے تک رہا۔

چنانچہ میں نے مخالفت کے سارے آلات توڑ ڈالے اور طریقت کی راہ پر لگ گیا۔

اس کے بعد انھوں نے یحییٰ بن معاذ کو یہ حکایت سنائی تو فرمایا۔ ایک چڑیا نے کرکی (کونج) کا شکار کر لیا۔ چڑیا سے ان کی مراد قصہ خواں تھا اور کرکی سے ابو سلیمانؒ دارانی۔

ابو حفص حدادؒ سے حکایت کی جاتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی بار اپنا پیشہ چھوڑا مگر پھر وہی پیشہ کرنے لگ جاتا۔ آخر اس پیشہ نے مجھے چھوڑ دیا جس کے بعد پھر میں نے وہ کام نہیں کیا۔



۳

توبہ

۱۔ توبہ کا مطلب توبہ کے لفظی معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں لیکن شرعی اصطلاح میں توبہ کا یہ مفہوم ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کرکے اطاعت کی طرف لوٹے اور اطاعت یہ ہے کہ انسان اپنی عملی زندگی میں احکاماتِ الٰہیہ جو ہمارے سامنے شریعتِ اسلامیہ کی صورت میں موجود ہیں، کی تعمیل کرے اور نافرمانی کو ترک کرے۔

۲۔ حضرت علیؓ کا قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہمارے لیے دو امانتیں ہیں۔ ایک نے پردہ کرلیا یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اور دوسری قیامت تک ہمارے ساتھ ہے یعنی توبہ۔ اگر یہ بھی نہ رہے تو ہم ہلاک ہو جائیں۔ حضرت علیؓ کے اس قول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ توبہ ہی دراصل انسان کا ذریعۂ نجات ہے۔

۳۔ توبہ دراصل گناہ چھوڑنے کا وعدہ ہے توبہ اصل میں گناہ نہ کرنے کا ایک میثاق ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے اور سابقہ گناہوں کو چھوڑنے کا وعدہ کرتا ہے اور آئندہ گناہ ترک کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ وعدہ انسان اللہ سے کسی وقت بھی کر سکتا ہے، عمر کے کسی بھی حصے میں جس وقت انسان کے دل میں گناہ چھوڑنے کا احساس پیدا ہو جائے تو انسان اللہ سے اپنے کیے ہوئے گناہوں پر معافی مانگنے کے لیے توبہ کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور گناہوں سے بچنے کے لیے انسان اللہ سے جو وعدہ کرے گا، وہ وعدہ توبہ کہلائے گا۔

۴۔ توبہ کی جامع تعریف

میرے خیال کے مطابق توبہ یہ ہے کہ انسان اپنی کی ہوئی خطاؤں پر نادم ہو جو برائی وہ کر رہا ہے اسے چھوڑ دے اور آئندہ اس کا ارتکاب نہ کرے اور جو برائی وہ کر چکا ہو اس کی تلافی کی کوشش کرے اور اگر تلافی کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اللہ سے معافی مانگے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے تاکہ اپنی برائی کے داغوں کو دھو ڈالے۔ لیکن توبہ اس وقت تک حقیقی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر نہ ہو۔ کسی دوسری وجہ سے کسی برے فعل کو ترک کر دینا توبہ نہیں کہلاتا۔

جو توبہ کر گیا وہ تر گیا۔ توبہ وہ دروازہ ہے جس میں داخل ہونے سے انسان اللہ کی بارگاہ میں مردود کی بجائے محبوب، دشمن کی بجائے دوست، دوزخ کی بجائے جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ توبہ گناہوں کا ایسا تریاق ہے جو انسان کو اس طرح معصوم اور پاک کر دیتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے اس نے ابھی جنم لیا ہے، دنیاوی شاہوں کے درباروں میں صدارت اور وزارت کے ایوانوں میں، مکتب اور درس گاہوں میں، امراء کے دیوان خانوں میں، رؤسا کے رنگ برنگ بازاروں میں، دفتری اور کاروباری امور میں اس شخص کو دنیا والے اچھا ہی سمجھ لیتے ہیں جو کوئی خطا کرے لیکن جلد ہی احساسِ ندامت کے تحت وہ اپنے شاہ سے، مالک سے، آقا سے، دوست سے دشمن سے اپنی خطا کی معافی کا طلبگار بنے تو اس کا قصور اکثر معاف کر دیا جاتا ہے مگر دنیا والے پھر بھی تنگ نظر ہوتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ خطا معاف نہ کریں مگر بارگاہ ربالعزت کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہاں بڑے سے بڑے مجرم کو بھی توبہ سے پناہ مل سکتی ہے۔ اللہ کے رحم و کرم کی یہ کتنی بے نیازی ہے کہ خواہ کتنا ہی کوئی خطاکار، سیاہ کار، بدکار یا گنہگار ہی کیوں نہ ہو اگر اللہ کے حضور میں جھک جائے تو معافی ضرور مل جاتی ہے مگر یہ نادان انسان توبہ کی طرف نہیں لوٹتا حتیٰ کہ موت کا بلاوا آ جاتا ہے۔

مقاماتِ توبہ

حضرت داتا گنج بخشؒ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے تین مقام ہیں:۔

۱۔ توبہ:۔ یہ عام مومنین کا مقام ہے اور یہ عذاب کے خوف کے لیے ہے۔ اور یہ فواحش اور کبیرہ گناہوں سے ہوتی ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع ہو جاتا ہے یعنی توبہ اللہ تعالیٰ کی جھڑکیوں، تنبیہ اور وعید سے بچنے اور خوابِ غفلت سے دل کی بیداری اور اپنے حال کے عیب کو دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ جب بندہ کو اپنے برے احوال و افعال پر غور کرنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے کہ ان سے خلاصی کی دعا کرے تو اللہ اس کے لیے توبہ کرنا آسان فرما دیتا ہے۔ حتیٰ کہ معصیت سے رہائی دیتا ہے اور عبادت کی حلاوت تک پہنچا دیتا ہے۔

۲۔ انابت:۔ یہ اولیاء اللہ اور مقربانِ حق کا مقام ہے۔ یہ صغیرہ گناہ اور فاسد اندیشہ سے اللہ تعالیٰ کی خالص محبت رکھنے کے باعث اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ طلبِ ثواب کے لیے ہے۔

۳۔ اَوبَت:۔ یہ انبیاء و مرسلینؑ کا مقام ہے جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ مجھ پر آسان کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ میں ہر روز ستر بار استغفار کرتا ہوں، یہ آپؐ نے اس لیے فرمایا کہ آپؐ جب کسی بلند مقام پر پہنچتے تو اس سے نیچے کے مقام سے توبہ فرماتے۔ یہ فرمانِ حق کی رعایت کے لیے ہے۔

پس توبہ گناہ کبیرہ سے اللہ کی فرمانبرداری میں دست بردار ہونا ہے، انابت گناہِ صغیرہ سے اللہ کی محبت میں اس کی طرف رجوع کرنا ہے اور اَوبت اپنے آپ سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرنے کا نام ہے۔ احکامِ خدا کے پیشِ نظر خواہش سے روگرداں ہونے والے صغیرہ گناہوں اور غلط خیالات سے بچ کر حق تعالیٰ کی محبت میں توبہ کرنے والے اور خودی کو ترک کر کے ذاتِ حق کی طرف رجوع کرنے والے میں بڑا فرق ہے۔

اہل توبہ اللہ تعالیٰ کی تنبیہات میں خواب غفلت سے دل کی بیداری ہے اور اپنے عیوب پر نظر کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے احوال و افعال پر نظر کرتا ہے اور ان سے نجات کا متمنی ہوتا ہے تو باری تعالیٰ اسباب توبہ آسان فرما دیتا ہے۔ گناہوں کی سیاہ بختی سے بچا کر اسے اطاعت کی حلاوتوں سے آشنا کر دیتا ہے۔

توبہ گناہ سے نیکی کی طرف

یعنی جن لوگوں نے کوئی برا فعل کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی۔

توبہ نیکی سے زیادہ نیکی کی طرف

یہ اہل ہمت خصوصاً اولیاء اللہ کے لیے خاص ہے کیونکہ وہ معصیت کرتے ہی نہیں بلکہ وہ معمولی نیکی پر قرار پکڑنے اور راستہ میں ٹھہر جانے کو ایک حجاب خیال کرتے ہیں۔ اس لیے وہ زیادہ نیکی کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں۔ اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ملتی ہے کہ سارا عالم تو اللہ تعالیٰ کے دیدار کی حسرت میں ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی سے توبہ کی کیونکہ یہ دیدار الٰہی کی آرزو خود اپنے اختیار سے طلب کی تھی اور پھر اپنی خودی کو ترک کر کے حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہو گئے جو درجۂ محبت میں ہے۔

بلند تر مقام پر ٹھہرنے سے توبہ

جیسا کہ علماء بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات ہمیشہ ترقی پر تھے۔ اس لیے آپ جب کسی بلند مقام پر پہنچتے تھے تو اس سے نیچے کے مقام سے استغفار کرتے اور اس مقام کے دیکھنے سے بھی توبہ فرماتے تھے۔

اہل سنت والجماعت اور جملہ مشائخ معرفت کے نزدیک اگر کوئی شخص ایک گناہ سے توبہ کرلے اور دیگر گناہوں میں مبتلا رہے تو حق تعالیٰ اسے اس ایک گناہ سے بچنے کا ثواب عطا کرتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اسی برکت سے وہ باقی گناہوں سے بھی نجات حاصل کرے مثلاً ایک شخص شراب نوشی کرتا ہے اور زانی بھی ہے۔ وہ زنا سے تائب

ہو جاتا ہے مگر شراب نوشی کو ترک نہیں کرتا اس کی توبہ روا ہے باوجودیکہ دوسرے گناہ کا ارتکاب ابھی اس سے سرزد ہو رہا ہے۔ جب ایک گناہ سے تائب ہو جائے، تو اس پر کوئی مواخذہ اس گناہ سے متعلق نہیں ہو سکتا اور یہی چیز اس توبہ کی محرک ہے اس طرح اگر کوئی شخص کچھ فرائض ادا کرتا ہے اور کچھ نہیں کرتا، یقیناً اسے ادا کردہ فرائض کا ثواب ہوگا۔ جس طرح غیر ادا کردہ فرائض کے بدلے وہ عذاب کا مستحق ہوگا اگر کسی گناہ کی قدرت ہی حاصل نہ ہو یا اس کے اسباب ہی موجود نہ ہوں مگر بندہ توبہ کرے تو وہ تائب کہلائے گا کیونکہ توبہ کا ایک رکن پشیمانی ہے۔ اس توبہ سے اسے گزشتہ پر ندامت ہوگی۔ فی الحال وہ اس گناہ سے اعراض کرتا ہے اور ارادہ رکھتا ہے کہ اگر اسباب میسر بھی ہوں تو بھی وہ ہرگز گناہ میں مبتلا نہیں ہوگا۔

وصفِ توبہ اور صحتِ توبہ کے متعلق مشائخ میں اختلاف ہے، سہل بن عبداللہ اور ان کے ساتھ ایک جماعت کا خیال ہے۔ توبہ یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہو چکا ہو وہ ہمیشہ یاد رہے یعنی انسان ہمیشہ اس کے متعلق پریشان رہے اگر بہت سے نیک عمل موجود ہیں تو ان دو کی بجائے طبیعت میں عُجب پیدا نہ ہو، بُرے کام پر ندامت اور پشیمانی، نیک اعمال سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ وہ شخص معاصی کو فراموش نہیں کرتا، اپنے نیک اعمال پر کبھی مغرور نہیں ہو سکتا۔

حضرت جنیدؒ اور ایک جماعت کا یہ خیال ہے، توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو بھول جائے کیونکہ تائب محبِ حق ہوتا ہے۔ محبِ حق ہونے کی وجہ سے صاحبِ مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور مشاہدہ میں گناہ کی یاد ظلم ہے۔ یہ کیا کہ کچھ گناہ میں گزر گئی، کچھ یاد گناہ میں مشاہدہ میں یاد گناہ حجاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس اختلاف کا تعلق مجاہدہ اور مشاہدہ کے اختلاف سے ہے اور اس کا مفصل ذکر مکتبہ سہیلیہ کے بیان میں ملے گا۔ جب تائب کو قائم بخود سمجھا جائے تو نسیان گناہ غفلت پر محمول کرنا پڑے گا اگر تائب قائم بحق ہو تو یادِ گناہ بمنزلہ شرک ہے۔ الغرض تائب باقی الصفت ہے تو اس کے اسرار کا عقدہ ابھی حل نہیں ہوا۔ اگر فانی الصفت ہے۔

تو اپنی صفت کا بیان روا نہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے باقی الصفت ہونے کے عالم میں کہا میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور رسول پاکؐ نے فانی الصفت ہو کر کہا میں تیری ثنا بیان نہیں کر سکتا۔ مقصود یہ ہے کہ قُربِ حق میں وحشت کا ذکر تمامتر وحشت ہے۔ تائب کو تو خودی سے بھی دستبردار ہو جانا چاہیئے۔ یادِ گناہ کا کیا ذکر، فی الحقیقت یادِ گناہ خود گناہ ہے کیونکہ جب گناہ باعثِ اعراض ہے تو اس کی یاد بھی باعثِ اعراض ہونی چاہیئے۔ اسی طرح غیر اللہ کا ذکر بھی حق تعالیٰ سے اعراض کرنا ہے۔ جس طرح جرم کا ذکر ہے، اسی طرح جرم کو فراموش کر دینا بھی جُرم ہے۔

اقسامِ توبہ

حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے فرمایا ہے کہ توبہ چھ قسم کی ہے، اوّل دل کی توبہ۔ دوم زبان کی توبہ۔ تیسرے کان کی توبہ، چوتھے ہاتھ کی توبہ، پانچویں پیر کی توبہ اور چھٹے نفس کی توبہ۔

۱۔ دل کی توبہ وہ فرماتے ہیں کہ توبہ کو دل سے تسلیم نہیں کرو گے اور زبان سے توبہ کا اقرار نہیں کرو گے تو توبہ درست نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ جب تک کوئی دل کو دنیا اور اس کی لذتوں اور اس کی دوستی سے اور حسد و فحش، ریا اور لہو و لعب کی گندگیوں سے صاف نہ کرے اور سچائی کے ساتھ ان معاملات سے تائب نہیں ہوگا اس کی توبہ توبہ نہ ہوگی۔ جیسے کوئی گناہ کرتا جائے اور توبہ بھی کرتا جائے تو وہ توبہ توبہ نہ ہوگی، اپنی خواہش نفسانی کے مطابق گناہ کرے اور پھر توبہ کرے ... طرح کی توبہ درست نہ ہوگی۔ جب تک کوئی کھوٹ کو دل سے باہر نہیں نکالے گا خراب معاملات کو پورے طور پر دل سے درست نہیں کرے گا اس کی توبہ درست ہوگی۔ جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے

"... ایمان والو! توبہ کرنے میں عجلت کرو اور جب توبہ کر لو تو ہمیشہ اپنے خدا کی ... جہ رہو یعنی ہمیشہ توبہ نصوح کرو"

اور توبہ نصوح سے مراد یہی دل کی توبہ ہے۔ جب دل کو تم نے ان دنیاوی برائیوں سے صاف کر دیا تو یہ توبہ ہوگی اور پھر تم متقی کے برابر ہو جاؤ گے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ آدمی توبہ کرتا ہے تو وہ ایسے گناہ سے پاک ہو جاتا ہے کہ گویا اس سے کبھی گناہ سرزد ہوا ہی نہیں تھا۔ اس وجہ سے متقی اور تائب ایک ہی صف میں آجاتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ اصل توبہ دل کی ہے اگر زبان سے سو ہزار مرتبہ توبہ کرو۔ لیکن جب تک دل سے اس کی تصدیق نہیں ہوگی تو وہ توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی اس لیے ضروری ہے کہ توبہ کے لیے زبان سے اقرار کرنے کے ساتھ دل سے تصدیق کی جائے بعض لوگ ایسے ہیں جو زبان سے توبہ کرتے ہیں لیکن دل سے نہیں کرتے، ان کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بیماری میں مبتلا ہو اور صبح سے شام تک ہائے ہائے اور توبہ استغفار کرتا ہے لیکن جونہی وہ تندرست ہو جائے پھر دنیا کی غفلت اور بدمستی پر اتر آئے اور توبہ کا خیال نہ رکھے، اللہ اور بندے کے درمیان حجاب ہے جو دل کی گندگیوں اور آلائشوں کی وجہ سے ہے اور انسان توبہ کے ذریعے سے اس حجاب کو دور کرتا ہے تو پھر اللہ اور بندے کے درمیان حجاب نہیں رہتا۔ چنانچہ دل کو تمام گندگیوں اور آلائشوں سے پاک کرنا چاہیئے تاکہ وہ پردہ درمیان سے اٹھ جائے، لذت اور شہوت کی بجائے مشاہدہ اور مکاشفہ کے مقام پر پہنچ جائے۔

۲۔ زبان کی توبہ زبان کی توبہ یہ ہے کہ ہر نامناسب کلمہ سے زبان کو دور رکھو۔ اور بیہودہ گفتگو نہ کرو اور واہیات گفتگو سے توبہ کرو۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھو اور قبلہ رو ہو کر بیٹھ جاؤ اور التجا کرو کہ خداوندا میری اس زبان کو بری بات کہنے سے باز رکھ اور اس کی توبہ قبول کر اور آئندہ سوائے اپنے ذکر کے کوئی دوسری چیز زبان سے نہ نکلنے دے اور ایسی واہیات باتیں جن میں تیری رضامندی نہ ہو میری زبان سے نہ نکلیں۔ زبان کی حفاظت سے انسان ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قاضی حمید الدین ناگوری سے میں نے سنا ہے

کہ اللہ والوں میں سے ایک درویش سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ دس سال تک وہ ان کی خدمت میں رہے اور دس سال کے عرصہ میں سوائے ایک بات کے اور کوئی نامناسب بات ان کے منہ سے نہ سُنی۔ اور وہ بات یہ تھی کہ انھوں نے اپنے ایک عزیز کو سمجھایا تھا کہ اے درویش! اگر چاہتے ہو کہ سلامتی کے ساتھ عقبیٰ میں جاؤ تو نازیبا بات بولنے سے اپنی زبان کو روکو۔ بس جیسے ہی انھوں نے یہ جملہ کہا کہ فوراً زبان کو ایسا کاٹا کہ خون جاری ہوگیا اور فرمایا کہ تجھ کو یہ بولنے سے کیا سروکار تھا اور اس ایک بات کے کفارہ میں بیس برس تک بات نہیں کی۔

پھر انھوں نے فرمایا کہ جس دن حق تعالیٰ نے چاہا کہ بنی آدم کے منہ میں زبان ڈالے تو اس نے زبان سے فرمایا کہ اے زبان! خاص کر تیری تخلیق سے یہ غرض ہے کہ سوائے میرے نام کے تو اور کچھ نہ بولے۔ تیری زبان سے سوائے میرے کلام کے اور کچھ نہ نکلے اور اگر اس کے علاوہ تو کچھ بولی تو خود اپنے ساتھ سارے اعضاء کو بھی مصیبت میں ڈالے گی اور زبان کی تخلیق خاص کر کلام پاک کی تلاوت کے لیے ہوئی ہے۔

پھر انھوں نے فرمایا کہ آدمی کے اعضاء میں سے ہر ایک عضو میں شہوت اور خواہش ملی ہوئی ہے جو کہ حجاب اور آفت کا باعث ہے۔ جب تک ان شہوتوں اور خواہشوں سے کوئی توبہ نہ کرے گا اور اپنے تمام اعضاء کو طاہر اور پاک نہ رکھے گا ہرگز وہ اپنی منزل پہ نہیں پہنچے گا۔ پھر فرمایا کہ ان اعضاء میں سے جن کا ذکر کیا گیا ہے اول نفس ہے کہ اس میں شہوت یعنی خواہش نفسانی رکھی گئی ہے۔ دوسرے آنکھ ہے کہ اس میں دیکھنے کی خواہش پیدا کی گئی ہے۔ تیسرے کان ہے کہ اس میں سننے کا احساس دیا گیا ہے۔ چوتھے ناک ہے کہ اس میں سونگھنے کی رغبت ہے۔ پانچویں تالو ہے کہ اس میں چکھنے کی اشتہاد ہے۔ چھٹے ہاتھ ہے کہ اس میں پکڑنے کی صلاحیت ہے۔ ساتویں زبان ہے کہ اس میں خوشامد اور سراہنے کی عادت ہے، آٹھواں دل ہے کہ اس میں کوشش کرنے اور سوچنے کی طاقت ہے پس حق تعالیٰ کے طلبگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان سب چیزوں کے برُے استعمال سے توبہ کرے تاکہ خدا تعالیٰ سے اس کی خوشنودی کا پیغام سُنے۔

پھر انھوں نے فرمایا کہ تمام سعادت اور نیکیوں کا سرچشمہ یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کا مالک ہو۔ تاکہ اس کی طبیعت پر شہوت کی حکمرانی نہ ہو اور حق تعالیٰ سے مدد مانگے کہ وہ ان صفات سے متصف ہو، درویش کا عمل یہی ہے اور جب اس میں حال پیدا ہو جائے تو یہ درویش کا جوہر ہے۔ جب عالم نورانی سے اسرار و انوارِ تجلی الٰہی کا نزول ہوتا ہے جب دل زبان سے اور زبان دل سے موافقت رکھتی ہے۔ تو انوارِ عشق اس جگہ سکون پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور اگر دل اور زبان ایک دوسرے کے موافق نہیں ہوتے تو پھر انوارِ محبت اسی جگہ سے واپس لوٹ جاتے ہیں اور ایسے دل پر نازل ہوتے ہیں جس کی زبان کے ساتھ موافقت ہو۔

۳۔ آنکھ کی توبہ آنکھ کی توبہ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ آنکھ کی توبہ یہ ہے کہ انسان نہا دھو کر صاف ستھرا ہو جائے، پھر دو رکعت نفل نماز ادا کرے اور قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر التجا کرے کہ خداوند تعالےٰ تمام نادیدنی چیزوں کے دیکھنے سے میں نے توبہ کی۔ جس چیز کو دیکھنے کا تیرا حکم ہوگا اس کے علاوہ کوئی نامناسب چیز نہیں دیکھوں گا۔

پھر فرمایا کہ بار بار آنکھ کو تمام ممنوعات اور خواہشات سے پاک رکھو تاکہ آنکھ کی توبہ قبول ہو۔ اس واسطے کہ یہی آنکھ انسان کو خدا کے حضور تک پہنچاتی ہے اور یہی آنکھ انسان کو مصیبت میں پھنسا دیتی ہے پس اے درویش! عشق کی پہلی منزل آنکھ سے شروع ہوتی ہے۔ اس لیے آدمی کو چاہیئے کہ ایسے مقام کے لیے جہاں دیدارِ الٰہی کی نعمت حاصل ہوتی ہے، کوشش کرے اور ہمیشہ حق تعالےٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھے تاکہ تباہ نہ ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ زیدؓ کے گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے آپ کی نظر مبارک زیدؓ پر پڑی اور آنکھ لب سے گزری اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے رسول اللہ! زید کی زبان اور لوگوں سے برتر ہوگی۔

آنکھ کی توبہ کئی قسم کی ہے، ایک تو حرام دیکھنے سے توبہ، دوسرے اگر کسی مسلمان بھائی کے بارے میں کسی کو غیبت کرتے دیکھ لے تو اس سے توبہ کرکہ کیوں دیکھا اور پھر جو دیکھا ہے اس کو بھی کسی سے کہنا نہیں چاہیئے۔ تیسرے جب کسی کو ظلم کرتے ہوئے دیکھ لے تو اپنی آنکھ کو ملامت کرے کہ کیوں اس ظلم کو دیکھا اور اس کے بعد توبہ کرے۔

۴۔ کان کی توبہ کان کی توبہ یہ ہے کہ تمام نامناسب باتوں کے سننے سے توبہ کرے اور بیہودہ بات نہ سُنے اس وقت اس کی توبہ توبہ ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! انسان کو سننے کی طاقت اس لیے دی گئی ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کا ذکر سُنے اور جس جگہ اللہ پاک کا کلام سُنے اس کو کان میں محفوظ رکھے کیا حکم باری ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو سننے کی طاقت نہیں دی گئی ہے کہ ہر جگہ گالی گلوچ، ہنسی ٹھٹھا، گانا بجانا اور نوحہ و شیون کی آواز سُنتا پھرے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا چیزوں کو سنے گا اور کان میں رکھے گا، کل قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ خفیف رح کسی راستے سے گزر رہے تھے کہ نوحہ کی آواز ان کے کان میں پڑی۔ فوراً کان میں انگلی ڈال لی۔ جب گھر آئے تو آدمی سے کہا کہ تھوڑا سیسہ پگھلا کر لاؤ، ان کے حکم کے مطابق لوگ لے آئے، آپ نے فرمایا اس کو میرے کان میں ڈال دو، آج نہ سننے کے لائق آواز میرے کان میں پڑی ہے، آج اس گناہ کا کفارہ ادا کر لیتا ہوں۔ کل قیامت کا عذاب مجھ پر نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ فقرائے اسی وجہ سے اپنے کو دنیا اور اس کی صحبت سے دور رکھا اور گوشہ نشینی اختیار کرلی تاکہ کچھ بھی واہیات نہ سنیں اور یہی کان کی توبہ ہے۔

۵۔ ہاتھ کی توبہ ہاتھ کی توبہ یہ ہے کہ کسی نہ پکڑنے کے لائق چیز کو ہاتھ میں نہ پکڑے اور تمام نامناسب چیزوں کے پکڑنے سے توبہ کرلے

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی بدخشاں میں ایک درویش سے ملاقات ہوگئی ان کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور وہ تیس سال سے حجرہ میں اعتکاف

کیے ہوئے تھے: خواجہ قطب الدین رحؒ نے ان سے پوچھا کہ اے حضرت! آپ کے ہاتھ کٹنے کا کیا ماجرا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں کسی مجلس میں حاضر تھا۔ صاحبِ مجلس کا ایک دانہ گیہوں ان کی اجازت کے بغیر میں نے اٹھا لیا اور اس دانہ کو دو ٹکڑے کر دیا۔ جیسے ہی دانہ کو میں نے گرایا تو ہاتف کی آواز میرے سر میں گونجی، کہ اے درویش! تم نے یہ کیا کیا کہ دوسرے آدمی کے گیہوں کا ایک دانہ اس کی اجازت کے بغیر دو ٹکڑے کر دیا۔ جیسے ہی میں نے یہ بات سنی، فوراً اس ہاتھ کو کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ تاکہ دوسری مرتبہ کوئی نامناسب چیز نہ اٹھائے۔ اس وقت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ اللہ والوں نے ایسا کیا تب کہیں جاکر وہ مقام پر پہنچے ہیں۔

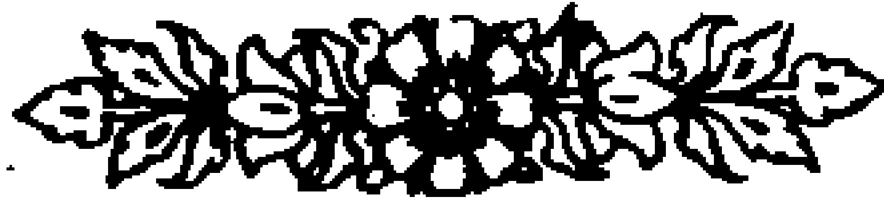
۶۔ پاؤں کی توبہ

پاؤں کی توبہ یہ ہے کہ نامناسب جگہ پر جانے سے توبہ کی جائے۔ اور اس کی خواہش پر پیر باہر نہ نکالے۔ تاکہ اس کی توبہ توبہ ہو۔

خواجہ ذوالنون مصری رحؒ ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے۔ سفر کرتے ہوئے وہ ایک بیابان میں پہنچ گئے، جہاں ایک غار تھا۔ اس غار میں ایک بزرگ اور صاحبِ نعمت درویش سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ اس درویش کا ایک پیر باہر تھا اور ایک غار کے اندر، اور دونوں آنکھیں ہوا میں۔ غار کے باہر جو پیر تھا وہ کٹا ہوا پڑا تھا۔ خواجہ ذوالنون رحؒ ان کے اور نزدیک ہوگئے اور سلام کے بعد انھوں نے پوچھا کیا بات ہے جو اس پیر کو آپ نے کاٹ دیا۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اے ذوالنون! میرا قصہ بڑا طویل ہے لیکن پیر کٹنے کا حال البتہ سن لو۔ ایک روز میں غار سے باہر نکلا ہوا تھا، ایک عورت کسی ضرورت سے غار کے سامنے سے گزری، خواہش نفسانی نے تقاضا کیا اسی وقت اس عورت کو پکڑنے کے لیے میں نے اس پیر کو باہر نکالا۔ وہ عورت میرے سامنے سے لاپتہ ہوگئی۔ فوراً میں نے اس پیر کو کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ پس اے درویش! آج چالیس برس ہوگئے کہ میں ایک پیر پر کھڑا ہوں۔ اگر ندامت سے حیران ہوا کہ کل قیامت کے دن کیا جواب دوں گا۔

۷۔ نفس کی توبہ

نفس کی توبہ یہ ہے کہ جس میں نفس کو تمام لذیذ غذا، شہوات اور خواہشوں سے دور رکھنا چاہیئے اور تمام چیزوں سے توبہ کرنی چاہیئے اور نفسانی خواہشات کے مطابق کام نہیں کرنا چاہیئے۔ کلام اللہ، اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص خواہش نفس سے اپنے آپ کو روکے گا وہ بہشتی ہے اور اس کی جگہ بہشت ہے۔ کلام اللہ میں آیا ہے کہ جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے اور گناہ سرزد ہوجانے کے بعد اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا ہے اور توبہ کرتا ہے وہ یقیناً جنتی ہے اور اس کا ٹھکانہ بیشک بہشت ہے۔



۴

سچّی توبہ

تُوبُوٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًاط

اللہ کی طرف سچی توبہ کرو

مؤمنین کو توبۃ النصوح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نصوح، خلوص اور سچائی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ توبۃ النصوح کے بارے میں حضرت کعبؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ انھوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے توبۃ النصوح کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو۔ پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کر۔ اور آئندہ اس فعل کا کبھی ارتکاب نہ کر۔ حضرت عمرؓ نے توبۃ النصوح کے بارے میں یہ بیان کیا کہ توبہ کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو درکنار بلکہ اس کے ارتکاب کا ارادہ نہ کرے۔

سچی توبہ کے بارے میں حضرت علیؓ نے ایک بدو کو جلدی جلدی توبہ استغفار کے الفاظ دہراتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ جھوٹی توبہ ہے۔ اس نے پوچھا، پھر سچی توبہ کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا اس کے لیے چھ چیزیں ضروری ہیں:۔

۱۔ جو کچھ ہو چکا اس پر نادم ہو۔
۲۔ اپنے جن فرائض سے غفلت برتی ہو ان کو ادا کرو۔
۳۔ جس کا حق مارا ہو اس کو ادا کرو۔
۴۔ جس کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگو
۵۔ آئندہ اعادہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلو۔

۶۔ اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اتنا محو کردو جس طرح کہ تم نے اب تک اسے معصیت کا خوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو اطاعت کی تلخی کا مزہ چکھاؤ جس طرح اب تک تم اسے معصیتوں کی حلاوت کا مزا چکھاتے رہے ہو۔

ا۔ سچی توبہ کا مطلب

سچی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے گناہوں پر معافی طلب کرکے اپنے روح اور جسم کو گناہوں سے پاک کرے اور سچی توبہ کی اصل بنیاد اپنے کیے پر پشیمانی ہے۔ جو احکاماتِ الٰہیہ کے خلاف اعمال کرنے پر ہوتی ہے۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پشیمانی و ندامت توبہ ہے۔ پشیمانی اور ندامت اس وقت دل میں پیدا ہوتی ہے جب انسان کا ضمیر بیدار ہوتا ہے اور احساس پیدا ہوتا ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیان گناہوں کی بنا پر ایک پردہ حائل ہوگیا ہے اور محبوبِ حقیقی گناہوں کی بنا پر خفا ہوگیا ہے۔ تو اس وقت دل میں ایک خاص دُکھ کی لہر اٹھتی ہے۔ بندہ غم زدہ ہوتا ہے، حُزن و ملال بڑھتا ہے۔ حسرت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی خوف اور ملال انسان کو گریہ تک لے جاتا ہے گریہ زاری سے ایسی رقت پیدا ہوتی ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان حجاب کو کھول دیتی ہے اور بندہ پختہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ پھر ایسا فعل نہیں کرے گا جو بندے کو محبوبِ حقیقی سے جُدا کردے۔

حضرت ابوبکر واسطی توبۃ النصوح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ گنہگار پر گناہ کا کوئی اثر باقی نہ رہے جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پروا نہیں کرتا کس طرح شام ہوتی ہے اور کس طرح صبح ہوتی ہے اور پشیمانی پختہ ارادہ پیدا کردیتی ہے۔

سچی توبہ کے بارے میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کی بنیاد پشیمانی پر ہوتی ہے اور توبہ کا نتیجہ وہ ارادت ہوتی ہے جو تائب کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے۔ پشیمانی یہ ہوتی ہے کہ تائب ہمیشہ پُردرد اور پُرحسرت نظر آتا ہے۔ اس کا کام ہی گریہ زاری اور آہ و فغاں ہے کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو ہلاکت کے طوفان میں مبتلا پائے اور اسے معلوم ہو کہ اب مرا، تو وہ حسرت اور پشیمانی سے کیسے خالی ہوسکتا ہے اگر کسی کا بچہ بیمار پڑا ہو

اور طبیب یہ کہہ رہا ہو کہ بیماری خطرناک ہے اور جان کا خطرہ ہے تو خیال کیجئے کہ اس کے والدین کے دل پر کیا گزرے گی۔ رنج وغم کس طرح ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہو جائے گا۔ اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ماں باپ کو اولاد جان سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ باپ کو اپنی جان بہرحال عزیز تر ہے۔ اور اس کے طبیب خدا اور رسولؐ اس دنیاوی طبیب سے زیادہ صادق ہیں۔ جب وہ اسے کہیں کہ آخرت کی ہلاکت موت کے خطرے سے بھی زیادہ زبردست اور عظیم ہے اور زیادہ گناہ، حق تعالیٰ کے زیادہ غصے کا باعث ہوگا، یہاں تک کہ بیماری سے موت کا خطرہ اتنا یقینی نہیں ہوگا۔ جتنا کہ گناہ سے ہلاکت کا ہوتا ہے۔ اگر یہ حقیقت بھی اس کے دل میں خوف و حسرت نہ پیدا کر سکے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گناہ کی آفت اور ہلاکت خیزی پر ابھی وہ دل سے ایمان ہی نہیں لایا۔ اس ندامت اور پشیمانی کی آگ جس قدر تیز ہوگی۔ اتنی ہی تیزی سے گناہوں کو جلا کر خاکستر کر دے گی کہ گناہ کے باعث جو زنگ آدمی کے دل کو لگ جاتا ہے اسے حسرت اور ندامت کی آگ کے علاوہ اور کونسی چیز دور کر سکتی ہے اور اس کے سوا اور کونسی حرارت ہے جو دل کو صاف اور رقیق بنا سکے۔ حدیث شریف کی رُو سے تو اہلِ توبہ کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو اسی لیئے ان کا دل رقت سے بھرپور رہوتا ہے۔ اور آئینہ کی طرح صاف دل جس قدر صاف ہو اتنا ہی گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ ایسے دل کو گناہ میں حلاوت نہیں بلکہ تلخی محسوس ہوتی ہے۔

بنی اسرائیل کے پیغمبر نے ایک دفعہ حق تعالیٰ سے سفارش کی کہ خدایا فلاں شخص کی توبہ قبول فرمالے۔ حق تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ مجھے اپنی عزت کی قسم! اگر آسمان کے تمام فرشتے بھی اس کی سفارش کریں تو بھی اس کی توبہ قبول نہ کروں، کہ اس کے دل میں ابھی تک گناہ کی حلاوت موجود ہے۔

اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ گناہ ہر چند کہ مرغوب ہوتا ہے لیکن توبہ کرنے والے کے حق میں اس کی مثال زہریلے شہد جیسی ہے جو یہ شہد ایک بار کھائے گا وہ رنج اور

صدمہ اٹھائے گا اور جب دوبارہ اس کا نام نہیں لے گا بلکہ اس کے تصور سے ہی سارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے اور اس سے محظوظ اور لطف اندوز ہونے کا خیال اس کے خوف کے نیچے دب کر رہ جائے گا۔ جو اس کے نقصان کے تصور سے پیدا ہوتا ہے اور اس تلخی کا احساس کسی ایک گناہ تک محدود نہیں بلکہ ہر گناہ میں یہی تلخی کارفرما رہے گی کیونکہ وہ گناہ جو اس نے کیا کوئی واحد گناہ تو تھا نہیں کہ حق تعالیٰ کی رضامندی سے خالی تھا کہ یہ حالت تو سبھی گناہوں کی ہوتی ہے۔

۲۔ ندامت کی تفصیل

صرف زبان سے توبہ کرنا اور استغفر اللہ عادتاً کہتے رہنا بھی توبہ کے لیے مفید ہے لیکن زبان کے ساتھ دل سے توبہ کرنا فائدہ مند ہے۔ اپنے کیے ہوئے گناہ پر شرمندہ ہونا اور افسوس کرنا، اور صادق نیت خالص سے اللہ کا طالب رہنا ہی سچی توبہ اور استغفار ہے جس کے فضائل کتاب اللہ اور احادیث کی رو سے بیان کر دیے گئے ہیں۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ یہ دولت بدوں عزلت اور خاموشی اور اکل حلال کے میسر نہیں آتی۔ باعتبارِ فطرت، دل بے روگ پیدا ہوتا ہے۔ اس کی سلامتی گناہوں کی تاریکی سے جاتی رہتی ہے اور آتشِ ندامت اس کدورت کو جلا دیتی ہے۔

آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"الندم توبة" "نادم ہونا ہی توبہ ہے"

معلوم ہوا کہ حُزن و ندامت ہی توبہ کی جان ہے۔ یہ ایک ایسا قول ہے جس میں توبہ کی تمام شرائط موجود ہیں۔ کیونکہ توبہ کی ایک شرط تو مخالفتِ احکامِ الٰہی پر افسوس کرنا ہے۔ دوسری شرط لغزش کو فوراً چھوڑ دینا ہے۔ تیسری شرط معصیت کی طرف نہ لوٹنے کا قصد کرنا ہے اور یہ تینوں شرطیں ندامت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کیونکہ جب دل میں کیے ہوئے افعالِ بد پر ندامت پیدا ہوتی ہے تو باقی دو شرطیں اس کے ساتھ خود بخود آ جاتی ہیں۔

ندامت سے مراد یہ ہے کہ اس بات پر دلی صدمہ ہو کہ گزشتہ عمر اللہ تعالیٰ کی منشاء

اور مرضی کے خلاف اور اس کے احکام کی نافرمانی میں گذاری۔ مثلاً ایک حبشی کا واقعہ ہے کہ جب اسے بتایا گیا کہ جس وقت وہ گناہ کرتا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا تھا تو اس پر ندامت اور خشیتِ الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اس نے ایک نعرہ مارا اور مر گیا۔ الغرض ندامت کی پہچان یہی ہے کہ دل نرم اور آنسو کثرت سے نکلیں حدیث شریف میں ہے کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو، کیونکہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔

۳۔ ندامت کی وجوہات

گناہوں سے پشیمانی کے تین اسباب ہیں:۔

۱۔ جب عذابِ الٰہی کا خوف دل پر غلبہ پاتا ہے، اور بُرے افعال پر دل میں غم پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ نعمتِ الٰہی کی خواہش دل پہ غالب آ جائے اور پختہ یقین کہ بُرے فعل اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے وہ نعمت حاصل نہیں ہو سکے گی۔

۳۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور تمام مخلوق کے سامنے اپنی بداعمالیوں کے بے نقاب ہونے کے تصور سے خائف ہو کر۔

ان میں سے پہلے کو تائب یعنی توبہ کرنے والا، دوسرے کو منیب یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف انابت یا رجوع کرنے والا اور تیسرے کو تواب یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص حسرت و ندامت کی وجہ سے اپنی معصیت کو یاد کرے تو تائب ہوتا ہے۔ اور جب کوئی شخص ارادہ کر کے گناہ کو یاد کرتا ہے تو گنہگار ہوتا ہے کیونکہ گناہ کے کرنے میں اتنی حیرانی نہیں ہوتی جتنی کہ اس کا ارادہ کرنے میں۔

۴۔ ندامت قُربِ الٰہی اور رحمتوں کی ضامن ہے

انسان کا اپنے قصور پر نادم ہونے کی بجائے سرکش اور دلیر ہونا اخلاقِ حسنہ کے بنیادی اصولوں کے منافی ہی نہیں بلکہ کھلی بددیانتی اور دیدہ دلیری ہے۔ ایسی روش سے تو منطقی طور پہ مفسدانہ نتائج مرتب ہو سکتے ہیں جیسے ابلیس کو اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کرنے پر پیش آئے تھے۔ ایسا طرزِ عمل تو

انسان کو بھی راندۂ درگاہ کر کے چھوڑے گا۔ اس کے برعکس عجز و انکسار اور تذلل ایک دن بندہ کو مقرب بنا دے گا۔

معلوم ہوا کہ اگر یہ ندامت اور خشیتِ الٰہی کی سعادت کسی گنہگار کو نصیب ہو جائے تو اس پر قربِ الٰہی کے سبب رحمتوں اور برکتوں کی موسلا دھار بارش کا نزول ہونے لگتا ہے۔ ایسا شخص پھر اپنے رب کا شکر گزار بندہ بن کر صرف اپنے ذاتی اخلاق و محاسن کے حصول کی فکر نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول کو بھی متاثر کرتا ہے پھولوں کی خوشبو سارے گلستان کو معطر کر دیتی ہے۔ وہ نیکیوں کو پھیلاتا ہے اور برائیوں کو روکتا ہے۔ اور بالآخر یہ عمل صالح اس کو فلاح و کامیابی کے بلند ترین مقام سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

مصائب کا سبب ہمارے گناہ ہیں | یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہمیں جو تکالیف اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں ان کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ہم ضرور اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ان کا سبب ہماری ہی کوئی کجروی اور بدعملی ہے۔

قرآن کریم سے بھی اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ سورۃ الروم میں ارشادِ ربانی ہے کہ:۔

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمالِ بد کا مزہ ان کو چکھا دے تاکہ وہ باز آ جائیں۔" الروم : ۴۱

اس آیت سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ اگر مصائب و بلیات سے نجات حاصل کرنا ہو تو اس کا علاج بداعمالیوں اور گناہوں سے باز آنا ہے۔ یعنی معصیت سے توبہ و استغفار ہر مصیبت کا مؤثر اور یقینی علاج ہے۔

سچی توبہ کی شرائط

۱۔ اقرارِ گناہ | اقرارِ گناہ توبہ کی بنیادی شرط ہے کیونکہ جو شخص کسی گناہ کا اقرار

نہیں کرے گا وہ توبہ کیونکر کرے گا۔ اس اقرار کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حسبِ ذیل ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بندہ گناہ کا اقرار کرے پھر توبہ کرلے تو اللہ جل شانہٗ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔

بخاری ومسلم

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعترافِ گناہ بڑی چیز ہے اور درحقیقت اعتراف ہی کے بعد توبہ کی توفیق ہوتی ہے۔ جو لوگ گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے یا گناہ کرکے یہ نہیں مانتے کہ ہم نے گناہ کیا ہے وہ توبہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ بہت سے لوگ جن پر شیطان غالب ہے گناہ کرتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ ہم نے گناہ کیا ہے۔ بعض تو ایسی مجبوری کا عذر کرتے ہیں جو شرعاً معتبر نہیں ہوتی۔ اور بعضے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ کے احکام کو ہی خلافِ عقل قرار دیتے ہیں اور بعض لوگ طرح طرح کی علتیں ڈھونڈ کر گناہ کو حدِ جواز میں لانے کی بیجا کوشش کرتے ہیں، ایسے لوگ بھلا گناہ کے اقراری کیسے ہوسکتے ہیں۔ جب گناہ کا اقرار نہیں تو توبہ کیسے نصیب ہوگی۔ یہ شیطان کی بہت بڑی کامیابی ہے کہ گناہ کرائے اور گناہ کا اقرار نہ کرنے دے اور حیلے بہانے بنا کر توبہ سے باز رکھے۔ جب توبہ کے بغیر کسی کو موت آجاتی ہے تو شیطان خوشی سے پھولا نہیں سماتا کہ چلو اس آدمی کی تو عاقبت خراب کردی۔ بنی آدم کا عذاب میں مبتلا ہونا شیطان کے لیے بہت بڑی خوشی کا ذریعہ ہے۔

انسان گناہ کرے اور گناہ کا اقراری ہو تو توبہ کی توفیق بھی ہوسکتی ہے لیکن جو منہ زوری کرتا ہو اور گناہ کو حلال سمجھتا ہو اور گناہ سے روکنے والوں پر پھبتیاں کستا ہو، ان کو بے وقوف بناتا ہو، وہ بھلا توبہ کے قریب کیسے پھٹک سکتا ہے۔

سچے مؤمن وہ ہیں جو گناہ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور گناہ ہوجائے تو

بارگاہِ خداوندی میں گناہ کا اقرار کر لیتے ہیں اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور یہی صالحین کا راستہ ہے۔

۲۔ گناہوں سے باز آنا دوسری شرط یہ ہے کہ گناہوں سے بالکل باز آ جائے اور ان کو ترک کر دے اور بالکل چھوڑ دے پھر ہر گھڑی اور ہر آن گناہوں سے بچے۔

۳۔ گناہ نہ کرنے کا ارادہ تیسری شرط یہ ہے کہ زمانہ مستقبل میں گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرے اور توفیق مانگے اور یہ بھی ارادہ کرے کہ گناہ کے بارے میں سوچے گا بھی نہیں۔ اور گناہوں کو ترک کر کے زمانہ مستقبل میں ہمہ گوش اللہ کی اطاعت میں مشغول ہو جائے۔ نیکی کے کاموں کی طرف سستی، کاہلی سے کام نہ لے اور نیکی پر کاربند ہو جائے، خواہ اس کے گناہ کی لذت اس کو بار بار تنگ کرے۔

۴۔ گناہوں کا تدارک توبہ کی چوتھی شرط یہ ہے کہ جو گناہ اس سے سرزد ہو چکے ان کا تدارک کرے۔ اللہ کے حضور میں ان کے لیے معافی طلب کرے اور اس کے حضور میں اپنے کیے ہوئے پر نادم اور شرمندہ ہو۔ انسان سے گناہ دو طرح سرزد ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ گناہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں وہ فرائض میں شمار کیے جاتے ہیں اور وہ فرائض جو اس کے ذمہ تھے ان کا اندازہ کر کے اگر وہ پورے ہو سکتے ہوں تو ان کو پورا کرے، دوسرے وہ گناہ جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہوں ان کو ادا کرے۔

۷۔ حقوق اللہ کی ادائیگی

سچی توبہ کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ حقوق اللہ، جن کا ادا کرنا لازم تھا، ان کی ادائیگی کرے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کا مطلب یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد

جن فرائض کو ترک کیا اور جن واجبات کو چھوڑا ان کی ادائیگی کی جائے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ حج عباداتی فرائض ہیں جن کا شمار حقوق اللہ میں ہوتا ہے لہذا ان کی تلافی کرنا ضروری ہے حقوق اللہ کی ادائیگی کا طریقہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ قضا نمازوں کی ادائیگی سن بلوغت سے لے کر توبہ کرنے تک جو نمازیں قصداً یا سہواً چھوٹ گئی ہوں یا مرض اور سفر کی وجہ سے قضا ہو گئی ہوں ان کا اندازہ کرے کہ کتنی نمازیں رہ گئی تھیں تو پھر ان قضا نمازوں کو پورا کرے۔

قضا پورا کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ فارغ وقت میں نمازیں ادا کرنا شروع کر دے۔ جب نماز کا وقت آ جائے تو وہ ادا کرے اور پھر قضا ادا کرنا شروع کر دے حتیٰ کہ اس وقت تک قضا نمازیں ادا کرتا چلا جائے جب تک کہ تمام قضا نمازیں پوری نہ ہو جائیں دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک قضا نماز پڑھے اور بقیہ ساری عمر یہی معمول جاری رکھے اور رمضان المبارک میں نوافل کی کثرت کرے کیونکہ ان نوافل کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے تو اس طریقہ سے قضا پوری ہو سکتی ہے۔

۲۔ روزے کی قضا ایسے روزے جن کی قضا لازم ہو جیسا کہ کسی نے مرض کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا یا قصداً روزہ نہیں رکھا یا بغیر نیت کے روزہ رکھا تو ایسے تمام روزوں کی قضا کو پورا کرے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے کتنے روزے چھوڑے ہیں تو اس کے خیال کے مطابق جتنے روزے چھوڑے ہیں ان کی قضا پوری کرے اگر وہ ہر سال تمام روزے چھوڑ گیا تو سن بلوغت سے لے کر اس کا حساب کرے اور اپنی عمر تک تمام روزوں کو پورا کرے۔

عورتوں کے ساتھ ہر مہینے والی مجبوری لگی ہوئی ہے۔ اس مجبوری کے زمانہ کو عام طور سے ماہواری کے دن کہتے ہیں۔ ان دنوں میں شرعاً نماز پڑھنا، روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ شریعت نے ان دنوں کی نمازیں بالکل ہی معاف کر دی ہیں لیکن ان دنوں میں فرض روزے جو چھوڑ دیے جاتے ہیں بعد میں ان کی قضا رکھنا فرض ہے۔ لیکن بہت سی

عورتیں اس میں کمزوری دکھاتی ہیں اور بعد میں مذکورہ روزوں کی قضا نہیں رکھتیں جس کی وجہ سے بہت سی عورتوں پر کئی کئی سال کے روزوں کی قضا لازم ہو جاتی ہے۔ خوب صحیح اندازہ کر کے جس سے یقین ہو جائے کہ زیادہ سے زیادہ اتنے روزے ہوں گے اب سب کی قضا رکھ لیں۔ بالغ ہونے کے بعد سے اب تک جتنے بھی فرض روزے خواہ کسی بھی وجہ سے رہ گئے ہوں، سب کی قضا رکھے، مرد ہو یا عورت سب کو ان کی ادائیگی لازم ہے۔

۳۔ زکوٰۃ کی ادائیگی

تائب ہوتے ہی زکوٰۃ کے بارے میں خوب غور کریں کہ مجھ پر زکوٰۃ فرض ہوئی ہے یا نہیں۔ اور اگر فرض ہوئی ہے تو ہر سال پوری ادا ہوئی ہے یا نہیں۔ جتنے سال کی زکوٰۃ بالکل ہی نہ دی ہو یا کچھ دی ہو اور کچھ نہ دی ہو۔ ان سب کا اس طرح اندازہ لگائے کہ دل گواہی دیدے، کہ اس سے زیادہ مالِ زکوٰۃ کی ادائیگی مجھ پر واجب نہیں ہے پھر اسی قدر مالِ زکوٰۃ مستحقین زکوٰۃ کو دیدے، خواہ ایک ہی دن میں دیدے خواہ تھوڑا تھوڑا کر کے دیدے۔ اگر مقدور ہو تو جلد سے جلد سب کی ادائیگی کر دے۔ ورنہ جس قدر ممکن ہو ادا کرتا رہے اور پختہ نیت رکھے کہ پوری ادائیگی زندگی میں ضرور کر دوں گا اور جب بھی مال میسر آجائے، ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے اور دیر نہ لگائے۔

صدقۂ فطر بھی واجب ہے اور جو کوئی نذر مان لے تو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے ان میں سے جس کی بھی ادائیگی نہ کی ہو اس کی ادائیگی کرے۔

۴۔ حج کی ادائیگی

حج کی شرائط کے مطابق اگر تائب پر فرض حج لاگو ہوتی ہے اور مالی استطاعت ہو تو اسے حج ادا کرنا چاہیے۔ اگر مالی استطاعت نہیں لیکن سفر حج کے لیے جسمانی طاقت موجود ہے تو اسے حج کے لیے کسب حلال کر کے حج کرنے کے لیے وسائل پیدا کرنے چاہیئے، حج ایک مقدس فریضہ ہے اس لیے اس سے بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ حج بھی بہت سے مردوں اور عورتوں پر فرض ہو جاتا ہے لیکن

حج نہیں کرتے، جن پر حج فرض ہو یا پہلے کبھی ہو چکا تھا اور مال کو دوسرے کاموں میں لگا دیا۔ وہ حج کرنے کی فکر کریں جس طرح ممکن ہو اس فریضے کی ادائیگی سے سرفرازی حاصل کریں۔

اگر کسی پر حج فرض ہوا اور اس نے حج نہیں کیا اور اتنی زیادہ عمر ہو گئی کہ سخت مرض یا بہت زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے حج کے سفر سے عاجز ہوا اور موت تک سفر کے قابل ہونے کی امید نہ ہو تو ایسا شخص کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج بدل کرا دے اگر زندگی میں نہ کرا سکے تو وارثوں کو وصیت کر دے کہ اس کے مال سے حج کرائیں۔ لیکن اصولِ شریعت کے مطابق وصیت صرف ⅓ مال میں جاری ہو سکتی ہے ہاں اگر بالغ ورثاء اپنے حصہ میں سے بخوشی مزید دینا گوارا کریں تو ان کو اختیار ہے۔

۵۔ کفارہ

اگر کسی شخص پر کوئی کفارہ لازم آتا ہے تو اس کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہونا چاہیئے اور ایسے گناہوں کے بارے میں سوچے جو فرائض، واجبات اور سنت کے علاوہ ہیں اور اپنے ذہن میں لائے کہ وہ کب بالغ ہوا اس وقت سے لے کر توبہ کرنے تک اس کے جسم کے اعضاء یعنی ہاتھ پاؤں، زبان، کان، آنکھ، دل شکم اور جنسی آلات سے کون کون سے گناہ سرزد ہوئے ہیں یعنی زبان کتنا عرصہ جھوٹ کی طرف مائل رہی، بہتان باندھتی رہی، چغلیاں لگاتی رہی پھر زبان سے جو گالی گلوچ اور بدکلامی ہوئی اس کو یاد کرے۔ حتیٰ کہ جو سب باتیں زبان نے خلافِ شرع سرانجام دیں ان کو یاد کرے۔ پھر ہاتھوں نے کیا کیا ظلم کیا، کس کا حق غصب کیا۔ چوری ڈکیتی، بددیانتی، رشوت، حتیٰ کہ جتنے بھی گناہ ہاتھ نے سرانجام دیے ہوں ان کو یاد کرے۔ پھر سوچے کہ شکم میں کون کونسا حرام گیا، یعنی شراب خوری یا سُؤر کا گوشت یا ایسی ہی کون کونسی چیزیں کھائی ہیں جو حرام تھیں۔ پھر نفسانی خواہشات کی بنا پر یعنی زنا، غیر محرم کو لذتِ نفس کی خاطر دیکھنا وغیرہ کے گناہ ذہن میں لائے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کے ذہن میں یہ لاتعداد کردہ گناہ کس طرح آ سکتے ہیں تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ انسان تنہائی میں بیٹھ کر اپنے ماضی کے حالات

اور واقعات کو رفتہ رفتہ دہرائے تو تمام برائیاں جو اس نے کیں۔ اس کے سامنے آ جاتی ہیں۔ گناہوں کی یاد ان لوگوں کو دیکھنے سے بھی آجاتی ہے جو گناہوں کے ساتھی اور شریک رہے ہوں اور وہ تمام مقامات کو بھی یاد کرے جہاں پر اس نے کوئی گناہ خواہ چھُپ کر یا ظاہر کیا تھا۔

تمام برائیوں کو ذہن میں لانے کے بعد اللہ کے حضور گریہ زاری کرے، سجدے میں سر رکھ کر معافی مانگے اور ان کا کفارہ بس یہی ہوگا کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے۔ قرآن پاک کثرت سے تلاوت کرے یعنی نیک کاموں کی طرف کثرت سے توجہ کرے۔ تاکہ اس کے گناہ مٹ جائیں کیونکہ ارشاد باری ہے کہ نیکی گناہ کو ختم کر دیتی ہے۔

نیک اور صالح لوگوں کی محفل میں بیٹھے۔ صدقہ اور خیرات کی طرف زیادہ توجہ دے بھوکوں کو کھانا کھلائے۔ پھر جب وہ اپنی زندگی کو کتاب و سنت کا پابند کرے گا تو اس کو بے شمار تکلیفیں آئیں گی، ان کو بصد نیاز قبول کرے کیونکہ رسول پاکؐ کا قول ہے کہ اگر مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ چاہے وہ کانٹا ہی کیوں نہ چُبھا ہو۔

۸۔ حقوق العباد کی ادائیگی

ہر گناہ میں اللہ کی نافرمانی تو ہوتی ہے مگر اس نافرمانی کے ساتھ ساتھ اس گناہ سے کسی انسان کی حق تلفی ہوئی ہو یا کسی کے دل کو دُکھ پہنچا یا ہو تو وہ گناہ حقوق العباد سے ہوگا۔ تو ایسے گناہوں سے توبہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ اس شخص سے بھی معافی مانگنا ضروری ہے جس کے ساتھ ظلم یا زیادتی کی ہو یا جس کی حق تلفی کی گئی۔

بندگانِ خدا کے حقوق تلف کرنے کا تدارک اور تلافی یہ ہے کہ جن لوگوں کو دکھ پہنچایا ہو ان سے معافی مانگی جائے اور ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی جائے تاکہ ان کا کفارہ ادا ہو جائے، یعنی زیادتیوں اور حق تلفیوں کا کفارہ لوگوں کے ساتھ نیکیاں

کرنا اوران کے لیے دعائے خیر کرنا ہے۔ اگر وہ شخص جس کو دکھ پہنچایا تھا وہ دنیا سے جا چکا ہے تو اس کے لیے رحمت کی دعا مانگے۔ اس کی اولاد اور ورثار کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی کرے۔ یہی اس کا کفارہ ہے۔

۱۔ جانی حق تلفی حق تلفی دو طرح کی ہوتی ہے ایک جانی حق تلفی اور دوسری مالی حق تلفی۔ اگر کسی جان کو نقصان پہنچایا ہے یعنی بغیر ارادہ کے قتل کر دیا تو اس کی توبہ کی صورت یہ ہے کہ مقتول کے ورثا کو خون بہا کی ادائیگی کی جائے۔ اس کے برعکس قتل عمدًا سے بغیر قصاص کے خلاصی ناممکن ہے۔ اگر ورثا قصاص معاف کر دیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اور اس طرح گناہوں سے نجات ہو جائے گی۔

۲۔ مالی حق تلفی کسی کا مال غصب کر لیا ہو یا مال چھین لیا یا چوری کی یا کسی کے مال پر ڈاکہ ڈالا یا امانت میں خیانت کی یا تاجر بن کر بددیانتی کی ہو یعنی ملاوٹ کی ہو یا مالی معاملہ میں دھوکہ دیا ہو یا خراب مال فروخت کیا ہو، یا مزدور کی اجرت میں کمی کی ہو یا سرے سے دی ہی نہ ہو یا سود کھایا تو ان تمام صورتوں میں حساب لگایا جائے اور جس کو مالی نقصان پہنچایا ہو ان کے نقصان کی تلافی کی جائے اگر مال واپس لوٹانے کی طاقت نہیں تو پھر التجا کر کے مال کو بخشوایا جائے اگر وہ فوت ہو گیا ہو تو اس کے مال کی تلافی ۔۔۔ کے ورثاء کو کی جا سکتی ہے اگر یہ صورت بھی نہ ہو سکے تو اللہ کی راہ میں خیرات کر دے ۔۔۔ رمالی تلافی نہ کی جائے تو اس کی روز قیامت بازپرس ہوگی۔ چنانچہ حقوق العباد کی طرف سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیئے۔

حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے روز بندہ کو اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور اس کی نیکیاں پہاڑ کے برابر ہوں گی تو اسے یقینًا جنت کا مستحق ہونا چاہیئے۔ مگر حقوق کا مطالبہ کرنے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی کسی کا مال مارا ہوگا۔ کسی کو زدوکوب کیا ہوگا۔ پس ان حقوق کے بدلے میں یہ نیکیاں ان کو دے دی جائیں گی اور اس کے پاس نیکیوں کا کچھ حصہ بھی باقی نہ رہے گا اس وقت فرشتے عرض

کریں گے۔ یا الٰہی! اس کی نیکیاں ختم ہو گئی ہیں اور حقوق کے طلب کرنے والے بہت سارے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان کا مطالبہ کرنے والوں کی برائیاں اس کے گناہوں میں ڈال دو اور اس کو دوزخ میں لے جاؤ۔ غرض وہ دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے جو بدلے کے طور اس کے ذمے ڈالے جائیں گے ہلاک اور تباہ ہو جائے گا اس طرح مظلوم، ظالم کی نیکیوں کے ذریعے نجات پائیں گے کیونکہ ظالم کی نیکیاں بطور تاوان مظلوم کے حق میں منتقل کر دی جائیں گی۔

لہٰذا حقوق العباد کے بارے میں انسان کو حد درجہ محتاط رہنا چاہیئے اور احتیاط سے کام لینا چاہیئے، کہیں ایسا نہ ہو کر انسان سے کسی کی حق تلفی ہو جائے جو اس کو دوزخ میں لے جائے۔

۳۔ آبرو کے حقوق

آبرو کے حقوق کی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو ناحق مارا ہو یا کسی کی غیبت کی ہو یا غیبت سنی ہو، گالی دی ہو تہمت لگائی ہو یا کسی بھی طرح سے کوئی جسمانی یا روحانی یا قلبی تکلیف پہنچائی ہو، تو اس سے معافی مانگ لے، اگر وہ دور ہو تو اس کو عذر نہ سمجھے بلکہ خود جا کر یا خط بھیج کر معافی طلب کرے اور جس طرح ممکن ہو تو اس سے معافی مانگ کر اس کو راضی کرے اگر ناحق مار پیٹ کا بدلہ مار پیٹ کے ذریعہ دینا پڑے تو اسے بھی گوارا کرے۔ البتہ غیبت کے بارے میں یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہو اس سے معافی مانگے ورنہ اس کے لیے بہت زیادہ مغفرت کی دعا کرے جس سے یقین ہو جائے کہ جتنی غیبت کی تھی یا غیبت سنی تھی اس کے بدلہ اس کے لیے اتنی دعا ہو چکی ہے کہ اس دعا کے دیکھتے ہوئے وہ ضرور خوش ہو جائے گا اور غیبت کو معاف کر دے گا۔

یہ بات دل میں بٹھا لینی چاہیئے کہ حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی سمجھ لیں کہ نابالغی میں نماز روزہ تو فرض نہیں ہے لیکن حقوق العباد نابالغی میں بھی معاف نہیں۔ اگر کسی لڑکے یا لڑکی نے کسی کا مالی نقصان کر دیا تو وارث پر لازم ہے کہ بحیثیت ولی خود لڑکے لڑکی کے مال سے اس کی تلافی کرے۔ اگرچہ صاحبِ حق کو

معلوم بھی نہ ہو، اگر ولی نے ادائیگی نہیں کی تو بالغ ہو کر خود ادا کریں یا معافی مانگیں۔
بہت سے لوگ ظاہری تقویٰ اور پرہیزگاری بھی اختیار کر لیتے ہیں، زبانی توبہ بھی کرتے رہتے ہیں لیکن گناہ نہیں چھوڑتے، حرام کمائی سے باز نہیں آتے اور لوگوں کی غیبت کرتے ہوئے ذرا بھی دل میں احساس نہیں ہوتا کہ ہم غیبتیں کر رہے ہیں، صرف زبانی توبہ کرنا اور گناہ نہ چھوڑنا اور حقوق اللہ وحقوق العباد کی تلافی نہ کرنا یہ کوئی توبہ نہیں۔ جو لوگ رشوت لیتے ہیں یا سود لیتے ہیں یا کاروبار میں فریب دے کر ناجائز طور پر پیسہ کھینچ لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا معاملہ بہت کٹھن ہے کس کس کے حق کی تلافی کرنا ہے۔ اس کو یاد رکھنا اور تلافی کرنا اور حقوق والوں کو تلاش کر کے پہنچانا، پہاڑ کھودنے سے بھی زیادہ سخت ہے لیکن جن کے دل میں آخرت کی فکر اچھی طرح جاگزین ہو جائے وہ بہر حال حقوق والوں کے حقوق کسی نہ کسی طرح پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں۔

۴۔ حق تلفی ادا نہ کرنے کا آخرت میں نقصان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم تو اسے مفلس سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم نہ ہو اور مال نہ ہو۔ یہ سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا شبہ میری امت کا حقیقی مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے روز نماز اور روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا (یعنی اس نے نمازیں پڑھی ہوں گی، اور روزے بھی رکھے ہوں گے، زکوٰۃ بھی ادا کی ہوگی) اور ان سب کے باوجود اس حال میں میدانِ حشر میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا۔ اور کسی کو مارا ہوگا۔ اور چونکہ قیامت کا دن فیصلے کا دن ہوگا اس لیے اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا کہ جس جس کو اس نے ستایا تھا اور جس جس کی حق تلفی کی تھی، سب کو اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی، کچھ اس کی نیکیاں اِس حقدار کو دی جائیں گی اور کچھ اُس حقدار کو دے دی جائیں گی پھر اگر حقوق پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو حق داروں کے

گناہ اس کے سر پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا (مُسلم شریف)۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کسی کے حقوق العباد تلف کرنے سے آخرت میں کتنا سخت نقصان پہنچے گا۔

۵۔ ظلم اور حق تلفیوں سے بچنے کی تاکید

دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کر رکھا ہو، کہ اس کی بے آبروئی کی ہو یا اور کچھ حق تلفی کی ہو تو آج ہی (اس کا حق ادا کر کے یا معافی مانگ کر) اس دن سے پہلے حلال کرلیوے جس روز نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا (پھر فرمایا کہ) اگر اس کے کچھ اچھے عمل ہوں گے تو بقدر ظلم اس سے لے لیے جائیں گے اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم کے سر کر دی جائیں گی۔ بخاری۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صرف پیسہ کوڑی دبا لینا ہی ظلم نہیں ہے بلکہ گالی دینا، تہمت لگانا، بے جا مارنا، بے آبروئی کرنا بھی ظلم اور حق تلفی ہے، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم دیندار ہیں مگر ان باتوں سے ذرا نہیں بچتے۔ یہ یاد رکھو کہ خدا اپنے حقوق کو توبہ و استغفار سے معاف فرما دیتا ہے مگر بندوں کے حقوق جب ہی معاف ہونگے جبکہ ان کو ادا کر دے یا اس سے معافی مانگ لے۔

۶۔ یتیموں کا مال ناحق کھانے کی سزا

سب کو معلوم ہے کہ یتیم کا مال کھانا اور اصولِ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی ملک میں لے لینا یا اپنے اوپر یا اپنی اولاد کے اوپر خرچ کر دینا سخت گناہ ہے اور حرام ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ	بے شک جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں، بس
الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ	یہی بات ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔
بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ؕ	اور عنقریب جلتی ہوئی آگ میں داخل ہونگے۔

جو لوگ یتیم خانوں کے نام سے ادارے لیے بیٹھے ہیں اور وہ یا ان کے مشیر چندے جمع کرتے ہیں، وہ لوگ اس آیت کے مضمون پر غور کریں اور اپنا حساب اسی دنیا میں کریں۔ شرعاً جتنا حق الخدمت لے سکتے ہیں اس سے زیادہ تو نہیں لے رہے ہیں خوب غور فرمالیں۔ اگر کوئی غبن کیا ہے تو اس کی تلافی یوم آخرت سے پہلے کریں۔

اور بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یتیم کا مال کھانے کا گناہ انھیں لوگوں کو ہو سکتا ہے جو یتیم خانے چلا رہے ہیں لیکن درحقیقت گھر گھر یتیموں کا مال کھایا جاتا ہے، جب کسی شخص کی وفات ہو جاتی ہے اس کی نابالغ اولاد لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب یتیم ہوتے ہیں، شرعی اصول کے مطابق میراث تقسیم نہیں کی جاتی۔ چچا یا بڑے بھائی کے قبضہ میں مرنے والے کی رقوم اور جائداد جو کچھ ہوتی ہیں ان میں سے تھوڑا بہت بغیر حساب ان بچوں پر خرچ کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگ تو ان کے مستحقین پر کچھ بھی خرچ نہیں کرتے اور پوری جائداد پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اپنے نام یا اپنی اولاد کے نام کر دیتے ہیں۔ جب یہ یتیم بچے بالغ ہوتے ہیں تو باپ کی میراث میں سے ان کو کچھ نہیں ملتا۔ یہ سب یتیم کا مال کھانے میں داخل ہے۔ اگر کسی نے بہت ہمت کی اور مرنے والے کی جائداد اور مال کو تقسیم کر بھی دیا تو اس میں مرنے والے کی بیوی اور بچیوں کو کچھ بھی نہیں دیتے، یہ سب بیوہ اور یتیم کا مال کھانے میں شامل ہے۔

۷۔ مالی حقوق غصب کرنے کی مختلف صورتیں

ہمارے علاقوں میں رواج ہے کہ میت کے ترکہ میں سے اس کی لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے بلکہ بھائی ہی دبا بیٹھتے ہیں جو سراسر ظلم کرتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنا حق مانگتی نہیں ہیں اور معاف کرانے سے معاف بھی کر دیتی ہیں۔

واضح رہے کہ حق نہ مانگنا دلیل اس بات کی نہیں کہ انھوں نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے اور جیسی جھوٹی معافی ہوتی ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ ہم کو ملنا تو ہے ہی نہیں لہذا معاف ہی کر دیتی ہیں اور اپنا حق طلب کرنے سے خاموش

رہتی ہیں۔ اگر ان کا حصہ بانٹ کر ان کے سامنے رکھ دیا جائے کہ لو یہ تمہارا حصہ ہے اور جائداد کی آمدنی جتنی بھی ان کے حصہ کی ہو ان کو دے دی جائے اور وہ اس کے باوجود معاف کر دیں تو معافی کا اعتبار ہوگا، مجبوری رسمی معافی کا اعتبار نہیں۔

بعض لوگ نفس کو یوں سمجھا لیتے ہیں کہ زندگی بھر ان کو ان کے سسرال سے بلائیں گے بچوں سمیت آئیں گی، کھائیں گی پئیں گی اس سے ان کا حق ادا ہو جائے گا۔ یہ سب خود فریبی ہے۔ اول تو ان پر اتنا خرچ نہیں ہوتا جتنا میراث میں ان کا حصہ نکلتا ہے۔ دوسرے صلہ رحمی کرنا ہے تو اپنے پیسہ سے کرو، پیسہ ان کا اور احسان آپ کا کہ ہم نے بہن کو بلایا ہے اور خرچ کیا ہے۔ یہ کیا صلہ رحمی ہوئی؟ تیسرے ان سے معاملہ کرو، کیا اس سودے پر وہ راضی ہیں؟ یکطرفہ فیصلہ کیسے فرمایا۔

۱۔ بیوی کے حقوق میں زیادتی کی صورت

بہت سے سمجھدار لوگ بھی مرنے والے بھائی کی جائداد سے اس کی بیوی کو حصہ نہیں دیتے بلکہ اسے مجبور کرتے ہیں کہ تو ہمارے ساتھ نکاح کرلے۔ وہ بیچاری مجبوراً نکاح کر لیتی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے شریعت کی پاسداری کرلی۔ حالانکہ نکاح کر لینے سے اس کے شوہر کی میراث سے جو شرعاً حصہ اس کو ملا ہے اس کا دبا لینا پھر بھی حلال نہیں ہو جاتا، یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر عورت کو جائداد میں حصہ دے دیا گیا تو ہماری زمین کا حصہ دوسرے خاندان میں چلا جائے گا اگر چلا ہی گیا تو کیا ہوا۔ بیوہ عورت کا مال مارنے اور آخرت کے عذاب سے تو بچ جائیں گے۔

اسی طرح مہر کو بھی سمجھو کہ رسمی طور پر بیوی کے معاف کر دینے سے معاف نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کی خوشی سے معاف نہ کر دے، اگر اس نے یہ سمجھ کر زبانی طور پر معاف کر دیا کہ معاف کروں یا نہ کروں، ملتا تو ہے ہی نہیں تو اس معافی کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

قرآن شریف میں ارشاد ہے:۔

فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ۝

سو اگر تمھاری بیویاں نفس کی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو تم اس کو مرغوب اور خوشگوار سمجھتے ہوئے کھا لو۔ النساء

اس بارے میں بھی یہی صورت کریں کہ ان کا مہر ان کے ہاتھ میں دے دیں پھر وہ اپنی خوشی سے بخش دیں تو اس کو بے تکلف قبول کر لیں۔

۳۔ لڑکیوں کا مہر وصول کر کے ذاتی استعمال میں لانا درست نہیں

لڑکیوں کی شادی کر دی جاتی ہے اور ان کا مہر والد یا دوسرا کوئی ولی وصول کر لیتا ہے۔ وصول کر لینا اور اس کی ملکیت جانتے ہوئے محفوظ رکھنا یہ تو ٹھیک ہے لیکن لڑکی سے پوچھے بغیر اس کے مال کو اپنے تصرف میں لانا اور اپنا ہی سمجھ لینا، پھر اس کو کبھی بھی نہ دینا یا اوپر کے دل سے جھوٹی معافی کرا لینا یہ حلال نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! شادی میں جو ہم نے خرچ کیا ہے اس کے عوض یہ رقم ہم نے وصول کر لی یا جہیز میں لگا دی۔ حالانکہ والد یا کوئی ولی رواجی اخراجات کرتا ہے عموماً یہ سب کچھ نام کے لیے ہوتا ہے۔ پھر بے زبان لڑکی کا مال اس طرح خرچ کرنا کیسے حلال ہو سکتا ہے؟ جو کچھ خرچ کریں موافق شرع خرچ کریں اور وہ بھی اپنے مال سے نہ کہ لڑکی کے مہر سے، اس کے مال سے خرچ کرنا بلا اس کی اجازت کے ظلم ہے۔ اس سے پوچھتے تک نہیں اور اس کا مال اڑا دیتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب یہ کہیں کہ وہ خاموش رہتی ہے، یہی اجازت ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ رواجی خاموشی مالیات کے بارے میں معتبر نہیں ہے اس کی رقم اس کو دے دو، اس پر کسی قسم کا جبر نہ ہو اور بدنامی اور رواج کا ڈر نہ ہو۔ پھر وہ خوشی سے جو کچھ آپ کو دے دے، اس کو اپنا سمجھ سکتے ہو۔

یوں کہنے والے بھی ملتے ہیں کہ ہم نے پیدائش سے لے کر آج تک خرچ کیا ہے وہ ہم نے وصول کر لیا۔ یہ بھی جاہلانہ جواب ہے کیونکہ شرعاً آپ پر اس کی پرورش واجب

تھی اس لیے آپ نے اپنا واجب ادا کیا جس کی ادائیگی اپنے مال سے واجب تھی۔ اس کے عوض وصول کرنا خلاف شرع ہے۔ بلکہ خلافِ محبت اور خلافِ شفقت بھی ہے گویا آپ جو کچھ اس کی پرورش پر خرچ کرتے آئے ہیں وہ ایک سودے بازی ہے۔ اور ہے بھی بلا حساب ، جس کی لکھائی پڑھائی کچھ نہیں۔ پندرہ بیس سال خرچ کر کے اس کے مال سے وصول کریں گے۔ ادھار خرچ کر کے بعد میں وصول کر لینا یہ تو غیر بھی کر دیتے ہیں۔ آپ نے اپنی اولاد کے ساتھ کونسا سلوک کیا۔

ان تمام صورتوں میں دوسروں کے حقوق کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس لیے ان تمام صورتوں سے بچنا بہتر ہے اور اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس کا توبہ سے ازالہ کرنا چاہیئے۔

۹۔ قبولِ توبہ

توبہ کرنے کے بعد تائب کے ذہن میں ایک سوال اُبھرتا ہے کہ کیا اس کی توبہ بارگاہِ رب العزت میں قبول ہوئی ہے یا نہیں۔ اس کا صحیح جواب اللہ تعالیٰ خواب یا مراقبہ کی حالت میں تائب کو دے دیتا ہے اور بعد میں انسانی دل میں اس قسم کی نیکی کی طرف مائل کرنے والے جذبات اور خیالات پیدا ہوتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے، کہ اس کی توبہ قبول ہو گئی ہے یا توبہ کے بعد روحانی فضل کے آغاز سے بھی یہ پتہ چل جاتا ہے کہ بارگاہِ ایزدی میں توبہ قبول ہو گئی ہے۔ بہر کیف اگر توبہ سابقہ بیان کردہ شرائط کے مطابق ہو گی اور سچے دل سے ہو گی تو ضرور قبول ہو گی۔

توبہ کا اصل تعلق انسانی دل سے ہے۔ جس کو یہ معرفت حاصل ہو جائے کہ دل کی کیا حقیقت ہے جسم سے اس کا تعلق کیا ہے اور اللہ سے اس کی کیا نسبت ہے، تو ایسا دل توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور دل ہی توبہ کے ذریعے عبد اور معبود کے درمیان حجاب کو دور کرتا ہے۔ دل ایک ایسا آئینہ ہے کہ اگر وہ گناہوں اور خطاؤں کے زنگار سے پاک صاف ہو تو اللہ کے نور کی آماجگاہ ہے لیکن اگر آدمی سے کوئی

گناہ سرزد ہو جائے تو یہ گناہ آئینہ دل کو گندا کر دیتا ہے۔ مگر انسان کی عبادت، اور نیکیاں نور بن کر دل کی ظلمت اور تاریکی کو ختم کر دیتی ہیں اور جب بھی ظلمت کا غلبہ ہونے لگے تو توبہ ایک ایسی عبادت کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے جس سے دل کی ظلمت ختم ہو جاتی ہے اور دل از سرِ نو پاک صاف ہو جاتا ہے۔

دل کی پاکی سے دل میں ایک ایسا نور پیدا ہو جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ انسان کی باطنی نگاہ کو کھول دیتا ہے اور پھر اس کو توبہ قبول ہونے کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ سے پتہ چل جاتا ہے۔

باقی اللہ کی رحمت ایسی وسعت والی ہے کہ اگر کوئی انسان سچے دل سے توبہ کر جائے تو اس توبہ کو اللہ تعالیٰ ضرور شرفِ قبولیت بخشتے ہیں مگر قبولیتِ توبہ کے بارے میں یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ توبہ کر کے برائیوں کو عملی طور پر ترک کر دینا چاہیئے۔ رزقِ حلال کمانا اور رزقِ حلال کھانا بھی جزو لازم ہے اگر توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ برائی بھی جاری رکھی جائے تو توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی خواہ زبان سے انسان لفظِ توبہ جتنی مرتبہ چاہے کہتا جائے کہ اللہ میں نے توبہ کی۔ ناقص توبہ قبول نہ ہوگی۔

کن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی

توبہ ہر شخص کی قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن بنیادی شرط صاحبِ ایمان ہونا لازمی ہے لہٰذا جو حضرات اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیروکار ہو کر مر جائیں ان کی توبہ قبول نہیں۔ چنانچہ جو شخص ایک مرتبہ ایمان لے آئے اور پھر مرتد ہو جائے اور کفر میں بڑھ جائے تو اس کی توبہ قبول نہیں۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بعد کفر کرنے والوں اور پھر اس کفر پر مرنے والوں کو ڈرایا ہے کہ موت کے وقت تمھاری توبہ قبول نہ ہوگی، لہٰذا جو ایمان سے نکل کر راہِ حق سے بھٹک جائیں اور اس حالت میں مر جائیں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی چنانچہ یاد رہے کہ موجودہ دور میں جو لوگ اسلام کی راہ چھوڑ کر کمیونزم اور الحاد کی راہ اختیار کریں تو ایسے لوگوں کی توبہ موت کے وقت ہرگز قبول نہیں ہوگی۔ البتہ موت سے

پہلے پہلے اگر وہ اس راہ کو چھوڑ کر اسلام کے صراطِ مستقیم پر آجائیں تو ان کی توبہ قبول ہے کیونکہ الحاد کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :-

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۔

بے شک جو لوگ ایمان کے بعد کفر کریں، پھر اس کفر میں حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی یہی لوگ گمراہ ہیں بیشک جو لوگ کفر کریں اور مرتے دم تک کافر رہیں۔ اگر ان میں سے کوئی زمین بھر سونا فدیے میں دے دیوے تو پھر بھی ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ آل عمران : ۹

کفر میں بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی عملاً مخالفت اور مزاحمت کرے اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روکنے کے لیے اپنا پورا زور لگائے۔ لوگوں میں شبہات پیدا کرے اور بدگمانیاں پھیلائے تاکہ دوسرے لوگ ایمان نہ لے آئیں تو منکرین اسلام کا یہ رویہ اس حد تک بڑھ جائے تو ایسے لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔

البتہ شرک کی معافی ہو سکتی ہے کہ شرک کرنے والا شرک کو چھوڑ کر تائب ہو جائے اور سیدھا راستہ اختیار کر لیوے۔ شرک گناہِ عظیم ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ " بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کو چاہے بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔" النساء : ۴۸، ۱۱۶۔



۵

فضائلِ توبہ

توبہ کے فضائل بیشمار ہیں ان میں سے چند ایک حسبِ ذیل ہیں :-

۱۔ حصولِ نجات کا پہلا قدم توبہ

دین و دنیا میں فلاح اور آخرت میں حصولِ نجات کا پہلا قدم اور آخری سہارا توبہ ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ انسان اللہ کے حضور اپنی غلطیوں اور گناہوں پر معافی مانگتا رہے۔ چونکہ گناہ اور نافرمانی انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتے ہیں۔ جو سراسر خسارے کا سودا ہے۔ اس کے برعکس اطاعت اور ترکِ گناہ قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ توبہ اطاعت کی طرف مائل کرتی ہے اور ترکِ گناہ کی طرف ترغیب دیتی ہے۔ اسی لیے تو اللہ کا حکم ہے کہ خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ہوس کو چھوڑ کر میری طرف لوٹو۔ اور امید رکھو کہ آخرت میں میرے پاس مراد پاؤ گے۔ ہمیشہ رہنے والے گھر میں میری نعمتوں کے اندر رہو گے، فلاح اور نجات سے ہمکنار ہو کر جنت میں رہو گے جو نیک لوگوں کے لیے ہے۔

دین و دنیا میں حصولِ نجات کے راستے میں انسان کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ انسان کا اپنا نفس اور شیطان ہے اور یہ دونوں انسان کے ازلی دشمن ہیں، انسان کا نفس خواہشات کا طالب ہے، لہٰذا یہ انسان کو آخری دم تک طالبِ دنیا بنائے رکھتا ہے اور شیطان انسان کو راہِ حق سے گمراہ کرنے کے درپے رہتا ہے۔ اس لیے دونوں دشمن انسان کو گناہوں میں مبتلا کرنے کے لیے پیش پیش ہیں اور ان دونوں سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ توبہ اور استغفار ہے۔

شیطان انسان کو اس طرح گمراہ کرتا ہے کہ جب انسان کی عمر ابھی پختہ نہیں ہوتی بلکہ اوائل ہوتی ہے تو اس کی عقل ناقص سوچ سے فائدہ اٹھا کر دل میں وسوسے ڈال کر نفس کو مغلوب کر لیتا ہے تو انسان پر جب حیوانیت اور شیطانیت کا غلبہ اچھی طرح ہو جاتا ہے تو اس کے اعضاء وجوارح ذہن کا ساتھ نہیں دیتے۔ چنانچہ وہ بڑی آسانی سے طرح طرح کی نفسانی خواہشات اور معاصی کا شکار ہو جاتا ہے اس کی سوچ کا انداز بھی بدل جاتا ہے اور پھر وہ اپنے خالق ہی کا باغی بن کر ناپسندیدہ عمل کرنے لگتا ہے یہ دل کی غفلت، رب کی نافرمانی اور گناہوں پر اصرار ایسے روحانی امراض ہیں، کہ اگر ان کا بروقت علاج نہ کیا جائے تو انسان کی فطرت ہی مسخ ہو جانے کا خطرہ ہے۔

ایسے غافل انسان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے جو اس کو بہکاتا اور گناہوں پر اکساتا ہے اور اس کو ایسے مغالطے میں رکھتا ہے۔ کہ اس کو اپنے اعمالِ بد بھی بھلے اور پسندیدہ معلوم ہونے لگتے ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ انسان معصیت کی طرف لانے والی خواہشات اور گناہ پر آمادہ کرنے والے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ داخلی دشمن تو خود نفس امارہ ہے جو سانپ آستین کی طرح پہلو میں چھپا ہوا ہے اور خارجی دشمن شیاطین، جنات اور انسان ہیں، جو نیک انسانوں کو گمراہ کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ اس لیے انتہائی احتیاط کے باوجود انسان سے قصداً یا غیر ارادی طور پر کتنے ہی گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں۔

اسی طرح اگر انسان دن رات دنیوی تفکرات اور مال و اولاد کے چکر میں گرفتار رہے اور مال و دولت ہی سمیٹتا رہے تو یہ بھی حد درجہ کی ہلاکت کا باعث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے غفلت اور دوری اس کی رحمت اور پناہ سے محروم کر دے گی۔ ایک حدیث میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم دیکھے کہ اللہ عزوجل کسی آدمی کو باوجود اس کے کھلم کھلا گناہوں کے دنیا کی نعمتیں اور مال و جاہ دے رہا ہے اور جو وہ چاہتا ہے اس کو مل جاتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ اس کو رفتہ رفتہ گناہوں میں بڑھایا جا رہا ہے۔ تاکہ آخر میں اسے سخت عذاب میں

مبتلا کیا جائے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ پس وہ جب ان باتوں کو بھول گئے جو انھیں یاد دلائی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ اپنے مال و جاہ پر اترا گئے تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ بے بس ہو کر رہ گئے۔" مشکوٰۃ

لہٰذا جو شخص اللہ عزوجل اور آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو اور وہ خواہشاتِ نفسانی اور بدی اور شر میں بھٹک جانے کے بعد خیر و نیکی اور راہِ راست پر واپس آنا چاہے اور نیک نیتی اور پورے خلوص کے ساتھ اللہ جل شانہ کی رضامندی حاصل کرنے اور اطاعت و فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرنے کا پختہ ارادہ رکھتا ہو تو اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس کریمانہ پیش کش اور مہلت کا پورا فائدہ اٹھائے اور نئی پاکیزہ زندگی کی ابتداء "توبہ و استغفار" سے کرے۔ چونکہ حصولِ نجات اور استقامتِ ایمان کا یہی پہلا قدم ہے۔

۲۔ توبہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم

تمام گناہوں سے توبہ کرنا ہر شخص پر فرض عین ہے خواہ گناہ کس قسم کا ہو۔ کیونکہ انبیاء کرام اور خواصین کے علاوہ کوئی شخص مشکل ہی سے ایسا ہوگا کہ جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ اور اس کے جسم کے اعضاء گناہ سے پاک ہوں۔ اگر ایسا ہے تو ہو سکتا ہے کہ دل ہی سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو اور اگر ایسا نہیں تو شیطانی وسوسوں سے عام انسان خالی نہیں ہو سکتا۔ جس کی بنا پر انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا بھی نہیں تو اللہ کی معرفت کے حصول میں غفلت اور کوتاہیاں عموماً ہو جاتی ہیں۔ ان صورتوں میں ہر شخص کی توبہ اس کے حال کی مناسبت سے ہوتی ہے لیکن توبہ ہر ایک کے لیے ضروری ہے البتہ نوعیت میں فرق ہوتا ہے عوام الناس اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اللہ کے خاص بندے غفلت سے توبہ کرتے ہیں اور اہل معرفت کی توبہ یہ ہے کہ سوائے خدا کے تمام دنیا سے منہ موڑ لیں۔

توبہ جب ہر انسان پر فرض ہے تو ہر انسان کو بیک وقت تمام گناہوں سے توبہ کرنی چاہیئے مگر ایسا نہیں کرنا چاہیئے کہ ایک گناہ سے توبہ کرے اور دوسرے گناہوں کو ویسے ہی سرانجام دیتا چلا جائے۔ جس گناہ سے انسان توبہ کرے گا وہی گناہ دور ہوگا اور جس سے توبہ نہیں کرے گا وہ گناہ اس کے ذمے رہے گا۔ کوئی بھی اس زمرے سے مستثنیٰ نہیں سوائے ان لوگوں کے جو ہوش و حواس اور عقل قائم نہ رکھتے ہوں، پھر نہ ہی توبہ کرنے کے لیے کوئی عمر کا خاص وقت مقرر کیا گیا ہے کہ تم فلاں عمر میں توبہ کرو۔ بلکہ جس وقت بھی شیطان انسان کو فریب دے اور انسان غفلت اور نادانی کا شکار ہو کر گناہ کر بیٹھے تو اسی وقت انسان کو توبہ کی طرف لوٹ آنا چاہیئے۔

تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ	اے ایمان والو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو
مُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔	تاکہ تم نجات پاؤ ۔ نور : ۳۱

انسانی فلاح یہ ہے کہ انسان صاحب ایمان ہو اور اللہ کا اطاعت گزار بندہ ہو۔ شریعت اسلامیہ کا پوری طرح پابند ہو اور پھر اطاعتِ خدا اور رسولؐ میں اس سے کوئی لغزش، کوتاہی یا نافرمانی سرزد ہو جائے تو اس پر اللہ سے اس کی معافی مانگے۔ اور اپنی نادانی پر توبہ کرے اور پھر اللہ کے معاف کرنے پر انسان فلاح پاسکے گا۔ مگر انسانی فلاح کے لیے ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق توبہ ہر شخص کی نجات کے لیے لازمی قرار دی گئی ہے اور توبہ کے اس حکم سے کوئی انسان بھی مستثنیٰ نہیں۔

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْآ	اور تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ۔ پھر
اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا	اس کی طرف توبہ کرو۔ وہ تم کو مقررہ مدت تک
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ	اچھا متاع دے گا اور اپنے فضل سے فضل دیگا
ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا	اور اگر تم منہ موڑتے رہے تو بے شک مجھے تمہارے
فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ	لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔
يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۔	ہُود : ۳

دنیاوی متاع کی خاطر انسان لالچ میں آکر گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ عام انسانوں کے

سامنے اپنی بہتری اور فلاح کا معیار صرف دنیاوی سہولتوں اور آسائشوں کا حصول ہے لیکن انسانی فلاح اور انجام کار کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے متاع کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، دین اور دنیا دونوں میں اللہ سے اپنی نجات اور فلاح مانگے اور انسانی نجات اسی میں ہے کہ رب العزت سے اپنے گناہوں پر توبہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مجھ سے اپنے گناہوں پر توبہ کرو۔ اور توبہ کرنے سے آخرت تو بن ہی جائے گی، لیکن دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ انسان کو اچھا متاع دیں گے۔

توبہ کے اس حکم سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے کہ صرف وہ اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ بلکہ یہ حکم روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لیے ہے کہ جن راستوں پر وہ چل رہے ہیں، چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر آجائیں۔ جو لوگ کفر و شرک، الحاد اور طرح طرح کی توہم پرستی میں مبتلا ہیں، ان کو چاہیئے، کہ توبہ کر کے صاحبِ ایمان بنیں۔ اور دین و دنیا میں فلاح پائیں اور اچھا متاع پائیں۔

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔

جو کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو غفور اور رحیم پائے گا۔ نساء : ۱۱۰

جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ کی طرف جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور وسعتِ رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے اور اس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے، گو وہ گناہ آسمان و زمین اور پہاڑوں سے بھی بڑے ہوں۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۔

اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو بے شک میرا رب رحم کرنے والا بہت محبت کرنے والا ہے۔

ہود : ۹۰

۴۔ توبہ اللہ کی توفیق سے ہے

اپنے بندوں کو توبہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ دیتا ہے بشرطیکہ کوئی اس سے توفیق طلب کرے۔ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۝	آپ کا کوئی دخل نہیں (اللہ) انھیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے۔ کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ آل عمران ۱۲۸

اے مسلم! جب تو نے جان لیا کہ توبہ کا حکم ہر بندے کے لیے ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھ کہ توبہ اللہ کی توفیق کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، کوئی کچھ کہے اللہ کی توفیق کے بغیر کوئی بندہ کچھ بھی کرنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ اس لیے اے اللہ! ہر بندہ ہر حال میں تیرے حکم کا محکوم اور تیری توفیق کا محتاج ہے، لیکن تیری توفیق کس وقت ملتی ہے اے الٰہی! تو ہر اس بندے کو توبہ کی توفیق دیتا ہے جو تجھ سے توفیق طلب کرتا ہے۔ لہٰذا توبہ کی توفیق طلب کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔ اور بندہ یہ توفیق اللہ سے اس وقت طلب کرتا ہے جب دنیا سے چاروناچار مجبور ہو کر اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے

تین صورتوں میں انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور توبہ کی توفیق طلب کرتا ہے۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ جب کوئی برائی میں انتہا پر پہنچ جاتا ہے، اور پھر جب اس پر گرفت ہوتی ہے تو اس کے دل میں احساس توبہ بیدار ہوتا ہے اور اس بیداری احساس پر اگر وہ اللہ سے توبہ کی توفیق طلب کرے تو اسے مل جاتی ہے دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی توجہ سے بھی دوسروں کو توبہ کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نیک مجلس میں ذکر و فکر کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے۔

۴۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے توبہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے توبہ قبول ہو جاتی ہے، اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

النساء : ۶۴

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنا نقصان کر بیٹھیں، اس وقت (اے رسول) وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول اللہ بھی اللہ تعالیٰ سے (ان کے لیے) معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے

اس آیت کا شانِ نزول تو وہ موقعہ ہے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دعوتِ حق دی لیکن کچھ لوگوں نے اس دعوت کو دل سے قبول نہ کیا اور منافقانہ روش اختیار کی۔ انھیں چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے لیکن انھوں نے آپ کے پیغام کی دل سے اطاعت نہ کی، تو ان کی یہ نافرمانی صرف رسول اللہ کی نافرمانی نہ تھی بلکہ دوسرے لفظوں میں اللہ کی نافرمانی تھی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے رسولؐ! اگر یہ دنیا بھر کے قصور کر کے اور اپنی جانوں پہ طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد بھی نادم ہو کر تیرے حضور میں آکر شفاعت کی التجا کریں اور آپ ان کو معاف کرنے کی دعا کریں تو اللہ ضرور ان کی توبہ قبول کرتا۔

یہ آیت ہر ایک کو دعوتِ عام دیتی ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ اگر دیگر لوگ بھی اللہ سے معافی طلب کرنا چاہیں تو انھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو کر معافی مل سکتی ہے۔ کیونکہ غیر مسلموں کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں نہ آنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کی راہ چھوڑ کر اپنے نفسوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہر بالغ غیر مسلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ کفر سے توبہ کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

تاکہ اللہ انہیں معاف کرے۔

۵۔ توبہ قبول کرنے کا اختیار

اے اللہ کے بندے! جب تو اس حقیقت کو پا گیا کہ توبہ کیے بغیر چھٹکارا نہیں تو یاد رکھ کہ توبہ صرف اللہ کی بارگاہ میں کر۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی توبہ قبول کرنے والا نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں

البقرہ: ۱۶۰

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

کیا انھوں نے یہ نہیں معلوم کیا کہ بیشک اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خیرات منظور کرتا ہے اور یہ بیشک اللہ ہی ہے جو توبہ قبول کرنے والا ہے۔ توبہ: ۱۰۴

ان آیات سے معلوم ہوا کہ توبہ قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کیونکہ تمام کارخانۂ کائنات صرف اللہ ہی کا مرہون منت ہے اور وہی ہمارا حقیقی مالک اور حاکم ہے اور اسی نے ہمیں محدود اختیارات دے کر ایک مختصر عرصۂ حیات کے لیے بطور آزمائش اس دنیائے رنگ و بُو میں بھیجا ہے اور اس نے انسان کے لیے جنت اور دوزخ، جزا اور سزا مقرر کی ہے۔ پھر انسانی زندگی کا انحصار بھی اسی کی عنایات سے وابستہ ہے۔ جب ہر انسان ہر طرح سے اللہ کا محتاج ہے اور موت کے بعد بھی اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو حقیقی توبہ بھی اسی کو قبول کرنے کا اختیار ہے، اللہ کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو انسان کی توبہ قبول کر کے اس کو معاف کر دے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوا کہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ط وَ الْکٰفِرُوْنَ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ الشوریٰ : ۲۵

اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور وہ تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے اور ان لوگوں کی عبادت قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

اس آیت میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ جب بھی انسان کو اپنے گناہوں پر احساسِ ندامت ہوجائے اور وہ اللہ کے حضور سچے دل سے توبہ کرے تو وہ اس کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ جو توبہ کی طرف مائل ہوتے ہیں ان کو اللہ اپنے فضل سے مزید دیتا ہے یعنی ان کی روزی اور نیکیوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

۶۔ توبہ کرنے والوں سے اللہ کی مُحبّت

اللہ کو اپنے بندوں سے خاص پیار ہے اگر وہ غلطی کر کے توبہ کرلیں تو وہ ان سے محبت کرتا ہے کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ه

بیشک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بقرہ : ۲۲۲

عمومًا یہ روزمرہ کے معمول کی بات ہے کہ اتفاق سے اگر کوئی مالک اپنے ماتحت کے ذمے کسی کام کی انجام دہی لگادے لیکن وہ اسے کرنے میں کوتاہی یا غلطی کرے تو مالک لازمًا ناراض ہوگا۔ مگر فورًا ہی ماتحت کے دل میں اپنی غلطی پر احساسِ ندامت ہو اور اگر وہ عاجزانہ انداز میں اپنے مالک سے غلطی کی معافی مانگ لے تو وہ ضرور اسے معاف کردے گا اور اگر وہ مالک اہلِ بصیرت سے ہو تو اسے اس غلطی کرنے والے کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ بھی پیدا ہوگا کہ اسے غلطی اور کوتاہی کا احساس ہوگیا ہے اور آئندہ کے لیے اس کو تنبیہ

کر دے گا کہ ایسا نہ کرنا۔

بعینہٖ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ وہ گناہ کے بعد اس سے معافی مانگیں تو وہ معاف کر دیتا ہے اور پھر اللہ ایسے لوگوں سے پیار بھی کرنے لگ جاتا ہے کہ انھوں نے گناہوں کو ترک کر کے میری طرف رجوع کیا ہے۔ دنیا کا دستور ہے کہ اگر ہم کسی کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آئیں تو وہ بھی ایسا ہی پیش آنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی اللہ توبہ کرنے والوں کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہے۔

لہٰذا اللہ کی محبت اور پیار کے حصول کے لیے انسانوں کو فوراً توبہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اب ذرا غور کریں کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے تو وہ کتنا خوش نصیب ہوگا کہ کائنات کی سب سے بڑی طاقت اس سے محبت کرتی ہے۔ دنیاوی نقطۂ نظر کے مطابق اگر کوئی انتہائی خوبصورت اور مال دار لڑکی کسی سے محبت کرنے لگے تو وہ اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت خیال کرنے لگتا ہے اور فخر سے اتراتا پھرتا ہے اور دل ہی دل میں بہت خوش ہوتا ہے، مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا مگر وہ جس کو شہنشاہِ کائنات کی محبت حاصل ہو جائے تو وہ شخص کتنا عظیم اور بلند ہوگا لیکن یاد رکھیئے کہ اللہ کی محبت صرف توبہ کرنے والوں کو ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:۔

"صبر کرنے والے اور سچائی والے اور اللہ کا حکم بجا لانے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور پچھلے پہر رات کو استغفار کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔"

آل عمران : ۱۷

"وہ اس سے پہلے نیکیاں کرنے والے تھے۔ وہ رات کو تھوڑا سوتے (اور اکثر حصہ رات کا عبادتِ الٰہی میں گزارتے) تھے اور علی الصبح استغفار کرتے تھے (معافی مانگتے تھے کہ حقِ عبودیت ادا نہ ہو سکا)" الذاریات : ۱۶ تا ۱۸

قرآن مجید کی ان آیات سے بھی یہی بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ معافی اور توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے اس کے حضور

گڑگڑاتے رہتے ہیں اور اللہ ان پہ مہربان رہتا ہے۔

۷۔ بندے کی توبہ سے اللہ کی مُسرّت

انسان جب اللہ کے حضور میں توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے کہ ایک انسان جس کو اس نے پیدا کیا۔ پھر پیدائش سے موت تک پرورش کا ذمہ لیا۔ اس پر طرح طرح کے احسان کیے اور بے شمار لازوال نعمتیں بخشیں۔ مگر یہ نادان اپنے ازلی دشمن شیطان کے فریب میں آکر اللہ کی اطاعت اور عبادت سے بھٹک گیا لیکن پھر اسی کی توفیق سے توبہ کا طالب بنتا ہے اور دنیا سے منہ موڑ کر اسی کے حضور توبہ کے لیے حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ سے مسرت ہوتی ہے۔ کہ ایک بھولا ہوا انسان اس کے حضور میں آکر سجدہ ریز ہوگیا ہے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حسبِ ذیل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ وَاَنَا مَعَهٗ حَيْثُ يَذْكُرُنِیْ وَاللّٰهِ لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهٗ بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِذَا اَقْبَلَ اِلَیَّ يَمْشِیْ اَقْبَلْتُ اِلَيْهِ اُهَرْوِلُ ؏

(بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندہ کے خیال کے ساتھ ہوں یعنی جو میرے بارے میں جو گمان کرے میں ویسا ہی کر دوں گا۔ اور میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جہاں بھی مجھے وہ یاد کرتا ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اس میں شک نہیں کہ اپنے بندہ کی توبہ سے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جب تم سے کسی کا سامان سواری وغیرہ جنگل میں بیابان میں گم ہو جائے اور وہ پھر اس کو پالے (نیز اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ) جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں

اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس کی طرف چار ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف متوجہ ہو کر پاؤں سے چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتے ہوئے متوجہ ہوتا ہوں۔

اس حدیث میں اہل ایمان کے لیے چند بشارتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ میں بندہ کے خیال کے ساتھ ہوں کہ جب وہ یہ خیال کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور معاف کر دے گا، دنیا وی مصیبتوں اور آخرت کے عذابوں سے محفوظ فرمادے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی امید اور گمان کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ درحقیقت یہ بہت بڑی بشارت ہے، امید باندھنے اور اچھا گمان رکھنے میں تو کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ بہت بڑا مہربان ہے، امید اور گمان پر کتنی بڑی عنایت اور مہربانی کی خوشخبری دی ہے۔ کوئی ہو تو سہی جو اللہ کی طرف بڑھے۔ البتہ یہ بات بھی ضروری ہے کہ امید رکھ کر نیکیاں کرتے رہنا چاہیئے اور گناہوں سے بچتے رہنا چاہیئے۔

دوسری بشارت جو اس حدیث میں ہے وہ یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے فرمایا کہ میں بندہ کے ساتھ ہوں۔ جہاں بھی وہ مجھے یاد کرے۔ اللہ کی معیت بہت بڑی دولت ہے اور اس کا کیف وہی بندے محسوس کرتے ہیں جو زبان اور دل سے اللہ کی یاد میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ کا ساتھ ہونا کتنی بڑی نعمت ہے۔ ذرا اس کو غور کرو، اللہ کی معیت کا مزہ انھیں لوگوں سے پوچھو جن کو ذکر کی حضوری حاصل ہے اور جو اپنے احوال و اشغال میں اللہ پاک کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

تیسری بشارت دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اللہ پاک کی طرف تھوڑا سا بھی بڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف اس سے کئی گنا زیادہ بڑھتا ہے۔

چوتھی بشارت یوں دی کہ اللہ جل شانہ کی طرف کوئی معمولی رفتار سے چلے تو اللہ جل شانہ اس کی طرف دوڑ کر پہنچ جاتا ہے۔ یہ بھی بطور مثال ہے، اللہ پاک کی مہربانی اور توجہ اور شانِ کریمی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ بلا مثال اس کو یوں سمجھ لو جیسے کوئی

بچہ ہو۔ اس نے نیا نیا چلنا شروع کیا ہو اور گرتا پڑتا چلتا ہو۔ اس کو کوئی اپنی طرف بلائے اور وہ دو چار قدم چلے تو بلانے والا جلدی سے دوڑ کر اسے اپنی گود میں لے لیتا ہے اور شاباش دیتا ہے۔

پس اے مؤمنو! اللہ کی طرف بڑھو۔ اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو، توبہ کرتے رہو، استغفار میں لگے رہو اور برابر ذکر اللہ میں لگے رہو۔ حدیث بالا میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کو بندہ کے توبہ کرنے سے اس شخص کی خوشی سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جو لق و دق جنگل بیابان میں ہو۔ اس کی سواری اور کھانے پینے کا سب سامان گم ہو جائے اور ہر طرف دیکھ بھال کر، ناامید ہو کر یہ سمجھ کر لیٹ جائے کہ اب تو مرنا ہی ہے۔ اور ایسے وقت میں اچانک اس کی سواری سامان کے ساتھ اس کے پاس پہنچ جائے۔ اس شخص کو جو خوشی ہوگی وہ بیان سے باہر ہے۔ جب کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ جل شانہ کو اس شخص کی خوشی سے بڑھ کر خوشی ہوتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص شانِ کریمی ہے۔

ایک اور مقام پر اسی حدیث کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا گیا ہے جس کے راوی حضرت انس بن مالک ہیں، ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جتنی خوشی تم میں سے کسی مسافر کو اپنے اس اونٹ کے مل جانے سے ہوتی ہے جس پر وہ چٹیل بیابان میں سفر کر رہا ہو اور اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان بندھا ہوا ہو اور وہ اونٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ جائے اور پھر اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے مایوس ہو جائے اور اسی مایوسی کے عالم میں وہ کسی درخت کے سائے کے نیچے لیٹ جائے اور پھر اسی حالت میں اچانک اونٹ کو اپنے پاس کھڑا ہوا پائے اور اس کی مہار پکڑے اور پھر خوشی کے جوش میں زبان اس کے قابو میں نہ رہے اور خداوند کریم کا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے کہنے لگے اے اللہ! تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ تو جس قدر اس کو اپنا اونٹ پا کر خوشی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو مومن کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کی عبادت اور اطاعت سے بے نیاز اور بالاتر ہے اور اس طرح وہ اس کی سرکشی اور نافرمانی سے بھی بے نیاز ہے مگر انسان کی عبادت اور توبہ و استغفار کا فائدہ بھی انسان کو پہنچتا ہے، اور اسی طرح اللہ سے کفر و شرک کرنے کا نقصان بھی انسان ہی کو پہنچتا ہے۔ البتہ جب انسان اس کی اطاعت کی طرف قدم بڑھائے تو اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

لہٰذا جو انسان گناہوں میں لت پت ہوں ان کے لیے اللہ کو خوش کرلے کا صرف توبہ کا راستہ ہے۔ جب گنہگار توبہ کریں گے تو اللہ ان سے خوش ہوگا اور انھیں اپنی رحمتوں کے خزانوں سے دین و دنیا میں مالا مال کر دے گا۔ چنانچہ موقع کو غنیمت جان کر وقت نہیں کھونا چاہیئے اور توبہ کرکے اللہ کو راضی کرنا چاہیئے۔

۸۔ توبہ کرنے والوں کے لیے فرشتوں کی دُعائے مغفرت

قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۔ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

جو فرشتے کہ عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے (اس طرح) استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار: تیری رحمت اور علم ہر چیز پر محیط ہے۔ سو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انھیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے ہمارے پروردگار! اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا تُو نے ان سے وعدہ کیا ہے، داخل فرما اور ان کے ماں باپ بیبیوں اور اولاد میں جو جنت کے لائق (یعنی مومن) ہوں ان کو بھی داخل فرما بیشک

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٨﴾ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٩﴾

تو زبردست حکمت والا ہے اور ان کو قیامت کے دن ہر طرح کی تکالیف سے بچا اور تو جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالے تو اس پر تو نے بہت مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ المؤمن: ۷تا۹

اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں خاص مقام حاصل ہے اور مؤمنین کا یہ مرتبہ ہے کہ حاملینِ عرش ملائکہ اور اس کے اردگرد رہنے والے ملائکہ جو اللہ تعالیٰ کے خاص مقربین میں سے ہیں۔ وہ ایمان والوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ پاک ان کی کوتاہیوں اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دے، گو اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی رحمت اور علم کی بنا پر ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سے بندوں کی کمزوریاں، خامیاں اور خطائیں چھپ نہیں سکتیں۔ مگر پھر بھی فرشتے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی! تو اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے سبب ان کے گناہوں کو بخش دے اور تیرے بخش دینے سے تیرے بندے تیرے عذاب سے بچ جائیں گے اور تیرے عذاب سے وہی لوگ بچ سکتے ہیں جو توبہ کریں اور تیرا راستہ اختیار کریں۔ پھر فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں کہ توبہ کرنے والے مؤمنین کو جنت میں داخل فرما۔ جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے والدین کو، بیوی بچوں میں جو مؤمنین ہوں نیک اور صالح ہوں ان کو بھی ان کے ساتھ جنت میں داخل کر دے۔

پھر فرشتے عرض کرتے ہیں یا الٰہی! تو اہلِ ایمان اور توبہ کرنے والوں کو برائیوں سے بچا کیونکہ برائیوں سے بچنا ہی انسانی زندگی کا اہم مقصد ہے کیونکہ برائیاں ہمارے عقائد اور بُرے اعمال میں پائی جاتی ہیں اور ان بُرے اعمال اور بداخلاقیوں کی بنا پر انسان دنیاوی زندگی میں گمراہی کی طرف لوٹ جاتا ہے اور پھر انہی برائیوں ہی کی وجہ سے انسان کو مرنے کے بعد جو اذیتیں اور تکالیف برداشت کرنا پڑیں گی ان کا انسان کو اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ملائکہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو ان کو برائیوں سے بچا اور جس کو تو نے برائیوں سے بچا دیا تو اس پر تو نے بڑا احسان کیا۔

۹۔ مومنین ہی توبہ کی طرف مائل ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اوصاف بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر پُرسکون، پُروقار اور تواضع سے رہتے ہیں اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، تکبر نہیں کرتے اور جب بے علم ان سے باتیں کرتے ہیں تو ان سے بحث میں اُلجھنے کی کوشش نہیں کرتے کیونکہ فضول باتوں سے انسان گنہگار ہو جاتا ہے، ایمان والے ہی اللہ کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہیں، راتیں عبادت میں گزارتے ہیں اور ایسے لوگ ہی ایسی دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کا عذاب پرے رکھ اللہ کے بندے نہ خرچ کرتے وقت بخیلی کرتے ہیں اور نہ ہی اسراف کرتے ہیں بلکہ اعتدال کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

اللہ کے بندوں کی یہ خصوصیت بھی ہوتی ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے کیونکہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور نہ ہی وہ کسی کو ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ ہی زنا کرتے ہیں۔ جو لوگ ان اوصاف کو چھوڑ کر ان کے برعکس کام کریں تو ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا۔ مگر ایسے لوگ جن سے گناہ سرزد ہو جائیں اور وہ اللہ کے حضور توبہ کرلیں اور اللہ پر اپنے ایمان کو پختہ کریں اور آئندہ سے نیک کام کرنے لگیں تو اس طرح وہ مومن بن جائیں گے کیونکہ توبہ ہی سے اللہ کی طرف سچی لگن اور رغبت قائم ہوتی ہے اور اللہ کی طرف ہی رجوع، حقیقت میں گناہوں سے بچاؤ ہے اور رغبت توبہ علامتِ ایمان ہے۔

حضرت ابو فروہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ اگر کسی شخص نے سارے ہی گناہ کیے ہوں، جو جی میں آیا ہو کیا ہو تو اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم مسلمان ہو گئے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا کہ اب نیکیاں کرو اور برائیوں سے بچو تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل کر دیگا اس نے کہا کہ میری غداریاں اور بدکاریاں بھی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، تو وہ اللہ اکبر کہتا ہوا

واپس چلا گیا" اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔"

ایمان، اللہ اور بندے کے درمیان ایک ایسا رابطہ ہے جو انسان کو توبہ کی طرف مائل کر دیتا ہے اس لیے توبہ کی طرف مائل رہنا ہی اہل ایمان کی نشانیوں میں سے ہے۔

۱۰۔ توبہ کرنیوالوں کے گناہ نیکیوں میں بدل دیے جاتے ہیں

اسلام سے قبل عربی لوگوں میں بیشمار برائیاں یعنی شرک، قتل، جنسی بے راہروی، وغیرہ موجود تھیں۔ آج کل بھی مسلم معاشرہ میں یہ برائیاں عام پائی جاتی ہیں بلکہ جنسی بے راہروی قتل، جُوا، شراب اور سُود تو نت نئے طریقوں سے ہمارے معاشرے میں سرایت کر چکا ہے اور لوگوں کو یہ عمل کرتے ہوئے گناہ کا احساس تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ

"اسلام کے بعد جو لوگ تائب ہو گئے اور انھوں نے برائیوں کو چھوڑ دیا اور اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اپنے عقائد کو درست کیا تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں میں تبدیل کر دیا۔"

درحقیقت معاشرہ کے وہ لوگ جو حد درجہ تک بگڑ جائیں اور طرح طرح کے گناہوں میں گھر جائیں اور ان میں احساسِ برائی اس حد تک بیدار ہو جائے اور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ اب تو ہماری بخشش نہیں ہو سکتی، مگر اس وقت بھی اگر کوئی گنہگار توبہ کرے تو اللہ کی رحمت اور کرم سے وہ درگاہِ الٰہی سے کبھی خالی نہیں لوٹ سکتا اور ہو سکتا ہے کہ رحمتِ خداوندی جوش میں آ کر نہ صرف اس کے سابقہ گناہ معاف کر دے بلکہ ان کو نیکیوں میں تبدیل کر دے یہ اللہ کی رضا ہے جو چاہے سو کرے۔ اسی لیے قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ:۔

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبٰٓئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ	جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں جو بھاری بھاری کام ہیں (یعنی بڑے بڑے گناہ) اگر تم ان سے

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝ النساء :

بچتے رہو تو ہم تمھاری خفیف برائیاں (یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ) تم سے دور کر دیں گے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کر دیں گے۔

بظاہر یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ گناہ نیکی میں کس طرح تبدیل ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں پر مہربان ہوتا ہے تو اس کے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں میرے خیال میں گناہ نیکیوں میں اس طرح تبدیل ہوتے ہیں کہ جب انسان توبہ کر لیتا ہے تو سابقہ گناہ اس کے معاف ہو گئے اور آئندہ تائب نیکی کی طرف متوجہ ہو گا حتیٰ کہ اس کی نیکیاں اتنی زیادہ ہو جائیں کہ نیکیوں کی یہ زیادتی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرما دیے ہیں تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کرے نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھتا ہے، پھر اگر ارادہ کرے اور نیکی کرے تو اسے اپنے ہاں دس سے سات سو گُنا تک بلکہ بہت زیادہ گُنا تک لکھ لیتا ہے اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں، تو اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے۔ پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے، پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھتا ہے (مسلم شریف)

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اللہ ایک نیکی پر سات سو گُنا بلکہ اس سے بھی زیادہ مقدار تک جزا عطا فرماتا ہے اور اس کے برعکس ایک گناہ کے بدلے صرف ایک ہی گناہ شمار ہوتا ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض گناہ ایسے بھی ہیں جس سے تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ معافی کی صورت یہی ہے کہ بندہ توبہ و استغفار کرے۔

اسی طرح ایک اور حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابو سعیدؓ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب بندہ مسلمان ہوا اور اس کا اسلام اچھا ہو تو اللہ تعالےٰ اس کے سارے کیے

ہوئے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اس کے بعد قصاص ہوتا رہتا ہے کہ نیکی تو دس گُنے سے لے کر سات سو گُنا بلکہ بہت زیادہ گُنا تک ہے اور گناہ اس کے برابر۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معاف دے دے۔ بخاری

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُہَا وَ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔

حضرت ابوذر اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈر تو جہاں کہیں بھی ہو اور برائی کے بعد نیکی کر۔ یہ نیکی اس برائی کو مٹا دیگی۔ اور تو لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آ۔ (ترمذی)

اس حدیث میں تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لے۔ یہ نیکی گناہ کی مغفرت اور کفارہ کا باعث ہو گی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْہِبْنَ السَّیِّاٰتِ یعنی بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

یہ بھی اللہ جل شانہٗ کا بہت بڑا انعام ہے کہ نیکیوں کے ذریعہ گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جب کوئی مومن بندہ وضو کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے اور ہاتھوں سے اور پاؤں سے اور چہرے سے اور سر سے اور کانوں سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ (مؤطا مالک)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی بھی مسلمان کو فرض نماز حاضر ہو جائے (یعنی نماز کا وقت ہو جائے) پھر وہ نماز کے لیے اچھی طرح وضو کرے اور نماز کا رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے کرے تو یہ نماز اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی، جب تک کہ گناہ کبیرہ نہ کرے اور یہ کفارہ سیئات ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک

رمضان دوسرے رمضان تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان کے درمیان ہو جائیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔ (مسلم شریف)

تو یہ تمام روایات ہمیں یہی درس دیتی ہیں کہ ہمیں توبہ کے بعد نیکیوں کی طرف مائل رہنا چاہیئے۔

۱۱۔ توبہ سے بے گناہ ہو جانا

توبہ انسان کو بے گناہ بنا دیتی ہے جیسے انسان نے کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ اور ایسا کر دیتی ہے کہ جیسا کہ وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ بالکل بے گناہ ہوتا ہے اور بے گناہی اللہ تعالےٰ کو بہت پسند ہے کیونکہ بے گناہی اطاعتِ الٰہی کی دلیل ہے اور گناہ نافرمانی کی علامت ہے لہذا جو بندے فرمانبردار ہوں اللہ انہیں پسند کرتا ہے اور اپنی قربت سے نوازتا ہے۔ چنانچہ ہر انسان کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ جس قدر اللہ کے حضور جُھک سکتا ہو، جُھکے۔ چونکہ توبہ بندے کو اللہ کے بہت قریب کر دیتی ہے، اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جس کا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ طبرانی۔

(۱) حدیث میں بھی اوپر والی بات کہی گئی ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ توبہ کرنے والا اور گناہ نہ کرنے والا اس بات میں دونوں برابر ہیں کہ نہ اس کا مواخذہ ہے اور نہ اُس کا، البتہ توبہ سچی توبہ ہو اور لوازم و شرائط کے ساتھ ہو۔ لیکن اہل دنیا کو اپنے کاموں سے فرصت ہی کم ہے کہ وہ توبہ کے بارے میں کچھ خیال کریں اور جب موت آجائے گی تو پھر انسان کو توبہ کا موقع کیونکر ملے گا

اس لیے میرے دوست تائب ہو کر بے گناہ ہو جا۔

۱۲۔ توبہ اور اصلاحِ اعمال

توبہ کرنے کے بعد سب سے ضروری چیز عمل صالح ہے کیونکہ توبہ کے بعد بھی اگر گناہوں میں ملوث رہا جائے تو پھر توبہ کا کوئی فائدہ نہیں، لہٰذا توبہ کے بعد عمل صالح کی طرف راغب ہو جانا چاہیئے کیونکہ نیک اعمال ہی انسان کا ذریعہ نجات ہے اسی لیے قرآن پاک میں ایمان، توبہ، اور نیک اعمال کو فلاح کی بنیاد قرار دیا ہے۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ط

طٰہٰ : ۸۲

اور میں ایسے لوگوں کو بہت بخشنے والا ہوں، جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کرتے رہیں پھر راہ پر قائم رہیں (یعنی ایمان اور عمل صالح پر مداومت کریں)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ بقرہ: ۱۵۹۔ ۱۶۰

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے کھلی کھلی باتیں اور ہدایت، بعد اس کے کہ ہم ان کو واضح طور پر لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں کتاب میں، تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور ان پر لعنت بھیجنے والے لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور ظاہر کردیں تو ایسے لوگوں کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنیوالا ہوں۔

کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًاۢ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ انعام: ۵۴

تمہارے رب نے مہربانی فرما کر اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی گناہ کا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑا مغفرت والا ہے۔

رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب ان لوگوں کو جنھوں نے برائی کی، جہالت سے پھر توبہ کی اس کے بعد اور اصلاح کر لی تو تیرا رب اس کے بعد ضرور مغفرت کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

(النحل : ۱۱۹)

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۔

البتہ جو شخص توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے لوگ، امید ہے کہ فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے۔ قصص : ۶۷

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان عملِ صالح کی طرف تب ہی مائل رہ سکتا ہے جبکہ توبہ کرکے آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرلے۔ جب پختہ عزم ہوگا تو توبہ کے بعد گناہوں سے ضرور بچے گا۔ اور اگر پھر گناہ ہو جائے تو جلدی سے توبہ کرلے۔ نیز توبہ سے پہلے جو حقوق اللہ یا حقوق العباد ضائع کیے ہیں ان میں جو قابلِ تلافی ہیں ان کی تلافی کرے اور آئندہ ان کے ضائع کرنے سے پرہیز کرے اور نماز روزہ کی قضا، حج و زکوٰۃ کی ادائیگی اور ظلم و خیانت، رشوت، چوری، غبن وغیرہ سے لیے ہوئے مال کی واپسی، غیبت و بہتان کے لیے معافی مانگنا وغیرہ تلافی کی چیزیں ہیں ان کی تلافی کرے۔

بہت سے لوگ زبانی توبہ کرتے رہتے ہیں اور اپنا حال نہیں بدلتے، گناہوں میں جیسے لگے ہوئے تھے توبہ کے باوجود ان میں اسی طرح ملوث رہتے ہیں، توبہ کا کوئی اثر ان کے احوال و اعمال پر ظاہر نہیں ہوتا۔ ہزاروں نمازیں چھوڑ رکھی ہیں، سینکڑوں روزے کھا رکھے ہیں۔ بھاری تعداد میں لوگوں کے مال مار رکھے ہیں۔ غیبت منہ کو لگی ہوئی ہے۔ مسلمان بھائیوں کا گوشت کھا رہے ہیں، ان پر بہتان اور تہمتیں دھر رہے ہیں اور ساتھ ہی توبہ توبہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ یہ کیسی توبہ ہے۔ پکی اور سچی توبہ کا تقاضا یہ ہے، کہ اپنا حال درست کیا جائے اور ضائع کردہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تلافی کی جائے۔

اور بہت سے پڑھے لکھے لوگ اپنے دنیاوی منافع کے لیے حق کو چھپاتے ہیں اور اپنے ماننے اور جاننے والوں کے لیے قبولِ حق کے سلسلہ میں سدِ راہ بنے ہوتے ہیں۔ نہ حق قبول کرتے ہیں نہ دوسروں کو قبولِ حق کرنے دیتے ہیں۔ بلکہ اپنی روزی کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے باطل کو حق بتاتے ہیں اور گمراہی کی تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کی توبہ یہ ہے کہ حق کو جو چھپایا ہے اس کو ظاہر کریں اور جن لوگوں کو گمراہ کیا ہے ان کو بتا دیں کہ ہم گمراہی پر تھے۔ تم کو بھی گمراہی پر ڈالا ہے۔ ہم نے حق قبول کر لیا ہے۔ توبہ کر لی ہے۔ تم بھی توبہ کرو اور حق قبول کر لو۔

۱۳۔ توبہ ظلم کو مٹا دیتی ہے

اے مسلم! تجھے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ظلم بہت بُرا گناہ ہے۔ اور یہ لفظ قرآن پاک میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جو شخص کفر و شرک کرتا ہے وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور جو شخص گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور جو دوسرے انسانوں کے حقوق غصب کرتا ہے تو وہ دوسروں پر ظلم کرتا ہے تو اس طرح ظلم کی تمام صورتوں میں انسان گنہگار رہے۔ لیکن توبہ ظلم جیسے گناہ کو بھی مٹا دیتی ہے اس کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	پھر جو شخص ظلم کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرلے تو بلاشبہ اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔ المائدہ: ۳۹
وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝	اور جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ پاک سے مغفرت چاہے تو وہ پاک کو غفور رحیم پائے گا۔ النساء: ۱۱۰

پہلی آیت چوری کے بعد توبہ کرنے کے بارے میں ہے۔ چوری کی اصل سزا تو ہاتھ کاٹنا ہے مگر یہ سزا اس کے جرم کی ہے۔ وہ ظلم جو اس نے چوری کر کے اپنے نفس کے

اور یہ کہ وہ سزا کے بعد بھی بدستور قائم رہتا ہے۔ جب تک چور اللہ کے حضور اپنے کیئے کی معافی طلب نہیں کرتا۔ لیکن جو شخص توبہ کرے اور اپنے نفس کو چوری سے پاک کر لے تو اللہ درگزر کرنے والا ہے مگر جن لوگوں کے نفسوں میں چوری بدستور قائم رہتی ہے وہ ایک مرتبہ سزا پانے کے بعد بھی چوری کر سکتے ہیں۔ لہذا یہ نفس پر کیا جانے والا ظلم توبہ کے بغیر ختم نہیں ہوتا، لہذا اس طرح کا جرم کرنے والوں کو اللہ سے معافی مانگنی چاہیئے اور اپنے نفس کی اصلاح بھی کرنی چاہیئے۔

دوسری آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص بُرا فعل کر گزرے یا اپنے نفس کے اوپر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کرنے کی التجا کرے تو اللہ درگزر کرنے والا ہے لیکن جو برائی کر کے اللہ سے معافی نہ مانگے تو وہ اس کے بُرے اعمال اس کے لیے ایک نہ ایک دن وبالِ جان بنیں گے۔

۱۴۔ بھول چوک کے گناہ سے توبہ

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولٰٓئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۔

اللہ کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو نادانی سے گناہ کرتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں تو یہی لوگ جن کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔ اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (النساء: ۱۷)

وَإِذَا جَآءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔

اے نبی! جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ تم پر سلامتی ہے۔ تمہارے پروردگار نے رحمت اپنے اوپر لازم کر لی ہے کہ جس نے تم میں سے نادانی سے کوئی برا کام کیا پھر اس نے توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (الانعام: ۵۴)

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔

بیشک تیرا پروردگار ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نادانی سے گناہ کیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح پر آگئے۔ بیشک تیرا پروردگار اس کے بعد بخشنے والا مہربان ہے ۔ نحل ۱۱۹

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے ہاں توبہ اور معافی صرف ان لوگوں کو ملتی ہے جو قصداً نہیں بلکہ نادانی کی بنا پر گناہ کر جاتے ہیں۔ ایک انسان غفلت کی بنا پر کوئی گناہ کرتا ہے اور اسے اس کے بارے میں قرآنی احکامات معلوم نہ تھے مگر جب اس کو احساس پیدا ہوا اور ضمیر جاگ اٹھا کہ وہ تو بہت بڑا گناہ کرتا رہا ہے ۔ اور اللہ کے ہاں شرمندہ ہو جائے اور اپنے قصور کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے گا۔ اس کے برعکس اگر ایک شخص برائی کو جانتے ہوئے بھی یہ کہے کہ گناہ کرلو، بعد میں معافی مانگ لینا تو یہ نادانی نہیں بلکہ مکاری ہے ۔ روزمرہ کی زندگی میں بیشمار ایسے اعمال اور افعال سرزد ہوجاتے ہیں جن کے بارے میں انسان کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا یہ گناہ ہیں کہ نہیں، تو یہ لاعلمی اور نادانی ہے۔ لاعلمی کی حالت میں اگر انسان سے گناہ خود بخود سرزد ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ایسے گناہوں سے توبہ کرنے پر انھیں معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے ۔

عموماً یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ سن شعور سے عالمِ شباب تک عمر ایسی جذباتی اور دل آویز ہوتی ہے کہ انسان بھولے میں کیا کچھ کر جاتا ہے لیکن جونہی احساس بیدار ہوا تو انسان توبہ کی طرف مائل ہوگیا تو اللہ ایسے بندے کے گناہ معاف کردیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کوئی گناہ کرلیتا ہے پھر کہتا ہے کہ مولیٰ! میں نے گناہ کرلیا، مجھے معافی دیدے۔ رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس کو پکڑ بھی لیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے۔ پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے، کہتا ہے یارب میں نے گناہ کرلیا،

بخش دے ۔ رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس کو پکڑ بھی لیتا ہے ۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ۔ پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے ۔ جتنا رب چاہے ، پھر گناہ کر بیٹھتا ہے ۔ عرض کرتا ہے یا رب ! میں نے گناہ کر لیا مجھے معاف دے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے ۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ، جو چاہے کرے (بخاری)

اس حدیث پاک میں بخشش کا وعدہ ان لوگوں کے واسطے ہے جو گناہ پر خود اصرار نہیں کرتے بلکہ گناہ سے بچنے کے باوجود اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے یعنی توبہ کے وقت اس کا پختہ عہد تھا کہ اب آئندہ گناہ سے بچتا رہوں گا مگر پھر بھی گناہ ہو گیا ۔ گویا وہ قولاً اور فعلاً اپنے گزشتہ گناہوں کی زندگی پر نادم ہوا اور اپنے مقدور بھر اس کے تدارک کی کوشش بھی کی ۔ اگر اس کے باوجود گناہ ہو گیا تو اس پر شرمسار ہو کر اگر پھر اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار رہے تو ایسے شخص کی توبہ قبول کرنے کے لیے مولا کریم ہر وقت تیار ہے ۔

جیسا کہ ایک اور حدیث شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معافی مانگ لینے والا گناہ پر اڑتا نہیں اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے ۔ (ترمذی ، ابوداؤد)

لیکن شرط صرف یہی ہے کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد ہو بالآخر ایک مرحلہ ایسا آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے اس کو گناہ سے محفوظ کر دے گا ۔

۱۵۔ توبہ اور لغزش

تائب ہونے کے بعد اگر انسان سے پھر کوئی لغزش ہو جائے یعنی گناہ سرزد ہو جائے تو انسان کو فوراً اس کے ازالہ کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور فی الفور کفارہ ادا کرنا چاہیئے ۔ توبہ اور استغفار کرنا چاہیئے اس کے بارے میں ارشادِ رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم حسبِ ذیل ہے :۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَالْاِیْمَانِ کَمَثَلِ الْفَرَسِ فِیْ اٰخِیَّتِہٖ یَجُوْلُ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی اٰخِیَّتِہٖ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ یَسْھُوْا ثُمَّ یَرْجِعُ فَاَطْعِمُوْا طَعَامَکُمْ الْاَتْقِیَاءَ وَاَوْلُوْا مَعْرُوْفَکُمْ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (ابن حبان . بیہقی)

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن اور ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے گھوڑا اپنے ٹھکانہ کی جگہ پر بندھا ہوا (اور اس کے پاؤں میں لمبی رسی ہو وہ رسی کی لمبائی کی حد تک) گھومتا رہتا ہے پھر اپنے ٹھکانے پر آجاتا ہے۔ ایسے ہی مومن غافل ہو جاتا ہے اور گناہ کر لیتا ہے پھر ایمان (کے مطالبات) کی طرف واپس آجاتا ہے پس تم لوگ اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلایا کرو اور اپنے عطیے مومنین کو دیا کرو۔

ایسے ہی زیادہ توبہ اور استغفار کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ توبہ کرنے پر زور دیا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ ابْنِ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو خوب زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔

(ترمذی ، ابن ماجہ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مومن سے گناہ ہو جانا کوئی تعجب اور اچنبھے کی بات نہیں ہے البتہ گناہ پہ اصرار کرنا مومن کی شان سے بہت بعید ہے، گناہ ہو جائے تو جلد توبہ کر لینی چاہیئے اور ایمانی تقاضوں کے پورا کرنے میں لگ جائے، سرکش نہ بنے اور ضد وعناد پر کمر نہ باندھے کیونکہ یہ بربادی کا سبب ہے۔

لہٰذا لغزش کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ کے حضور میں دوبارہ توبہ کرے

اور اپنے دل میں پختہ ارادہ کرے کہ میں اس گناہ کو دوبارہ نہ کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگے کہ آئندہ اس سے دوبارہ سرزد نہ ہو اور اپنے دل میں اپنے کیے پر شرمندہ اور نادم ہو، اور اس گناہ کے عذاب سے ڈرے اور اللہ سے درگزری اور رحمت کی دعا مانگے۔ کیونکہ انسان کے جرموں کو اللہ کی عفو بندہ نوازی کے علاوہ اور کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

بزرگوں نے کفارے کا ایک طریقہ یہ بھی بتلایا ہے کہ انسان دوبارہ تائب ہونے کی عزم سے اچھی طرح اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک صاف کر کے دو رکعت نماز ادا کرے نوافل ادا کرنے کے بعد استغفار کا ورد کرے۔ دل میں خضوع و خشوع اور عاجزی اتنی ہو کہ دل خوفِ خدا سے کانپ اٹھے۔ اور اللہ سے اپنے کیے پر توبہ کرے۔ توبہ سے دل کا خاصا تعلق ہے۔ اگر استغفار کا ورد صرف زبان پر ہی کیا جائے اور دل اس سے غافل ہو تو ایسی توبہ بلند درجہ نہیں رکھتی۔ مگر صرف زبان سے ہی توبہ کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ زبان کے ورد میں کثرت سے دل میں حضوری پیدا ہوتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ معصیت سے بچنے کا عزم کرنے کے بعد انسان توبہ پر قائم رہ سکے۔ اگر توبہ کے بعد پھر فتور آجائے اور پختہ ارادے کے بعد پھر انسان گناہ میں الجھ جائے تو ثواب توبہ ضائع نہیں ہوتا۔

صوفیائے کرام میں کچھ ایسے صوفیا بھی گزرے ہیں جو توبہ کرنے کے بعد لغزش کے مرتکب ہوئے اور گناہ میں الجھ گئے مگر پھر تنبیہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئے مشائخ کرام میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بار توبہ کی اور ہر بار معصیت کا شکار رہا۔ اکہترویں بار میری توبہ کو استقامت نصیب ہوئی۔ حضرت ابو عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان حیریؒ کے دستِ مبارک پر میں تائب ہوا اور عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں رہ کر باطنی فیوض و برکات حاصل کیے۔ لیکن کچھ عرصہ اپنی توبہ پر قائم رہنے کے بعد میں لغزش کا مرتکب ہوا۔ اس کے بعد حضرت عثمان حیریؒ کی مجلس سے گریز کرتا رہا، جہاں کہیں بھی دور سے نظر آتے ندامت سے راہِ فرار اختیار کرتا۔

ایک روز سامنا ہو ہی گیا، آپ نے فرمایا بیٹا دشمنوں کی صحبت اختیار کرنے سے کیا حاصل؟ جب تک گناہوں سے دامن بالکل پاک نہ ہو، دشمن تو ہمیشہ عیب ڈھونڈتا ہے اگر تو عیب سے پاک ہوگا تو اسے تکلیف ہوگی۔ اگر گناہوں کا مرتکب ہونا ہی ہے تو ہمارے پاس آ، تیری مصیبت ہم برداشت کریں گے دشمن کی خواہش کے مطابق خوار ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت ابو عمر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے گناہ کی رغبت نہیں ہوئی اور میری توبہ کو استقامت مل گئی۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ کسی شخص نے توبہ کی پھر گناہ کا مرتکب ہوا پھر پشیمان ہوا اور ایک روز دل میں سوچا اگر اب درگاہ حق میں جاؤں تو میرا کیا حال ہوگا۔ ہاتف نے کہا تو ہمارا فرماں بردار تھا تو ہم نے تجھے شرفِ توبہ بخشا تو نافرمانبردار ہوا تو ہم نے تجھے مہلت دی۔ اگر اب بھی تو ہماری طرف آئے تو ہم تجھے قبول کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ ہونے کے بعد بھی اگر انسان سے کوئی غلطی ہو جائے تو پھر بھی توبہ کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے اور اللہ کے حضور جھک جانا چاہیئے۔

۱۶۔ بارگاہِ رسالتؐ میں گمان پر توبہ

ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہاں انھوں نے آپ کو شہد پیش کیا جس کے نوش فرمانے میں کچھ دیر لگ گئی۔ پھر چند روز تک آپؐ کا یہی معمول رہا کہ آپ وہاں جاکر شہد نوش فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس پر رشک ہوا۔ اور مشورہ کیا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو عرض کیا جائے کہ آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ مغافیر کی بو آپ کو ناپسند تھی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا، البتہ شہد میں نے پیا ہے۔ چونکہ اس سے ان دونوں کی دل شکنی ہوتی تھی تو آپ نے

ان کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ میں شہد کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور پینا ہی چھوڑ دیتا ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

ایک قول یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں مقیم تھے، وہ آپ سے اجازت لے کر اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے چلی گئیں۔ حضورؐ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت حفصہ رضؓ کو یہ گراں گزرا تو آپ نے ان کی تسلی و تشفی کی خاطر فرمایا کہ میں نے حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ کو اپنے اوپر حرام کیا۔ اور میں تمھیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد، امورِ امت کے مالک حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ ہوں گے۔ وہ اس بات سے خوش ہوگئیں اور فرطِ مسرت میں یہ گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کر دی۔ حالانکہ حضورؐ نے منع فرمایا تھا کہ یہ کسی پر ظاہر نہ کریں۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ راز ظاہر کرنے پر حضورؐ کو آگاہ فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قسم کھولنے کی اجازت دیتا ہے اور آپ اپنے اوپر وہ چیز حرام نہ فرمائیں جس کو اللہ تعالےٰ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت حفصہ رضؓ کو متنبہ فرمایا کہ تمھارے دل اعتدال سے ہٹ گئے ہیں اگر توبہ کرو تو تمھارے حق میں بہتر ہے۔ ارشاد فرمایا:۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ج وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ	اے نبی کی دونوں بیبیو! اگر تم توبہ کرو، تو ضرور تمھارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے فرشتے ان کی مدد پر ہیں۔ اگر نبی تمھیں طلاق دیدیں تو ابھی ان کا رب تم سے بہتر بیبیاں دیدے، اطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب والیاں، توبہ والیاں، بندگی والیاں، روزہ رکھنے

قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝
والیاں ، بیاہیاں اور کنواریاں ۔

التحریم : ۴ تا ۵

چنانچہ اس ہدایت کے بعد ازواجِ مطہرات نے توبہ فرمائی جو قبول ہوئی اور پھر انھوں نے حضورؐ کی خدمت ہی کو سب نعمتوں سے بہتر جانا۔

۱۷۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہوئے توبہ کرو

انسان بعض اوقات یہ سوچ کر توبہ نہیں کرتا کہ میں نے تو بے پناہ گناہ کر ڈالے ہیں۔ اتنے زیادہ گناہ اللہ کیونکر معاف کرے گا۔ یا یہ سوچتا ہے کہ اس کی معافی تو ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن ایسی سوچیں شیطانی وساوس کے سوا اور کچھ نہیں۔ بندوں کو اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

آپ (میری طرف سے) فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ بیشک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف فرما دیگا۔ بیشک وہ غفور رحیم ہے اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور جھک جاؤ اس کی بارگاہ میں اس سے پہلے کہ تمھارے پاس عذاب آجائے۔ پھر تمھاری مدد نہ کی جائے۔

الزمر : ۵۳

اس آیت میں لوگوں کو یہی نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ انسان کے ہزاروں لاکھوں گناہ بھی اللہ کی رحمت اور مغفرت کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔

سورۂ یوسف میں ارشاد ہے:۔

وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ
اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بیشک اللہ کی

اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ ۔

رحمت سے وہی لوگ نا امید ہوتے ہیں، جو کافر ہیں۔ (یوسف ۸۷)

اور سورۂ حجر میں ارشاد ہے:۔

قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَۃِ رَبِّہٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے گفتگو فرماتے ہوئے کہا کہ گمراہ لوگوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون نا امید ہوتا ہے

☆

اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے وہ ارحم الراحمین ہے۔ مشرک اور کافر کے علاوہ سب کی مغفرت فرما دے گا۔ جس قدر بھی گناہ سرزد ہو جائیں اس کی رحمت سے نا امید نہ ہوں اور برابر توبہ کا اہتمام کرتے رہیں کسی دن انشاء اللہ پکی توبہ بھی ہو جائے گی۔

صغیرہ گناہوں کی مغفرت اور ان کا کفارہ تو اعمالِ صالحہ سے بھی ہوتا رہتا ہے لیکن کبیرہ گناہوں کی یقینی طور پر مغفرت ہو جانا توبہ کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر توبہ نہ کی اور اسی طرح موت آگئی تو بشرطِ ایمان مغفرت تو پھر بھی ہو جائے گی لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ بلا عذاب کے مغفرت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ یوں بھی مغفرت فرما سکتا ہے اور اسے یہ بھی اختیار ہے کہ گناہوں کی سزا دینے کے لیے دوزخ میں ڈال دے، پھر عذاب کے ذریعہ پاک و صاف کر کے جنت میں بھیجے۔ چونکہ عذاب کا خطرہ بھی لگا ہوا ہے اس لیے ہمیشہ پکی توبہ اور استغفار کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مغفرت کی امید رکھیں اس کی رحمت سے کبھی نا امید نہ ہوں، تا کہ اس حال میں موت آئے کہ توبہ کے ذریعے سب کچھ معاف ہو چکا ہو۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ مغفرتوں کی خوشخبری سنکر گناہوں پر جرأت کرنا اور اس گھمنڈ میں گناہ کرتے چلے جانا کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لیں گے، بہت بڑی نادانی ہے کیونکہ آئندہ کا حال معلوم نہیں، کیا پتہ توبہ سے پہلے موت آجائے۔ پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ موت سے پہلے توبہ و استغفار کی دولت ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو گناہوں

سے بچنے کا دھیان رکھتے ہیں اور کبھی کبھار گناہ ہو جاتا ہے تو توبہ کر لیتے ہیں اور جو لوگ مغفرت کی خوشخبریوں کو سامنے رکھ کر گناہ پر گناہ کرتے ہیں ، ان کو توبہ و استغفار کا خیال تک نہیں آتا۔

وفادار بندوں کا شعار یہ نہیں کہ مغفرت کا وعدہ سنکر بے خوف ہو جائیں۔ بلکہ مغفرتوں کی بشارتوں کے بعد اور زیادہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

۱۸۔ وقتِ نزع کی توبہ قبول نہیں

موت سے قبل انسان پر ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہے جو دراصل موت کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور اس حالت کو عالمِ نزع کہتے ہیں لہذا جب انسان پر موت طاری ہوتی ہے تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی۔ چونکہ نزع کے وقت مرنے والے کا ایمان و اقرار قطعاً غیر اختیاری ہوتا ہے کیونکہ موت سے پہلے وقت میں جب انسان نے نیک کام کرنے تھے اور اللہ کی اطاعت کرنی تھی۔ وہ وقت تو ختم ہو گیا بلکہ اب تو عمل نہ کرنے پر سزا دینے کا وقت آ گیا ہے لہذا اس وقت انسان کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اللہ کا دستور یہ نہیں ہے کہ تمام عمر انسان خدا سے بے خوف اور بے پروا ہو کر گناہ کرتا چلا جائے اور پھر عین اس وقت جب موت کا فرشتہ ظاہر ہو جائے ، تو اس وقت توبہ کرنے لگے تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوگی ، کیونکہ کتابِ زندگی تمام ہو چکی۔ اب امتحان کی مہلت کیسی۔ اس کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ	توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو بے سمجھی سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے،

عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ ج حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط أُولٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝	حکمت والا ہے اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی (توبہ مقبول ہے) جن کو حالت کفر پر موت آجاتی ہے ان کے لیے ہم نے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔ نساء: ۱۷ تا ۱۸

اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب موت آ کھڑی ہو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی۔ جیساکہ سب کو معلوم ہے، ایمان بالغیب معتبر ہے اور توبہ بھی اسی وقت مقبول ہوتی ہے جب غیب پر ایمان رکھتے ہوئے توبہ کی جائے۔ جب کسی آدمی کو اپنے حالات کے اعتبار سے یہ یقین ہوگیا کہ اب میں مرنے ہی والا ہوں۔ اور زندگی سے ناامید ہوگیا، لیکن موت کے وقت جو دوسرے عالم کے احوال منکشف ہوتے ہیں ان میں سے ابھی کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا تو اس وقت تک گنہگار کی توبہ اور کافر کا ایمان مقبول ہے لیکن جب موت آنے لگی۔ اور دوسرے عالم کے حالات نظر آنے لگے جو موت کے وقت نظر آنے شروع ہوجاتے ہیں تو اس وقت نہ گنہگار کی توبہ قبول ہے نہ کافر کا ایمان قبول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر اپنے بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک وہ نزع کی حالت کو نہ پہنچا ہو۔

مسند احمد میں ہے کہ چار صحابی جمع ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے ایک دن پہلے بھی توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ دوسرے نے کہا سچ مچ تم نے حضورؐ سے سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو دوسرے نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اگر آدھا دن پہلے بھی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔ تیسرے نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اگر ایک پہر پہلے توبہ ہو جائے تو وہ بھی قبول ہوتی ہے۔ چوتھے نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے یہاں تک سنا ہے کہ اس کے نرخرے

ہیں روح آ جائے تو بھی توبہ کے دروازے اس کے لیے کھلے رہتے ہیں۔
اکثر احادیث کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بندہ زندہ ہے اور اسے اپنی حیات کی امید ہے تب تک وہ خدا کی طرف جھکے، توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لیتا ہے۔ ہاں جب زندگی سے مایوس ہو جائے، فرشتوں کو دیکھ لے اور روح جسم سے نکل کر حلق تک آ جائے۔ غرغرہ شروع ہو جائے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔
پھر فرمایا کہ جو مرتے دم تک گناہوں پہ اڑا رہے اور موت کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اب تو ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

۱۹۔ توبہ کا دروازہ کب تک کھلا رہے گا

یہ مسئلہ عام انسانوں کے ذہنوں میں اُبھرتا ہے کہ انسان کی توبہ کس وقت تک قبول ہوتی رہے گی اور توبہ کا دروازہ کب بند ہوگا۔
قُربِ قیامت کے وقت جب قیامت برپا ہونے والی ہوگی تو اس وقت کی جانے والی توبہ قبول نہ ہوگی۔ قبولیتِ توبہ کا وقت قیامت کے برپا ہونے سے پہلے تک ہے اور توبہ کا دروازہ قیامت تک کھُلا رہے گا اور اس لیے کہا گیا ہے کہ قیامت تک اللہ توبہ قبول کرے گا۔ لہٰذا انسان کو ہرگز یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ جب قیامت آنیوالی ہوگی تو توبہ کروں گا بلکہ انسان کو اپنے سامنے اپنی زندگی کا معینہ وقت رکھنا چاہیئے۔ کیا معلوم اس کو کب موت آ جائے اور انسان بغیر توبہ کے ہی اس دنیا سے کوچ کر جائے اور اس کی زندگی میں قیامت کا وقت ہی نہ آئے اور گناہوں کا بوجھ اٹھائے اللہ کے حضور پیش ہونا پڑے۔ اس لیے ہر انسان کو چاہیئے کہ پہلی فرصت ہی میں اپنے گناہوں پہ اللہ کے حضور تائب ہو جائے اور بقیہ زندگی اس کی اطاعت میں گزارے اور موت تک استغفار جاری رکھے۔
توبہ کے دروازے کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ حسبِ ذیل ہے:۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهٗ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِيْئُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْئُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا ۔ (نسائی ، مسلم)	حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شانہ عزّ وجلّ رات ۔ پھیلاتا ہے تاکہ گزرے ہوئے دن میں جس نے گناہ کیے ہیں ان کی توبہ قبول فرمائے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ گزری ہوئی رات میں جنھوں نے گناہ کیے ہیں ان کی توبہ قبول فرمائے ۔ مغرب سے سورج طلوع ہونے تک (ہر رات دن) ایسا ہی ہوتا رہے گا ۔

اس حدیث میں یہ جو فرمایا ۔ مغرب سے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے پہلے ایسا ہوتا رہے گا ۔ یعنی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی رہے گی ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت سے پہلے سُورج مغرب سے نکلے گا اس کا مغرب سے نکلنا علاماتِ قیامت میں سے ہے اور اس بات کی بھی نشانی ہوگی کہ اس سے پہلے جنھوں نے گناہ کر رکھے ہیں اور توبہ نہیں کی اب ان کی توبہ قبول نہ ہوگی ۔ اللہ کے نیک بندوں کے نزدیک توبہ کے دروازے سے مراد توبہ قبول ہونے کا عرصہ ہے ۔

حضرت صفوان رضؓ بن عسّال سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لیے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کا عرض ستر سال کی راہ ہے ۔ وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو ۔ یہ حق اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے " جس دن تمھارے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی ایسے نفس کو ایمان مفید نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو" (ترمذی ، ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے توبہ کرلی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے ۔

مادہ پرست لوگ سورج کے مشرق کی بجائے مغرب سے نکلنے کو ایک زبانی افسانہ سمجھتے ہیں مگر جب قیامت برپا ہوگی تو یہ کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا ، تو

اس وقت قیامت کے برحق ہونے اور اللہ تعالیٰ پر یقین اور اقرار کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا اس لیے کہ انسان کے ایمان واقرار اور اعمال وافعال پر جزا اور سزا اسی وقت مرتب ہوتی ہے جبکہ اس کو ایمان لانے نہ لانے، ماننے یا نہ ماننے دونوں پر اختیار اور قدرت حاصل ہو، تو جب قیامت برپا ہونے کی یہ علامت یعنی سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے نکلنا ظاہر ہو جائے گا تو اس وقت نہ ایمان کا کوئی فائدہ ہوگا اور نہ ہی کسی قسم کی توبہ اور استغفار قبول ہوگی اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا یعنی توبہ قبول کرنے کی مدت ختم ہو جائے گی۔

۲۰۔ توبہ و استغفار کی برکتیں

توبہ و استغفار کے بیشمار دینی و دنیاوی فائدے ہیں اور اس کی بہت سی برکتیں ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر کیا ہے۔

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۔

اور یہ کہ تم لوگ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف متوجہ رہو، وہ تم کو وقت مقرر تک خوش عیش زندگی بخشے گا اور زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔ ہود: ۳

اس آیت میں استغفار اور توبہ کا حکم ہے اور یہ فرمایا ہے کہ توبہ و استغفار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں خوش عیش رکھے گا اور اچھی عمدہ زندگی نصیب فرمائے گا اور آخرت میں ہر زیادہ عمل کرنے والے کو (جو اچھا عمل کرنے والا ہو) زیادہ ثواب دے گا۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۔ ہود: ۵۲

اے میری قوم! مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر توبہ کرو اس کے حضور میں۔ وہ بھیج دے گا تمھارے اوپر خوب بارشیں اور بڑھا دے گا تمھاری قوت میں زیادہ قوت اور منہ مت پھیرو مجرم بنتے ہوئے۔

یہ حضرت ہود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحت ہے جو انھوں نے اپنی قوم کو فرمائی تھی۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۔ نوح: ۱۰-۱۲

پس میں نے کہا تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمھارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمھارے لیے باغات بنا دے گا۔ اور تمھارے لیے نہریں جاری فرما دے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جو اپنی قوم کو خطاب فرمایا تھا، آیت بالا میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ توبہ: ۱۰۴

کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ اللہ پاک توبہ قبول فرماتا ہے اپنے بندوں سے اور صدقات قبول فرماتا ہے اور بیشک اللہ خوب زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے اور مہربان ہے۔

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ استغفار اور توبہ سے جہاں گناہوں کی معافی کا عظیم فائدہ ہے جو آخرت کے عذاب سے بچانے والا ہے وہاں اس کے دنیاوی فائدے بھی ہیں۔

سورۂ ہود کے پہلے رکوع کی آیت میں ارشاد فرمایا کہ استغفار اور توبہ میں لگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شانہٗ وقت مقرر تک (یعنی اسی دنیا میں موت آنے تک) خوش عیش عمدہ زندگی نصیب فرمائے گا۔ خوش عیش زندگی بہت جامع لفظ ہے۔ یہ مَتَاعًا حَسَنًا کا ترجمہ ہے جو ہر طرح کی خوشی اور مسرت اور شادمانی کو شامل ہے۔ ظاہری باطنی عافیت وصحت اور اطمینان وسکون استغفار وتوبہ کے ذریعہ اسی دنیا میں حاصل ہوتا رہے گا اور اس کے آخرت والے فوائد وبرکات اس کے علاوہ ہوں گے۔

سورۂ ہود کے پانچویں رکوع کی آیت میں ارشاد فرمایا کہ استغفار اور توبہ میں لگنے

سے اللہ جل شانہ خوب بارشیں بھیجے گا اور قوت میں مزید قوت کا اضافہ فرما دے گا۔ بارش کا رحمتِ عامہ ہونا سب کو معلوم ہے۔ اس سے کھیتی اگتی ہے، پھل میوے تیار ہوتے ہیں۔ دوسری ضرورتوں میں بارش کا پانی کام آتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اللہ جل شانہ قوت میں اضافہ فرما دے گا۔ یہ الفاظ بھی ہر طرح کی قوت کو شامل ہیں۔ آج لوگ دنیاوی اسباب اختیار کرتے ہیں اور قوت و طاقت بڑھانا چاہتے ہیں لیکن طاقت بڑھنے کا جو اصل سرچشمہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑیں اور توبہ و استغفار میں لگیں اس سے غافل ہیں اسی لیے دشمن سے پٹتے اور مار کھاتے ہیں۔ اعمال صالحہ کی جو قوت ہے اور توبہ و استغفار سے جو قوت میں اضافہ ہوتا ہے اس سے بالکل بے خبر ہیں اور قوت و طاقت کی تلاش میں گناہوں میں اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں جو سبب ہے ضعف کا اور دشمن کے غلبہ کا، حالانکہ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ میں اسی پر تنبیہ فرمائی ہے کہ توبہ و استغفار کرو۔ اور نیکیوں میں لگو اور گناہگاروں والی زندگی نہ گزارو۔



۶

ولایت اور توبہ

ولی اللہ، اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور ان پر انوارِ الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ رحمتِ خداوندی کے سایہ تلے ہوتے ہیں۔

ولایت کا حصول دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ روزِ ازل سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو منتخب کر رکھا ہے کہ فلاں فلاں اس کے خاص بندوں کے گروہ سے ہونگے اور وہ اللہ کے دوست ہونگے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنی عبادت اور اطاعت پر اللہ کے حضور دعا گو ہوتے ہیں اور آرزوئیں کرتے ہیں کہ اللہ ان کو اپنے خاص بندوں میں شمار کرے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی دوستی سے نوازتا ہے اور ان کا شمار بھی مخصوص بندوں کے گروہ میں ہونے لگتا ہے۔ ان دونوں طرح سے خواہ کسی طرح سے انسان کا رابطہ اللہ کے ساتھ قائم ہو ان کو سب سے پہلے اللہ کے حضور تائب ہونا پڑتا ہے اور بقیہ زندگی استغفار میں گزارنا پڑتی ہے۔

اللہ سے دوستی کی پہلی منزل

توبہ اللہ تعالیٰ سے دوستی کی پہلی منزل ہے لہٰذا ہر ولی کو اسی سیڑھی پر پہلے قدم رکھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر منصبِ ولایت کو پانا ممکن نہیں۔ کیونکہ اولیاء کی زندگی اس امر کی دلیل ہے کہ جب کسی کے دل میں اللہ کی لگن اور عشق پیدا ہوا تو اس نے سب سے پہلے اللہ کے حضور اپنے سابقہ گناہوں پر توبہ کی۔ اور پھر روحانی سلسلے کا آغاز ہوا۔

بزرگانِ دین میں سے بعض تو بچپن ہی سے تائب ہو گئے جو صالح تربیت کا

نتیجہ تھا جوان کے والدین نے کی۔ بعض اولیاء کرام نے جوانی میں توبہ کی اور بعض نے جوانی کے بعد توبہ کی۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کوئی جتنی جلدی توبہ کرے گا اور گناہ کو ترک کر کے اللہ کی اطاعت کی طرف راغب ہوگا اتنی جلدی ہی منزل کو پائے گا۔ اس کے لیے منزل کا حصول قدرے آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے بیشمار مقامات سے گزرنا پڑتا ہے اور ان مقامات کو عبور کرنے کے لیے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے جسے کیفیت یا حال کہا جاتا ہے۔ اور اس کی اصل بنیاد توبہ ہے جس سے حال قائم رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ توبہ ہی وہ ابتداء ہے جس سے روحانی منفعت کا آغاز ہوتا ہے اور توبہ ہی وہ بنیاد ہے جس کی بنا پر اللہ کے خاص بندے ولایت اور روحانیت کے مدارج طے کرتے ہوئے اعلیٰ سے اعلیٰ درجات پاتے ہیں۔

توبہ سے پہلے ایمان کامل کا ہونا از حد ضروری ہے۔ ایمان کامل انسانی ضمیر کو زندہ رکھتا ہے۔ انسان جب برائیوں کی طرف بڑھنے لگتا ہے تو سب سے پہلے اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے کہ وہ برائی اور گناہ کیوں کرنے لگا ہے اور ایسے ضمیر کو ملامت کرنے والا ضمیر کہتے ہیں۔ ضمیر کی یہ کیفیت کسی نیک بزرگ کی صحبت میں بیٹھنے سے بہت جلد پیدا ہوتی ہے یا نیک والدین اور رزقِ حلال کھانے والے والدین کی دعاؤں سے فطری طور پر اولاد میں موجود ہوتی ہے۔ یا قدرتی طور پر ایسا ماحول مل جائے جس کے زیرِ اثر انسان نیکی کی طرف راغب ہو جائے تو جب برائی کرنے پر انسان کا ضمیر انسان کو ملامت کرنے لگتا ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان غمگین رہنے لگتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس سے برائی اور گناہ کیوں سرزد ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو طلبِ حق کا احساس بیدار ہوتا ہے۔ اور وہ بیداری انسان کو اللہ کی طرف لے جانا چاہتی ہے اور یہی بیداری انسان کو نیکی کے راستے کی رہنمائی کرتی ہے۔ جب بھی کوئی غافل غفلت کی نیند سے جاگتا ہے تو یہی بیداری اسے راہِ ہدایت کی تلاش پر ڈال دیتی ہے اور جب تلاش کی طرف آتا ہے تو اللہ کے راستے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس راستے پر گامزن ہونے کے لیے توبہ کی طرف لوٹنا پڑتا ہے کیونکہ

توبہ کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ منزلِ حق کا راستہ نصیب ہو اور بیدار انسان ہی راہِ توبہ کے آغاز میں پہنچتا ہے۔

بیداری مردِ مومن کے دل میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے جو انسان کو توبہ کا راستہ بتاتی ہے۔ توبہ کر لینے کے بعد توبہ پر قائم رہنا بہت ضروری ہے چنانچہ توبہ کی برقراری کے لیے نفس کا محاسبہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جب تک نفس کا محاسبہ نہ کیا جائے گا اس وقت تک استقامتِ توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ انسان کو سوچنا چاہیئے کہ اس دن سے قبل اپنے اعمال کا محاسبہ خود کر لینا چاہیئے جس دن اللہ کے حضور ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا اور اس وقت انسان بالکل بے بس ہوگا۔

اسلامی عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی انجام دہی سے انسانی اعمال کا محاسبہ ہوتا ہے اور جوں جوں انسان عبادات کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اس میں استقامتِ توبہ نصیب ہوتی جاتی ہے اور یہ عبادات انسان کو نفسانی خواہشات اور دنیا کی غلامی سے بچانے کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اعمال کے محاسبے کے بعد اعمال کی نگرانی کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ اعمال کی نگرانی توبہ میں استقامت پیدا کرتی ہے چنانچہ بزرگانِ دین نے فرمایا کہ جو اللہ کا بندہ اپنی نگرانی پر سخت نگاہ رکھتا ہو اس کی ولایت قائم رہتی ہے۔ اپنی نگرانی کے لیے مراقبہ سب سے عمدہ ہے اور باطن کی نگہداشت کے لیے مراقبہ بہت سود مند ہے کیونکہ ظاہری اعمال کے محاسبہ اور مراقبہ کے ذریعے باطن کی پاکیزگی دو ایسی چیزیں ہیں جن سے توبہ قائم رہتی ہے۔

حضرت شیخ عمرؒ فرماتے ہیں کہ مراقبہ علم قیام ہے اور اسی کے ذریعے علم حال کی تکمیل ہوتی اور اس کی کمی بیشی کا علم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلقات کا معیار معلوم کرے۔ یہ تمام چیزیں صحیح توبہ کے لیے ضروری ہیں۔ کیونکہ تصور عزائم کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اور عزائم اعمال کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ تصورات سے قلب کے ارادہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ قلب اعضاء و جوارح کا حاکم ہے اس لیے جب تک قلب کوئی ارادہ نہ کرے، اس وقت تک اعضاء حرکت میں نہیں آتے، لہٰذا

مراقبہ ایسی چیز ہے جس کے ذریعے بُرے تصورات کے مواد کا قلع قمع ہوتا ہے۔ مراقبہ کی تکمیل سے توبہ کی تکمیل ہوتی ہے اور جو تصورات کو ضبط کرے، وہ اعضاء و جوارح کی ضروریات کو فراہم کر لیتا ہے۔ بہرحال مراقبہ کے ذریعے قلب سے بُرے ارادوں کی جڑوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے اس کے بعد مراقبہ سے جو بات چھوٹ جائے اس کی تلافی محاسبہ کر لیتا ہے۔

سالکین کو صحیح توبہ کرنے کے بعد اللہ کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ توبہ کے بعد اگر توجہ کو اللہ کی طرف سے ہٹا کر دنیا کی طرف لگایا جائے تو روحانی منازل رُک جائیں گی۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ سے توجہ ہٹانے سے وہ مقام جو اسے توبہ کے ذریعے سے حاصل ہوا ہو وہ بھی ضائع ہو جائے گا۔ سچی اور صحیح توبہ اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اعمال کے نقائص کو دور کیا جائے گا اور نقائص کو دور کرنے کے لیے سچے دل سے مجاہدہ کرنا ضروری ہے اور مجاہدہ کے لیے صبر ضروری ہے۔ چنانچہ غربت، فقر و فاقہ، تکالیف، رنج والم اور صدمات میں صبر کرنا چاہیئے۔ لیکن صبر خدا کے لیے اور اس کے راستہ میں ہونا چاہیئے۔ حقیقی صبر میں تنگی محسوس نہیں کرنی چاہیئے اور حقیقی صبر توبہ پر قائم رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔

صبر انسانی نفس کو مطمئن کرتا ہے اور سکونِ قلب کے لیے تزکیۂ نفس ضروری ہے اور تزکیۂ نفس توبہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ سچی توبہ سے نفس پاک ہو جاتا ہے۔ اور نفس میں نرمی، عاجزی و انکساری پیدا ہو جاتی ہے اور عاجزی انسان کو رضا کے مقام تک لے جاتی ہے اور رضائے الٰہی کا حصول ہی ولایت کی انتہا ہے اس لیے اللہ کی رضا کا حاصل ہونا سچی توبہ کا پھل ہے۔

توبہ کرنے والا اپنے اعضاء کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجا لاتا ہے۔ کیونکہ انسان کے جسم کے تمام اعضاء اللہ کی نعمت ہیں انھیں گناہوں سے بچا کر خدا کی اطاعت میں معروف رکھنا اصل شکر گزاری ہے لہذا سچی توبہ سے بڑھ کر اور

کونسی شکرگزاری ہو سکتی ہے

القصہ خلاصہ یہ نکلا کہ ولایت کے حصول اور پھر ولایت میں مقام بندگی تک پہنچنے کے جتنے بھی مدارج طے کرنے پڑتے ہیں ان سب میں سچی توبہ پر قائم رہنا ضروری ہے اور آخر کار انسان توبہ اور استغفار کی معاونت اور مدد سے اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اولین دور کے صوفیا اور بزرگان دین نے توبہ پر قائم رہنے پر بہت زور دیا اور توبہ ہی کو کامیابی کے زینے کی کنجی قرار دیا ہے۔

۲۔ نگاہِ ولی اور توبہ

یہ دنیا اللہ کے نیک بندوں اور بزرگوں سے خالی نہیں۔ کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا جبکہ اللہ کو یاد کرنے والے اس دنیا میں موجود نہ ہوں، اللہ کے یہ نیک اور صالح بندے خواہ کسی پیر کے روپ میں ہوں یا کسی فقیر یا درویش کے رنگ میں ہوں، گدڑی نشین ہوں یا کسی شیخِ طریقت کے لبادہ میں، لوگوں کو راہِ حق کی دعوت دے رہے ہوں یا کسی واعظ اور خدمتگار کی صورت میں خلقِ خدا کی خدمت میں مصروف ہوں۔ ان کے پیش نظر ہر حال میں اللہ کی رضا اور مخلوقِ خدا کو راہ راست پر لانا مقصود ہوتا ہے۔

اللہ کے ایسے خاص بندے جنھوں نے عشق الٰہی میں تن من دھن کی بازی لگائی ہوتی ہے ان پر اللہ کی خاص رحمت اور عنایات برستی ہیں ان کی نگاہ میں وہ کیمیائی تاثیر ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے حکم اور رحمت سے تقدیر کو بدل سکتے ہیں۔ جو بظاہر تو زمین پر بیٹھے ہوتے ہیں لیکن لامکاں کی خبر دیتے ہیں۔ وہ اکثر اس جُستجو میں ہوتے ہیں کہ کوئی طالب رُشد و ہدایت ان کے پاس آئے جس کو وہ اللہ کی راہ بتلائیں اور اس کے عشق میں کندن کریں۔

اللہ کے ایسے خاص الخاص بندے جب کسی طالب کے لیے دعا کرتے ہیں تو ان کی دعا بارگاہِ ربّ العزت میں فوراً قبول ہوتی ہے، ادھر ان کی نگاہِ عنایت کا لطف و کرم ہوتا ہے ادھر انسان کی تقدیر بدل جاتی ہے اور طالب کو اللہ کا راستہ مل جاتا ہے

اور اس کا شمار اللہ کے محبوب بندوں میں ہونے لگتا ہے۔ طالبانِ حق کو سچی توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ سب سے پہلے طالب کے دل میں توبہ کا احساس پیدا ہوتا ہے اس احساس کے نتیجہ میں طالب اللہ کے حضور گڑگڑا کر روتا ہے، اپنے ماضی کے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور اللہ کے حضور سچے دل سے معافی مانگتا ہے حتیٰ کہ اللہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ ولی کی نگاہ سے اس کے دل کی آنکھ کھلتی ہے اور اس پر یہ راز آشکارا ہوتا ہے کہ توبہ کرنے سے وہ جس دنیا میں داخل ہوا ہے وہ مادی دنیا سے بہت بلند و برتر ہے۔

۳۔ ناقص پیر اور بے اثر توبہ

آج کل اسلامی تصوف میں رسمی پیری مریدی کا رواج عام ہے اور دن بدن یہ عروج پر پہنچ رہی ہے۔ پیرانِ عظام کو بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن ایک عام انسان اللہ کے اطاعت گزار بندے اور نفسانی خواہشات کے غلام پیر میں فرق نہیں کر سکتا۔ ہماری قوم کے ان پڑھ اور معمولی پڑھے لکھے تو ایک طرف، بڑے بڑے دانشور اور علما بھی اللہ کے محبوب بندے کی تلاش میں دھوکہ کھا جاتے ہیں کیونکہ عامل اور کامل میں بہت فرق ہوتا ہے اور ہمارا معاشرہ عامل پیروں سے بھرا پڑا ہے ہر کوئی شریعت کے معیاری پیمانے سے کھرے اور کھوٹے میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ پیر کی اتباعِ کتاب وسنت کو اگرچہ بزرگانِ دین نے پرکھنے کا ایک معیار قرار دیا ہے لیکن اکثر دیکھا جاتا ہے کہ دھوکہ دینے والے حضرات بھی ظاہراً اپنے آپ کو کتاب وسنت کا پابند بنا لیتے ہیں مگر ان کے دل میں طلبِ دنیا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

راہِ حقیقت کے طالب بھی سچے طالب نہیں رہے کیونکہ پریشان حال مسلمان کے پیشِ نظر پیر کا مرید بن کر اللہ کی ہدایت کا راستہ اختیار کرنا مقصود نہیں اور نہ ان میں اللہ کی سچی لگن، تڑپ، سوز و مستی اور جستجو ہوتی ہے اور نہ ہی نیت میں خلوص ہوتا ہے بلکہ ان کے پیشِ نظر پیروں کا مرید بننے میں خواہشات کا خاطر خواہ حل ہے اور ان کے

دل میں مرید بننے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ پیر کی دعا سے وہ راتوں رات دولت مند بن جائیں۔ یا کسی نہ کسی صورت میں زندگی کی مادی مشکلات کا حل نکل آئے۔ کوئی پیر کا مرید اس لیے بنتا ہے کہ اس کا سلسلہ روزگار بن جائے۔ اس کے ذرائع آمدن میں وسعت ہو جائے۔ کسی کو عورت کا مسئلہ درپیش ہو تو وہ اس کے حصول کے لیے مرید بنتا ہے۔ کسی کو بیماری سے نجات نہ ملتی ہو وہ مریدی کے باعث تصورنجات کے تحت مرید بنتا ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اللہ کو حاصل کرنے کے لیے پیر کی مریدی اختیار کرتے ہیں۔

بیشک ان حالات میں دنیاوی اغراض کی خاطر جب کوئی طالب کسی پیر کے پاس جاتا ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ بیعت کرنے سے دنیا سُدھر جائے اور خواہشات کی تکمیل ہو تو پیر صاحب بھی فوراً مرید بنانے کی کرتے ہیں تاکہ مریدوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ ان کے مرید کرنے کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ پیر طالب کو پہلے دو رکعت نفل توبہ پڑھنے کے لیے کہتا ہے۔ نفل پڑھانے کے بعد پیر کہتا ہے کہ تم اللہ کے حضور میں اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کرو۔ اور آئندہ ان سے بچنے کا عہد کرو اور مرید اپنی زبان سے اقرار کرتا جاتا ہے پھر پیر صاحب ایسی کچھ اور ہدایات کر کے وظائف کی تعلیم دے دیتے ہیں اور اگر کوئی شیرینی وغیرہ تقسیم کرنی ہو تو خیر و برکت کے لیے تقسیم کر دی جاتی ہے۔ یہ مرید کرنے کا ایک عام طریقہ ہے۔ مگر ایسا ہی ملتا جلتا طریقہ ہر طریقت میں پایا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ طریقۂ بیعت درست ہے لیکن چونکہ طالب کی نیت میں خلوص نہیں ہوتا اور وہ بیعت کے بعد پیر کے سامنے اپنی مشکلات کا انبار پیش کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ سے دعا فرمائیں یا مجھے کوئی تعویذ یا وظیفہ بتائیں جس سے میرے مقاصد جلد از جلد پورے ہوں۔ ایسی مریدی میں چونکہ انسان حقیقی معنوں میں طالبِ اللہ نہیں بنتا تو اس کی توبہ کے بھی خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے اور انسان پیر کے سامنے اقرار توبہ کرنے کے بعد پھر اپنی عملی زندگی میں برائیوں کو اپنائے رکھتا ہے۔ وہ پیر کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا ہے اور دنیا کی ہیرا پھیریوں کو بھی ترک نہیں

کرتا۔ حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا اور کسبِ حلال کی طرف توجہ نہیں دیتا اور مریدی اختیار کرنے کے ساتھ گناہ بھی کرتا ہے تو ایسی پیری مریدی سے انسان کو روحانی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ سچی توبہ کی توفیق حاصل ہو سکتی ہے۔

۴۔ توبہ اور استقامتِ ایمان

توبہ سے ایمان میں استقامت پیدا ہوتی ہے اور استقامتِ ایمان۔ اللہ کی وحدانیت اور معبود ہونے پر یقین کامل کی علامت ہے۔ استقامتِ ایمان سے بندے پر یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ کے سوا دین و دنیا میں نجات دینے والا اور کوئی نہیں۔ انسان اس کی خدائی سے بھاگ کر کہیں بھی نہیں جا سکتا۔ جب انسان کی زندگی ہر طرح اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نوازشوں کی مرہونِ منت ہے تو پھر بندہ خدا کو چھوڑ کر اور راستہ کیوں اختیار کرے۔

تائب پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جہان کا پیدا کرنے والا اور اس کا نظام چلانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں، وہ زندہ اور قیوم ہے، قادرِ مطلق ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے، کر سکتا ہے۔ اور اپنے ارادے اور اختیار میں کسی کا پابند نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے۔ تمام صفاتِ الٰہیہ اس کی ذات ہی سے وابستہ ہیں۔ ان تمام حقائق کو دل میں جگہ دینے سے تائب کے ایمان میں بے پناہ پختگی پیدا ہوتی ہے اور پختگیِ ایمان انسان کو ہر گناہ سے بچنے میں مدد دیتی ہے۔

۵۔ توبہ ہی توبہ

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَلَمْ

جب ان سے کوئی فحش کام ہو جائے یا اپنی جان پر کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور استغفار کرنے لگ جاتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے اور وہ لوگ باوجود علم کے

یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ کسی بُرے کام پر اڑتے نہیں۔

ہم گنہگار انسانوں سے غلطی ہو جانا کوئی بعید نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق مندرجہ بالا آیت میں بتایا گیا ہے کہ نیک لوگ وہ ہیں جن سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو وہ توبہ کرنے لگ جاتے ہیں حتیٰ کہ توبہ اور استغفار کرتے ہوئے اللہ کے حضور روتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پھر ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

مسند احمد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے، پھر خدا کے سامنے حاضر ہو کر کہتا ہے کہ پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اس کا رب گناہ پر پکڑ بھی کرتا ہے اور اگر چاہے تو معاف بھی کر دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف فرما دیا اس سے پھر گناہ ہوتا ہے پھر توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پھر معاف فرماتا ہے پھر تیسری مرتبہ اس سے گناہ ہو جاتا ہے تو یہ پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ چوتھی مرتبہ پھر گناہ کر بیٹھتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے ایک اور روایت میں ہے کہ ہم نے ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! جب ہم آپؐ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں رقت طاری ہو جاتی ہے اور ہم اللہ والے بن جاتے ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی، عورتوں، بچوں میں پھنس جاتے ہیں، گھربار کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا سنو جو کیفیت تمھارے دلوں کی میرے سامنے ہوتی ہے اگر یہی ہر وقت رہتی تو پھر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے اور تمھاری ملاقات کو تمھارے گھروں پر آتے۔ سنو اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمھیں یہاں سے ہٹا دے اور دوسری قوم کو لے آئے۔ جو گناہ تو کرے مگر پھر بخشش مانگے اور پھر خدا انھیں بخش دے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ سے بار بار توبہ استغفار کرنے اور ذکر کرنے سے روح میں گناہوں کی جو کثافت پیدا ہوتی ہے وہ دور ہو جاتی ہے اور انسان میں ایمانی حرارت پھر نئے سرے

سے بیدار ہوجاتی ہے۔ صحیح مومنین وہی ہوتے ہیں جو کہ اپنے گناہوں پر اللہ سے استغفار اور توبہ کرتے ہی رہتے ہیں اور اگر غلطی سرزد ہوجائے تو اس پر اڑے نہیں رہتے بلکہ اللہ سے معافی مانگتے ہیں اور آئندہ بُرے کاموں سے باز آجاتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ سے گناہ ہوگیا، تو آپ نے فرمایا توبہ کر۔ اس نے عرض کیا مجھ سے پھر گناہ ہوگیا۔ فرمایا پھر توبہ کرلے۔ اس نے عرض کیا کہ مجھ سے پھر گناہ ہوگیا، آپؐ نے فرمایا کہ استغفار کر، اس نے عرض کیا کہ مجھ سے اور گناہ ہوا۔ فرمایا استغفار کیے جا، یہاں تک کہ شیطان تھک جائے۔ پھر فرمایا کہ گناہ کو بخشنا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

مسند احمد ہی میں ہے کہ رسولِ خدا کے پاس ایک قیدی آیا اور عرض کیا۔ یا اللہ میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توبہ نہیں کرتا یعنی میں اللہ ہی سے بخشش چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اس نے حقدار کو پہچانا۔

اگر انسان سے گناہ بار بار سرزد ہو تو پھر استغفار بھی بار بار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن قصداً گناہ سے بچنا چاہیئے۔ ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے پاس گناہ بخشوانے کا اور کوئی طریقہ نہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ ہر وقت توبہ و استغفار میں رہے چنانچہ انسان کو توبہ ہی توبہ کرتے رہنا چاہیئے۔

عبدالکریم قشیری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ابو علی دقاقؒ کو فرماتے سُنا کہ ایک مرید نے توبہ کی مگر اس سے توبہ ٹوٹ گئی۔ ایک دن وہ سوچ رہا تھا کہ اگر دوبارہ توبہ کرے گا تو اس کا کیا حکم ہوگا۔ اس پر غیب سے ندا آئی۔ تم نے ہماری اطاعت کی تو ہم نے شکریہ ادا کیا، تو نے ہمیں چھوڑ دیا تو ہم نے تمھیں مہلت دی۔ پھر لوٹ آؤ گے تو ہم تجھے قبول کرلیں گے۔ مرید پھر ارادتمندی کی طرف لوٹ آیا اور اس بات پر ثابت قدم رہا۔

لہٰذا جب انسان معصیت کو ترک کرکے اپنے دل سے اصرار کی گرہ کو کھول دیتا ہے اور پھر یہ ارادہ کرلیتا ہے کہ وہ پھر ایسا کام نہ کرے گا۔ تب کہیں اس کے دل پر خالص

ندامت طاری ہوتی ہے اور وہ اپنے کیے پر افسوس کرتا ہے اور اپنے بُرے اعمال اور افعال کے مرتکب ہونے پر نادم ہوتا ہے۔ اس طرح اس کی توبہ مکمل ہوتی ہے۔ اور اس کا مجاہدہ صحیح ہوتا ہے اور لوگوں سے میل جول رکھنے کی بجائے ان سے علیحدگی اختیار کرنے لگ جاتا ہے اور بُرے دوستوں کی صحبت میں بیٹھنے کی بجائے وہ ان سے متنفر ہو کر خلوت میں رہنا پسند کرتا ہے۔ وہ دن رات افسوس کرتا رہتا ہے اور اکثر اوقات سچے دل سے نادم و شرمسار رہتا ہے۔ وہ اپنے آنسوؤں کی بارش سے اپنی لغزش کے نشانات مٹاتا ہے اور اچھی توبہ کے ذریعہ وہ اپنے گناہوں کے زخموں کا علاج کرتا ہے اپنے ہم جنسوں کے درمیان اپنے گناہوں کی وجہ سے مشہور ہوتا ہے اور اس کی لاغری کے ذریعہ اس کی حالت کی درستی کا پتہ چلتا ہے۔

۶۔ بزرگانِ دین کے اقوالِ توبہ

بزرگانِ دین کے اقوال میں بڑی نصیحت اور دانائی کے رموز ہوتے ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر معرفتِ حق حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ توبہ کے متعلق اکابرینِ دین کے کچھ اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ حضرت علیؓ کا توبہ کے بارے میں فرمان ہے کہ گناہ پر نادم ہونا انھیں مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا انھیں برباد کر دیتا ہے۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے توبہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ جب خدا سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں سے بچا دے گا اور جب لوگوں سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے تمھاری کچھ پیش نہ جائے گی۔

۳۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت شیخؒ نے فرمایا ہے کہ جو فاسقوں کے ساتھ نشست و برخاست کرتا ہے، وہ

گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے اور اسے توبہ کرنے کی توفیق نہیں رہتی۔

۴۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ

حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے چار ستون ہیں۔ ۱۔ زبان سے معافی کا طالب ہونا ۲۔ دل سے پشیمان ہونا ۳۔ اعضاء کو گناہ سے روکنا ۴۔ یہ نیت رکھنا، کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا اور یہ بھی فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ توبہ کرے اور جس گناہ سے توبہ کی ہے اس کی طرف پھر نہ لوٹے۔

۵۔ حضرت رابعہ بصریؒ

آپ نے فرمایا کہ صرف زبان سے توبہ کرنا جھوٹوں کا شیوہ ہے۔ اگر خود بخود توبہ کریں تو پھر دوسری توبہ کی حاجت نہیں رہتی۔ ایک اور جگہ پر رابعہ فرماتی ہیں کہ میرے استغفر اللہ کہنے میں جو عدم خلوص پایا جاتا ہے اس سے میں استغفار کرتی ہوں۔

۶۔ حضرت ذوالنون مصریؒ

آپ فرماتے ہیں کہ عام لوگ گناہ سے اور خواص غفلت سے توبہ کرتے ہیں۔ اور انبیاء کی توبہ اس سے ہوتی ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو مرتبہ اوروں نے حاصل کیا ہے یہ اسے حاصل کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عوام سے ظاہر کے متعلق سوال ہوگا۔ اور خواص سے اعمال کی حقیقت کے متعلق باز پرس ہوگی، کیونکہ غفلت عوام کے لیے رکاوٹ اور خواص کے لیے حجاب ہوتی ہے۔

ایک اور جگہ پر آپ فرماتے ہیں کہ گناہوں کو چھوڑے بغیر توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود تجھ پر تنگ ہو جائے۔ یہاں تک کہ تیرے لیے فرار کی راہ باقی نہ رہے۔ اس کے بعد تیری جان تجھ پر تنگ ہو جائے۔

۷۔ حضرت حبیبؒ بن ابی

قیامت کے دن آدمی پر اس کے گناہ پیش کیے جائیں گے۔ جو خطا اس کے سامنے آئے گی اس پر یہی کہے گا کہ میں اسی سے ڈرا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کا قصور اس سے معاف

کر دیا جائے گا۔

۸۔ حضرت ابوالحسن پوشنجیؒ ان کا قول ہے کہ اگر گناہ کی یاد میں لذت نہ رہے تو یہ توبہ ہے۔ گناہ کی یاد تو ندامت کی وجہ سے ہوتی ہے یا دلی خواہش کی وجہ سے۔ جب ندامت کی وجہ سے ہو تو انسان تائب ہوتا ہے جب ارادت سے یاد آئے تو گناہ ہے۔ گناہ کا مرتکب ہونے میں وہ آفت نہیں جو اس کی ارادت میں ہے کیونکہ ارتکاب تو ایک بار ہو چکتا ہے مگر ارادت مستقل طور پر دل میں جاگزیں رہتی ہے۔ گھڑی بھر جسم سے گناہ کرنا اتنا سنگین نہیں جتنا کہ رات دن ارادت گناہ میں منہمک رہنا سنگین ہے۔

۹۔ شیخ سوسیؒ آپ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا توبہ ہر اس چیز سے کی جاتی ہے جس کی علم نے مذمت کی ہو۔ اور جس چیز کی علم نے تعریف کی ہو اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ یہ تعریف ظاہر و باطن دونوں میں شامل ہے اور اس کا تعلق اس شخص سے ہے جسے علم کامل عطا کیا گیا ہو۔ چنانچہ علم کے سامنے جہالت اس طرح غائب ہو جاتی ہے جیسے طلوعِ آفتاب سے رات غائب ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ حضرت ابراہیم دقاقؒ آپ فرماتے ہیں توبہ یہ ہے کہ جس طرح تو پہلے اللہ کی طرف پشت کیے ہوئے تھا اور ادھر توجہ نہیں دیتا تھا، اب تو ہمہ تن توجہ بن جائے اور پھر اس کی طرف پشت نہ کرے۔

۱۱۔ حضرت لقمانؒ جو رحم کرتا ہے اس پر رحم ہوتا ہے۔ جو چپ رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے جو اچھی بات کہتا ہے وہ غنیمت پاتا ہے۔ جو بری بات کہتا ہے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان نہیں روکتا وہ ندامت اٹھاتا ہے۔

۱۲۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اچھے آدمی کی ضرورت اسی لیے ہے کہ بھول چوک آدمی کا کام ہے اور سب انسان، انسان

نہیں ہوتے۔ انسان گزر گئے اور بھوت رہ گئے۔ ان کو انسان کیسے جانیں جو آدمیوں کی ہتک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں تین چیزوں میں مخفی رکھی ہیں۔ اول اپنی رضامندی کو اپنی طاعت میں، پس کسی طاعت کو حقیر مت جانو۔ شاید خدا کی رضامندی اسی میں ہو۔ دوم اپنے غضب کو معاصی میں۔ اس لیے کسی گناہ کو چھوٹا مت سمجھ، شاید اس کا غضب اسی میں ہو۔ سوم اپنی ولایت کو بندوں میں مخفی کر رکھا ہے لہذا بندوں میں سے کسی کو حقیر مت سمجھ۔ شاید اللہ کا ولی ہو۔

۱۳۔ شیخ ابوالحسن رضویؒ

آپ کا قول ہے کہ توبہ یہ ہے کہ تم خدا کی یاد کے سوا ہر چیز کی یاد سے توبہ کر لو اور اس کے سوا تمہارے دل میں کوئی چیز نہ رہے۔

۱۴۔ حضرت فضیلؒ بن عیاض

حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ تم اپنی ذات کے خود وصی بنو اور دوسرے لوگوں کو اپنے لیے وصی نہ بناؤ جبکہ خود تم نے اپنی زندگی میں اپنے نفس کی وصیت ضائع کر دی تو پھر تم ان دوسروں کو اس بات پر کس طرح بُرا کہہ سکتے ہو کہ انھوں نے تمھاری وصیت رائیگاں اور ضائع کر دی ہے۔

۱۵۔ حضرت ابو علی دقاقؒ

آپ نے فرمایا کہ توبہ کے تین درجے ہیں ۱۔ توبہ ۲۔ انابت ۳۔ اوبت۔ توبہ ابتدائی درجہ ہے درمیانی درجہ انابت اور آخری یا انتہائی درجہ اوبت ہے۔ جس نے عذابِ الٰہی کے خوف سے توبہ کی وہ صاحبِ توبہ ہے۔ جس نے ثواب کی خاطر یا عذاب سے بچنے کے لیے توبہ کی وہ صاحبِ انابت ہے اور جس نے محض اللہ کے حکم کی تعمیل میں توبہ کی، ثواب کی امید اور عذاب سے بچنے کے اندیشہ سے نہیں وہ صاحبِ اوبت ہے انابت اولیائے مقربین کی صفت ہے، اوبت انبیاء و مرسلین کی صفت ہے۔

۱۶۔ حضرت جنید بغدادیؒ

آپ نے فرمایا کہ توبہ تین معانی پر حاوی ہے۔ ۱۔ گناہ پر پشیمانی ۲۔ جس چیز کو اللہ نے منع فرمایا اس کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ۳۔ حقوقِ انسانی کو ادا کرنے کی کوشش۔
ایک اور مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سری سقطیؒ کے پاس پہنچا تو میں نے ان کا رنگ پریدہ پایا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ایک جوان نے مجھ سے توبہ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اس کو بتایا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو نہ بھولے۔ وہ نوجوان مجھ سے جھگڑنے لگا اور کہا کہ توبہ تو یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو بھلا دے۔ میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو توبہ کے یہی معنی ہیں جو اس جوان نے بتلائے ہیں۔ حضرت سری سقطی نے پوچھا کیوں یہ معنی کیوں کر رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب میں رنج والم کے عالم میں ہوتا ہوں تو وہ مجھے آرام وراحت کی حالت میں لے جاتا ہے۔ اور آرام وراحت کی حالت میں رنج والم کو یاد کرنا ظلم ہے۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔

۱۷۔ حضرت ابوالحسن شاذلیؒ

خواہ تم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو پھر بھی ہمیشہ استغفار کیا کرو۔ مومنوں کی جماعت کو نہ چھوڑو گو وہ گنہگار اور بدکار ہی کیوں نہ ہوں۔

۱۸۔ حضرت ابوسعیدؒ

حضرت ابوسعید نے وصیت کی کہ خدا کا خوف اپنے اوپر لازم کر، کہ ہر ایک چیز کی خیر یہی ہے اور جہاد کرنا اپنے اوپر لازم کر، کہ اسلام میں رہبانیت اسی کو کہتے ہیں اور قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھا کر، کہ وہ تیرے لیے زمین والوں میں نور ہوگا اور آسمان والوں میں تیری یاد رہے گی اور بہتر بات کے سوا سکوت اختیار کر کہ اس کے باعث شیطان پر غالب آجائے گا۔

۱۹۔ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ

انسان کو چاہیئے کہ جس چیز سے توبہ کرے، اسے ہمیشہ اپنا دشمن جانے۔ جب تک بندے کے ساتھ خواہشوں میں سے کوئی خواہش رہے گی۔ وہ ہرگز اللہ تعالیٰ تک

نہ پہنچے گا۔

۲۰۔ حضرت امام غزالیؒ

راہِ سلوک میں قدم رکھنے کے لیے ذکر و فکر کی ضرورت ہے اور ذکر و فکر کے لیے پہلی شرط توبہ ہے۔

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن محمد بن علیؒ

حضرت نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا تو اپنی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے۔ ایک تائب غفلت سے توبہ کرتا ہے۔ ایک توبہ کرنے والا نیکیوں کے دیکھنے سے توبہ کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں میں بہت فرق ہے۔

۲۲۔ حضرت ابوبکر واسطیؒ

آپ نے فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ تائب کے ظاہر و باطن میں معصیت کا شائبہ باقی نہ رہے۔ جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پروا نہیں کرتا کہ توبہ کے بعد اس کی شام کیسی گزری اور صبح کیسی گزری۔

۲۳۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ

آپ نے مناجات میں کہا کہ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے توبہ کی ہے۔ نہ یہ کہتا ہوں کہ اب ایسا نہیں کروں گا کیونکہ میں اپنی سرشت کو پہچانتا ہوں اور نہ میں اس کی ضمانت دے سکتا ہوں کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا کیونکہ میں اپنی کمزوریوں کو جانتا ہوں۔ پھر بھی میں کہتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا کیونکہ شاید میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔ کیونکہ شاید میں دوبارہ ایسا کرنے سے پہلے مر جاؤں۔ ایک اور جگہ آپ نے فرمایا کہ توبہ کے بعد کا ایک گناہ توبہ سے پہلے کے ستر گناہوں سے بدتر ہے۔

۲۴۔ حضرت ابن عطاؒ کا ارشاد

حضرت ابن عطاؒ نے فرمایا کہ توبہ دو طرح کی ہے۔ توبہ انابت اور توبہ استجابت۔ توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے توبہ کرے۔ توبہ استجابت یہ ہے کہ بندہ اللہ کے لطف و کرم سے حیا کرتے ہوئے توبہ کرے۔

۲۵۔ حضرت ابوعمر النطائیؒ

آپ نے فرمایا کہ ایک وزیر ایک عظیم لشکر کے ساتھ جا رہا تھا۔ عوام پوچھنے لگے کہ یہ کون ہے؟ سرِ راہ کھڑی ہوئی ایک ضعیفہ نے کہا کہ کیا تم یہ پوچھتے ہو کہ یہ کون ہے یہ ایک بندہ ہے۔ جو خدا کی نظروں سے گر گیا ہے اور خدا نے اس کو دنیا میں مبتلا کر دیا ہے جس میں تم اسے دیکھ رہے ہو۔ ضعیفہ کی یہ بات اس وزیر نے سن لی، گھر واپس جا کر انھوں نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور مکہ مکرمہ میں پہنچ کر مقیم ہو گئے۔

۲۶۔ شیخ رویمؒ

آپ فرماتے ہیں کہ توبہ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ توبہ سے توبہ کی جائے۔

۲۷۔ شیخ حسن المغازلیؒ

آپ فرماتے ہیں کہ توبہ انابت یہ ہے کہ تم اللہ سے اس لیے ڈرو کہ وہ تم پر قادر ہے، اس نے کہا کہ توبہ استجابت کیا ہے؟ فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اللہ سے اس لیے شرماؤ کہ وہ تم سے قریب ہے۔ یہی وہ توبہ ہے کہ اگر وہ کسی بندہ حق کے دل میں جاگزیں ہو جائے تو وہ نماز میں بھی اللہ کے ذکر کے علاوہ ہر تصور اور وسوسہ سے توبہ استغفار کرے۔

۲۸۔ ابوعلی شقیق بن ابراہیم الازمی

آپ کے زمانہ میں ایک سال بلخ میں سخت قحط پڑا، لوگ ایک دوسرے کو کھا رہے تھے۔ اس عالم مصیبت میں آپ نے دیکھا کہ نوجوان سر بازار ناچ رہا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کیوں ناچ رہے ہو، تمام خلقت مصیبت میں مبتلا ہے، تمھیں اپنی روش پر شرم آنی چاہیئے؛ نوجوان نے جواب دیا مجھے کوئی غم نہیں، میرا مالک ایک پورے گاؤں کا مالک ہے اور وہ میری روزی کا کفیل ہے۔ آپ نے چلا کر کہا، خدایا یہ نوجوان اس بات پر نازاں ہے کہ اس کا مالک پورے گاؤں کا مالک ہے۔ تو شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے اور روزی کا وعدہ کر چکا ہے پھر ہم بدنصیب اپنے آپ کو رنج و مصیبت میں مبتلا سمجھتے ہیں تو آپ نے توبہ کر کے راہِ حق اختیار کر لیا۔

۲۸۔ ایک بزرگ کا قول

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے پس جو شخص دوسرے پر ظلم کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں پہل کرے گا۔ ایک اور قول ہے کہ جو شخص گناہ سے توبہ کر کے سات برس تک پکا رہے تو پھر کبھی اس سے وہ گناہ نہ ہوگا۔

۲۹۔ حضرت عبدالرحمٰنؒ بن ابی القاسم

مسلمان کا توبہ کرنا ایسا ہے جیسا اسلام کے بعد اسلام لانا۔

۳۰۔ ایک اور بزرگ کا قول

ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے اللہ جل شانہ میری مغفرت کب کرتا ہے، لوگوں نے پوچھا کب؛ فرمایا جب مجھے توبہ کی توفیق دیتا ہے۔

۳۱۔ حضرت ابو حفص حدادیؒ

آپ فرماتے ہیں کہ توبہ میں بندے کا اپنا کچھ اختیار نہیں ہوتا کیونکہ توبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے بندے کی طرف سے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی اپنی کوشش کا نتیجہ نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ کی عطا ہو۔

آپ توبہ کی منزل پر اس طرح پہنچے کہ آپ ایک لڑکی کی محبت میں مبتلا تھے اور اپنے دوستوں کے مشورے کے مطابق نیشاپور کے ایک یہودی سے مدد کے طالب ہوئے یہودی نے کہا کہ چالیس دن تک نماز اور دعا کو ترک کرو، کوئی نیکی کا کام نہ کرو۔ پھر میرے پاس آؤ۔ میں کچھ ایسا انتظام کروں گا کہ محبوب تمہارے قدموں میں آ گرے گا۔ ابو حفص نے یہودی کی ہدایات پر عمل کیا۔ اور چالیس دن کے بعد پھر اس کے پاس پہنچے۔ اس نے حسبِ وعدہ ایک نقش دیا مگر یہ بالکل بے اثر ثابت ہوا، یہودی نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چالیس دنوں میں تم نے ضرور کوئی نیک کام کیا ہے۔ سوچو۔ ابو حفص نے جواب دیا کوئی ایسا کام نہیں کیا سوائے اس چیز کے کہ راستے میں ایک چھوٹا سا پتھر پڑا ہوا تھا۔ وہ میں نے پرے ہٹا دیا، تاکہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے، یہودی نے

کہا اس خدا کی خلاف ورزی نہ کرو جس نے تمہاری اتنی سی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ حالانکہ تم متواتر چالیس روز تک اس کے احکام سے روگرداں رہے ہو! ابوحفص نے توبہ کی اور یہودی مسلمان ہوگیا۔

۳۲۔ حضرت مالک بن دینارؒ

حضرت مالک بن دینار، خواجہ حسن بصری کے مصاحب تھے ان کی توبہ کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک رات کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول تھے۔ جب سو گئے تو ایک ساز سے آواز آئی، اے مالک! تجھے کیا ہو گیا، کیوں توبہ نہیں کرتا؟ مالک بن دینار نے سب کچھ ترک کر دیا اور خواجہ حسن بصریؒ کے پاس گئے اور سچے دل سے توبہ کی اور بلند مقام پایا۔

۳۳۔ حضرت عبداللہ بن مبارک المروزی

حضرت عبداللہ بن مبارک المروزی بزرگ مشائخ میں سے گزرے ہیں، انھوں نے توبہ اس طرح کی کہ وہ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے، ایک رات وہ رندوں کی صحبت سے اٹھے اور ایک ساتھی کو ہمراہ لے کر معشوقہ کی دیوار کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔ وہ چھت پر آ گئی اور دونوں صبح تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ صبح کی اذان ہوئی تو عبداللہ سمجھے کہ شاید عشا کی اذان ہے۔ جب سورج نکلتا ہوا دیکھا، تو معلوم ہوا کہ تمام رات دیدار میں غرق رہے۔ طبیعت کو بہت قلق ہوا، دل ہی دل میں کہا کہ اے مبارک! تجھے شرم چاہیئے۔ ساری رات خواہش نفسانی میں گزار رہا، کرامات کا بھی طالب ہے۔ چنانچہ انھوں نے اللہ کے حضور توبہ کی اور بعد میں علم اور طب میں مشغول ہو کر بلند مقام پایا۔

۳۴۔ حضرت خواجہ بشیر حافی کی توبہ

حضرت خواجہ بشیر حافی کامل بزرگ تھے آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور بہتر سال کی عمر میں ۲۲۲ھ میں وفات پائی۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ تائب کس طرح ہوئے اور اس کی کیا وجہ ہوئی؟ فرمایا کہ ایک دن میں شراب خانے

ہیں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے کان میں آواز آئی کہ اے شخص تائب ہو جا. قبل اس کے کہ مرنے کے بعد منکر نکیر تجھ کو بیدار کریں ۔ جیسے ہی میں نے یہ آواز سُنی ۔ میں تائب ہو گیا اور پچھلے گناہوں سے باز آیا اور حق تعالیٰ نے مجھ کو یہ درجہ عطا فرمایا ۔

۳۵۔ حضرت ابو عمرو بن نجید اور ابو عثمان

کہا جاتا ہے کہ ابو عمرو بن نجید ابتداء میں ابو عثمان کی مجلس میں آیا کرتے تھے۔ ان کے کلام کا ان کے دل پر اثر ہوا اور ابو عمرو نے توبہ کر لی۔ پھر ان سے سُستی ہو گئی ۔ اب جب ابو عثمان کو دیکھتے تو دور بھاگتے اور ان کی مجلس میں بھی نہ جاتے۔ ایک بار ابو عثمان سامنے سے آ نکلے ابو عمرو راستہ سے ہٹ کر دوسرے راستہ پر ہو لیے ۔ ابو عثمان نے ان کا پیچھا کیا۔ وہ ان کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ ان کو پا لیا، کہا بیٹا ! جو شخص تجھ سے صرف اس صورت میں محبت کرتا ہے جب تو معصوم ہو تو ان کی صحبت میں نہ رہے ، ابو عثمان تجھے اس حالت میں نفع پہنچا سکتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ابو عمرو بن نجید نے توبہ کی اور ان کے مرید ہو گئے ۔ اور اس پر قائم رہے ۔



۷

اِستغفار

استغفار کا مطلب اللہ سے بخشش اور مغفرت طلب کرنا ہے۔ قرآن کی سورۃ التوبہ میں یہ لفظ یوں استعمال ہوا ہے :۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○ التوبہ : ۱۱۴	اور حضرت ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے معافی چاہنا ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو وہ اپنے والد سے کر چکا تھا۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اس کی دشمنی اللہ کے لیے ہے تو اس نے اس سے تعلق توڑ دیا بے شک ابراہیم آہیں کرنے والا حلیم تھا۔

یہاں یہ لفظ اللہ سے بخشش، مغفرت اور معافی طلب کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ استغفار، حصولِ بخشش کی التجا ہے جو انسان اپنے لیے یا کسی دوسرے کے لیے کرتا ہے۔

ا۔ قرآن پاک میں حکمِ استغفار

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جن آیات میں استغفار یعنی معافی طلب کرنے کا حکم دیا ہے وہ حسبِ ذیل ہیں :۔

۱۔ وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○	اور اللہ سے استغفار کرو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ النساء : ۱۰۶
۲۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ	اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو، بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
بخشنے والا مہربان ہے ۔ النور : ۶۲

۳۔ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝
تم صبر کرو، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی حمد بیان کرو۔
المؤمن: ۵۵

۴۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۝
پس جان لیں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام لینا جانتا ہے۔
محمد : ۱۹

۵۔ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۔
اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو۔ ہود : ۳

۶۔ فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝
پس اس سے استغفار کرو، پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب دعا سننے والا قریب ہے
ہود: ۶۱

۷۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝
اور اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب مہربان محبت والا ہے۔
ہود : ۹۰

۸۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝
تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔ نوح : ۱۰

۹۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝
تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو۔ بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ نصر : ۳

ان آیات سے استغفار کے متعلق حسبِ ذیل احکامات اخذ ہوتے ہیں :۔

۱۔ استغفار کے حکم سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ کے حضور معافی مانگتے رہنا چاہیئے یعنی دن رات میں اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ گناہوں سے بچنے کے باوجود کچھ گناہ ایسے بھی انسان سے ہو جاتے ہیں جو اس کی سوچ میں نہیں ہوتے اس لیے گا ہے بگاہے استغفار سے وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اگر انسان استغفار نہ کرے تو وہ گناہ انسان کے ذمے رہ جائیں گے اس لیے کثرت سے استغفار کرنا ضروری ہے۔

۲۔ اہلِ تقویٰ اور اہل روحانیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان لوگوں کے لیے بھی اللہ کے سامنے استغفار کریں جو ان کی صحبت یا قربت میں ہوں۔ کیونکہ جن کے لیے استغفار کی دعا کی جاتی ہے تو اللہ انھیں بھی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی توفیق عطا کر دیتا ہے۔ اس طرح اہلِ روحانیت کی توجہ سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۳۔ استغفار کے ساتھ گناہوں سے بچنا بہت ضروری ہے اور یہ بات سوچ کر گناہ کرنا قابل گرفت ہے کہ بعد میں استغفار کر لیں گے، استغفار کے ساتھ صبح شام اللہ کی حمد و ثنا کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ سورۃ المؤمنون کی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ سورۃ المؤمنون کے آخر میں ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہیئے کہ اے میرے رب! مغفرت اور رحم کر کیونکہ تو سب سے اچھا رحیم ہے۔ یہ ایک طرح کے دعائیہ جملے ہیں، جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت مانگنے اور رحمت طلب کرنے کا حکم دیا ہے، ابتدائے اسلام میں رسول پاکؐ اور صحابہ کرامؓ جب یہ دعا مانگتے تو کافر مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں مسلمانوں کو تاکید کی کہ کافروں کی پرواہ مت کریں اور اللہ سے ہمیشہ رحمت کے طلبگار رہیں۔

۵۔ جیسا کہ سورۂ محمد میں بھی اللہ تعالیٰ نے رسول پاکؐ کو حکم دیا ہے کہ اے نبیؐ!

خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ چنانچہ اپنے مسلمان مؤمن مردوں اور عورتوں کے لیے معافی کی دعا کرو تاکہ اللہ انھیں معاف کرے۔

نبی پاک کی زندگی انسانیت میں انسانِ کامل کا ایک نمونہ ہے اور ان کو توبہ اور استغفار کا حکم دے کر اصل میں دوسروں کے لیے ایک مثال قائم کرنا ہے تاکہ دوسرے انسان رسول پاکؐ کی پیروی میں اللہ سے گناہوں پہ توبہ کریں۔ اور دنیا کے کسی بڑے سے بڑے فاضل عابد عالم صوفی پیر اور شیخ طریقت کے دل میں یہ خیال تک پیدا نہ ہو سکے کہ عبادت اور اطاعت کا جو حق تھا اس نے ادا کر دیا ہے۔ اور وہ اپنے دل میں اس پہ فخر اور غرور کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قریب خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو وہ عاجزانہ انداز میں رہے۔

۶۔ سورۂ نصر میں فرمایا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں دین اسلام کی جب تکمیل ہوئی اور اسلامی ضابطۂ حیات کے احکامات ہر لحاظ سے پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو غالب کر دیا اور اس وقت لوگ اللہ کی مدد اور نصرت سے فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کو ارشاد فرمایا کہ اے نبی اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو، بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ یہاں پر بھی خطاب اگرچہ براہِ راست رسول پاکؐ کو ہے۔ لیکن ہر مسلمان کے لیے پیغام ہے کہ وہ اسلام کو عملی طور پہ خود اپنائے اور پھر دوسروں کو اسلام پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرے۔

نیکیوں پر عمل پیرا ہونے کے باوجود اگر کوئی خطا ہو جائے تو اس پر توبہ کرے کیونکہ انسان سے خطا کا سرزد ہو جانا بعید از قیاس نہیں، انسان نے اسلام کے لیے خواہ کتنی قربانیاں دی ہوں، اسلام پر عمل پیرا ہونے میں کتنی جانفشانی سے محنت کی ہو مگر اس کے دل میں کبھی بھی خیال پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ اس نے جو کچھ سرانجام دیا ہے وہ بے عیب ہے بلکہ اس کی بے عیبی تو صرف اللہ کی ذات کو معلوم ہے اور اسے اللہ سے دعا مانگنا چاہیئے کہ جو خدمت اس نے سرانجام دی ہے اس کو اللہ تعالیٰ قبول کرے اور میری

کوتاہیوں کو معاف کر دے۔

ایک اور موقع پر سورت آلِ عمران میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ ان سے درگزر کرو اور ان کے لیے استغفار کرو۔ یہاں پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ ان کے لیے یعنی مومنین کے لیے خاص کر صحابہ کرام کے لیے دعا کریں۔ رسول پاکؐ خدا کی رحمت کے باعث انتہائی نرم دل اور اپنے صحابہؓ سے اور دوسرے انسانوں سے بڑی شفقت اور پیار سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا ہے کہ اگر ان سے غلطی ہو جائے تو اسے درگزر کرتے ہوئے ان کے حق میں استغفار کیا کریں۔

احادیث اور حکمِ استغفار

احادیث میں بھی استغفار کی بہت تاکید کی گئی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے اور یہی راستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے پسند فرمایا۔ جن احادیث میں استغفار کی ترغیب دی گئی ہے وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ دل کی سیاہی کا علاج بذریعہ استغفار

گناہ انسان کے دل پر سیاہ داغ پیدا کرتا ہے حتیٰ کہ جب گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اس سیاہی کا علاج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار تجویز فرمایا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِیْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰی تَعْلُوَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ بلاشبہ جب مومن بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے پس اگر توبہ و استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر گناہ زیادہ کرے تو یہ سیاہ داغ بھی بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ اس کے

قَلْبَهٗ فَذٰلِكُمُ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَهٗ اللّٰهُ تَعَالٰی: كَلَّا بَلْ، رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ؕ

دل پر چھا جائے گا، یہی وہ زنگ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ لگا دیا۔ ترمذی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی وجہ سے دل سیاہی میں گھر جاتا ہے اور اس سیاہی کو دور کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کو تجویز فرمایا، دل کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے استغفار نسخہ کیمیائے ہے دل کو گناہوں کی آلائش سے صاف کرنا ضروری ہے لہٰذا اگر کبھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ و استغفار کرنا چاہیئے۔ جو لوگ توبہ و استغفار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، گناہوں کی وجہ سے ان کے دل میں نیکی بدی کا احساس تک نہیں رہتا۔ اور اس احساس کا ختم ہو جانا بدبختی کی علامت ہے۔

بُری محفل انسان کے دل پر بُرے اثرات کا تاثر ڈالتی ہے۔ خاص کر فاسقوں او فاجروں کے پاس اٹھنا بیٹھنا دل کی خرابی کا باعث ہے، لہٰذا بُرے مجمعوں سے گریز کریں اگر سفر وغیرہ میں کہیں ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا پڑ جائے تو استغفار کرتے رہیں۔ اور ان سے جدا ہونے کے بعد بھی استغفار جاری رکھیں تاکہ دل پر جو غلط اثرات ہوئے ہیں وہ زائل ہو جائیں۔ بزرگوں کی مجلس سے انسان متاثر ہو کر ہمیشہ نیکیوں کی طرف مائل ہو اس لیے ہمیشہ اچھی صحبت اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۲۔ استغفار سے دل کی صفائی

استغفار سے دل کی صفائی ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق یوں فرمایا ہے:۔

وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ ؕ

حضرت اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میرے دل پر لیغان آجاتا ہے اور بلاشبہ میں ضرور اللہ تعالیٰ سے روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہو کر سو مرتبہ استغفار پڑھا کرتے تھے تاکہ آپ کی امت آپ کی اتباع میں اللہ کے حضور اپنے گناہوں پر استغفار کرتی رہا کرے کیونکہ دنیوی ذمہ داریوں میں مصروف ہونے کی وجہ سے دل کی توجہ اللہ کی طرف سے ہٹ جاتی ہے۔ لیکن استغفار پڑھنے سے انسان اللہ کی طرف مائل اور راغب رہتا ہے اور یہی رغبت ہمیں گناہوں سے بچاتی ہے اس لیے ہر شخص کو توبہ و استغفار کی ضرورت ہے لہذا ہمیں روزانہ کثرت سے توبہ استغفار پڑھتے رہنا چاہیئے۔

آپ کا استغفار امت کے لیے تھا اس لیے امت کو بھی چاہیئے کہ استغفار کرتی رہے اسی طرح ایک اور حدیث میں آپ نے استغفار کی یوں ترغیب دی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً ؛	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! میں دن میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا ہوں بخاری

۳۔ نامۂ اعمال میں کثرت استغفار پانا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کی ترغیب اس طرح بھی دی ہے کہ قیامت کے روز جو اپنے اعمال نامے میں استغفار کی کثرت پائے گا، وہ بہت خوش قسمت ہوگا تاکہ لوگ اس خوش قسمتی کو مدنظر رکھتے ہوئے استغفار کی طرف متوجہ ہوں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اِسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا ط	حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے لیے بہت بہتر ہے جو قیامت کے دن اپنے اعمال نامہ میں کثیر استغفار پائے ابن ماجہ

اس حدیث میں کثرت سے استغفار کرنے کی ترغیب یہ بات بیان کرتے ہوئے

دی گئی ہے کہ قیامت کے روز جو شخص اپنے اعمال نامہ میں کثرتِ استغفار لکھا ہوا پائے تو اس کے لیے بہتری کی خوشخبری ہے کیونکہ اس کے باعث اسے نجات حاصل ہوگی اور وہ راحت پانے کا حقدار ہے اور یہ راحت صرف اسے کثرتِ استغفار سے حاصل ہوگی۔ کیونکہ استغفار سے گناہ بھی معاف ہوگئے اور اعمال نامہ میں نیکیوں کی بھی زیادتی ہوگئی اس لیے نیک اور صالحین ہمیشہ کثرت سے استغفار کرتے ہیں اور اپنے پاس بیٹھنے والوں کو بھی کثرتِ استغفار کی ترغیب دیتے رہتے ہیں تاکہ قیامت کے روز جب اعمال نامہ پیش ہو تو اس میں کثرتِ استغفار ہو۔

۴۔ اصلاح زبان کے لیے استغفار

نادان ہیں وہ لوگ جو اپنے گھر والوں یعنی ماں باپ، بہن بھائی اور اپنی بیویوں سے فحش کلامی کے ساتھ پیش آتے ہیں، ناروا سلوک میں نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ دوسروں کی دل آزاری سے انسان خواہ مخواہ گناہ مول لے لیتا ہے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس شخص کی طبیعت میں شدت ہو تو اپنی طبیعت کو اعتدال پر رکھنے کے لیے وہ اللہ کے حضور کثرت سے استغفار کرتا رہے۔ اس سے زبان کی اصلاح ہوگی اور طبیعت نیکیوں کی طرف مائل رہے گی لہٰذا میرے دوست! تو بھی اتباعِ رسالت میں سو مرتبہ روزانہ استغفار پڑھا کر پھر دیکھ خدا کی رحمت تجھ پر کیسے مہربان ہوتی ہے کیونکہ اصلاح کے لیے استغفار پڑھنے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ ذَرِبَ اللِّسَانِ عَلٰى اَهْلِيْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ خَشِيْتُ اَنْ يُّدْخِلَ لِسَانِيَ النَّارَ قَالَ اَيْنَ اَنْتَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ ؀

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں اپنے گھر والوں سے فحش کلامی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ڈر ہے کہ میری زبان مجھے دوزخ میں داخل نہ کر دے آپ نے فرمایا تم استغفار سے کیوں دور ہو! میں روزانہ سو مرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

استغفار کی کثرت کا اجرِ عظیم

کثرت سے استغفار کا بہت اجر ہے۔ اور اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ حَافِظَیْنِ یَرْفَعَانِ اِلَی اللّٰہِ فِیْ یَوْمٍ فَیَرٰی تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ اَوَّلِ الصَّحِیْفَةِ اسْتِغْفَارًا وَفِیْ اٰخِرِھَا اسْتِغْفَارًا اِلَّا قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ مَا بَیْنَ طَرَفَیِ الصَّحِیْفَةِ ۔ بزار

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محافظ فرشتے اللہ کے حضور جب کسی کا ایسا اعمال نامہ پیش کریں جس کے اول و آخر میں استغفار رکھا ہوا ہو تو اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے اپنے بندہ کا وہ سب کچھ بخش دیا جو اس اعمالنامہ کے اول و آخر کے درمیان ہے۔

اس حدیث میں استغفار کے اجرِ عظیم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ دو محافظ فرشتے انسان کا اعمال نامہ لکھنے کے لیے مقرر ہیں جو نماز فجر اور نماز عصر میں بدلتے ہیں۔ رات کی ڈیوٹی والے فجر کے وقت چلے جاتے ہیں اور دن والے آ جاتے ہیں اور عصر کے وقت دن والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رات والے آ جاتے ہیں۔ یہ آنے اور جانے والے فرشتے اپنے مقررہ وقت پر بارگاہِ الٰہی میں بندوں کے اعمالنامے پیش کرتے ہیں تو ان میں بعض ایسے اعمالنامے بھی ہوتے ہیں جو استغفار سے شروع ہوتے اور استغفار پر ختم ہوتے ہیں اور ایسا اعمالنامہ اس شخص کا ہوگا جو صبح شام استغفار کرتا ہو تو اس پر اللہ کا حکم ہوگا کہ جس اعمالنامہ کی ابتدا اور انتہا استغفار سے ہے اس کی بخشش کی جاتی ہے خواہ اس استغفار کے درمیان چند ایک گناہ ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ دن کے آغاز اور اختتام پر اللہ سے معافی طلب کرنے سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا اس حدیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جب ہم دن کا آغاز کریں تو استغفار کریں اور عصر کے وقت نماز کے بعد استغفار پڑھیں تاکہ ہمارے اعمالنامہ کی ابتدا و انتہا

استغفار سے ہو اور یہ بخشش کا کتنا بڑا اجر عظیم ہے جو استغفار کے باعث انسان کو ملتا ہے۔

۶۔ استغفار اور مشکلات کا حل

استغفار تنگی اور دکھوں کا علاج بھی ہے اور اس سے روزی کے ملنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص استغفار کو اپنے اوپر لازم کر لے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر دشواری سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دے گا اور ہر دکھ سے نجات دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیگا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔ ابوداؤد

اس دنیا میں راحت اور خوشی کے ساتھ ساتھ غم اور تفکرات بھی ہیں اور خاص کر جوں جوں قرب قیامت کا دور آرہا ہے۔ مشکلات اور مصائب میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے کسی کو فکر معاش ہے تو کسی کو رہائش کا مسئلہ درپیش ہے اگر کسی کی گزر اوقات آسانی سے ہو رہی ہے تو اسے بیماری گھیرے بیٹھی ہے، گویا کہ ہر شخص کسی نہ کسی مسئلے میں پھنسا ہوا ہے اور سکونِ قلب حاصل نہیں تو ان دشواریوں سے نجات اور سکون قلب کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک آسان سا نسخہ تجویز کیا وہ ہے استغفار، لہذا جو شخص استغفار پڑھے اس کی ہر مشکل حل ہو جائے گی۔ اس کے لیے ایسے ذرائع معاش بن جائیں گے جن کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ کثرتِ استغفار میں کتنے زیادہ فوائد ہیں۔ ہر دشواری کا دور ہو جانا ہر فکر کا کافور ہو جانا اور ایسی جگہ سے رزق ملنا جہاں سے رزق ملنے کا دھیان بھی نہ ہو اللہ کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں۔ لوگ دشواریوں کے ختم ہونے اور تفکرات سے نجات پانے

اور رزق حاصل ہونے کے لیے کیا کیا جتن کرتے ہیں لیکن استغفار میں نہیں لگتے ، جو بہت آسان نسخہ ہے جس کے استعمال سے کامیابی یقینی ہے ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ استغفار میں لگنے سے بندہ عظیم منافع و فوائد سے مالامال ہو جائے گا۔

۷۔ اصرارِ گناہوں سے بچنے کے لیے استغفار

جس شخص سے بار بار ایک ہی طرح کا گناہ سرزد ہو جاتا ہو تو اسے اس سے بچنے کے لیے استغفار کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص استغفار کرتا رہے وہ ان لوگوں میں شمار نہیں ہے جو گناہوں پر اصرار کرنے والے ہیں اگرچہ ایک دن میں ستر مرتبہ گناہ ہو جائیں۔ ابوداؤد

بعض گناہ ایسے ہیں جو انسان سے بھولے میں ہو جاتے ہیں لیکن یوں بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض حضرات بار بار گناہ کرتے ہیں مثلاً فلم دیکھنا گناہ ہے لیکن اس کے باوجود لوگ اسے گناہ تصور نہ کرتے ہوئے بار بار دیکھتے ہیں اس طرح گناہوں کا اصرار انسان کی عاقبت خراب کرتا ہے اور بار بار گناہ بغاوت اور سرکشی کی علامت ہے اس لیے بار بار گناہوں سے بچنے کے لیے استغفار بہت اچھا ہے۔

۸۔ عذابِ الٰہی سے بچاؤ کا ذریعہ

استغفار عذابِ الٰہی سے بھی بچاؤ کا ذریعہ ہے اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیَّ اَمَانَیْنِ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کے لیے دو امانیں نازل فرمائی

لِاُمَّتِی۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ. فَاِذَا مَضَيْتُ تَرَكْتُ فِيْهِمُ الْاِسْتِغْفَارَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

یہ وہی جن کا اس آیت میں ذکر ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ پس جب میں دنیا سے پردہ کر جاؤں گا تو ایک امان اٹھ جائے گی اور دوسری امان یعنی استغفار قیامت تک کے لیے اپنی امت کے اندر چھوڑ جاؤں گا۔ ترمذی

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! اگر تیرا قرآن واقعی تیری طرف سے ہے تو ہم پر اس کے نہ ماننے کی وجہ سے آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" (سورۃ الانفال) اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان کے اندر آپ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا جس حالت میں کہ وہ استغفار کرتے رہتے ہیں۔

آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ دنیا میں عذاب نہ بھیجے گا اور استغفار کرنے والوں کو بھی عذاب نہ دیگا۔ لہٰذا اس حدیث میں عذابِ دنیاوی سے محفوظ رہنے کے لیے دو چیزیں ارشاد فرمائیں۔ ایک غیر اختیاری یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی دنیا میں تشریف فرما ہونا، یہ امر بندوں کے اختیار میں نہیں۔ جب اللہ نے چاہا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لیا۔ دوسری اختیاری یعنی استغفار کرتے رہنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وفات دے کر اٹھا لیا جس کی وجہ سے امان کا ایک ذریعہ جاتا رہا اور دوسرا ذریعہ باقی ہے جو اپنے اختیار میں ہے یعنی استغفار کرتے رہیں اور عذاب سے بچتے رہیں۔

حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو امانیں نازل فرمائیں۔ جن میں سے ایک آپ کا وجود گرامی ہے اور دوسرا استغفار ہے

آپ کے تشریف لے جانے کے بعد قیامت تک کے لیے امت کے لیے ایک امان یعنی استغفار باقی ہے۔

اہل مکہ مشرک تھے، ابوجہل ان کا سردار تھا۔ اس نے پتھر برسنے یا دردناک عذاب آنے کی دعا مانگی تھی، اللہ تعالیٰ نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اور استغفار میں مشغول ہوتے ہوئے ان پر عذاب بھیجے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے ان کے اندر موجود تھے یہ تو ظاہر ہی ہے اور استغفار کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ زمانۂ شرک میں جو حج کرتے تھے اس میں غُفْرَانَکَ غُفْرَانَکَ کہتے جاتے تھے یہ الفاظ طلبِ مغفرت کے لیے بولے جاتے تھے۔ جب مشرکوں کو امان دی گئی کہ جب تک استغفار کرتے رہیں گے عذابِ دنیا میں مبتلا نہ ہوں گے تو مومنین بطریقِ اَولیٰ استغفار کی وجہ سے عذابِ دنیا سے محفوظ رہیں گے۔

۹۔ ہر گناہ کی مغفرت کے لیے استغفار

وَعَنْ اُمِّ عِصْمَةَ الْعَوْصِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَعْمَلُ ذَنْبًا اِلَّا وَقَفَ الْمَلَكُ ثَلٰثَ سَاعَاتٍ فَاِنِ اسْتَغْفَرَ مِنْ ذَنْبِهٖ لَمْ يَكْتُبْهُ عَلَيْهِ وَلَمْ يُعَذِّبْهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؛

حضرت ام عصمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو اعمال لکھنے والا فرشتہ تین گھڑی انتظار کرتا ہے پس اگر استغفار کر لیا تو وہ گناہ اس کے اعمالنامہ میں نہیں لکھتا اور اس پر اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عذاب نہ دے گا

مستدرک حاکم

اللہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بذریعہ استغفار گناہوں سے بچیں۔ اس لیے جو شخص گناہ سرزد ہونے کے فوراً بعد احساسِ ندامت کے تحت توبہ اور استغفار کرنے لگتا ہے تو وہ گناہ فوراً معاف ہو جاتا ہے بلکہ وہ فرشتے جو انسان کا اعمالنامہ لکھتے ہیں

انھیں حکم ہے کہ انسان سے گناہ سرزد ہوجانے کے بعد کچھ دیر توقف کرو تاکہ بندہ اپنے گناہ پر معافی مانگ لے۔ اگر گناہ کرنے والا استغفار کرلے تو وہ فرشتہ اس گناہ کو نہیں لکھتا۔ نہ فرشتہ لکھے گا نہ قیامت میں اس گناہ کی پیشی ہوگی نہ اس پر عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی مہربانی ہے۔ ایک نیکی کی کم از کم دس گنتی لکھی جاتی ہے اور گناہ ہوجائے تو اول تو فرشتہ لکھنے میں دیر لگاتا ہے، بندہ کے استغفار کا انتظار کرتا ہے اگر استغفار کرلیا تو اس کا لکھا جانا ہی ختم ہوا اور اگر استغفار نہ کیا تو ایک گناہ ایک ہی لکھا جاتا ہے۔ پھر صغیرہ گناہ حسنات کے ذریعہ معاف ہوتے رہتے ہیں اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے کے لیے ہر وقت رحمتِ حق کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اللہ بڑا حلیم و کریم اور ستّار و غفّار ہے۔ اس کی شان کریمی کو جانتے ہوئے بھی کوئی شخص گناہ کی مغفرت کرائے بغیر مرجائے تو بڑے خسارے کی بات ہے۔

۱۰۔ استغفار کرنیوالوں میں سے ہونے کی خواہش کرنا

استغفار کرنا خوش بختی کی دلیل ہے لہذا ایسے لوگ جو استغفار کرتے رہتے ہیں وہ اللہ کے حضور بہت پسندیدہ لوگوں میں سے ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کی رفاقت کی خواہش کرنا بہت اچھا ہے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا ؃

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر، کہ جب نیکی کریں خوش ہوں اور جب برائی کریں استغفار کریں۔

ابن ماجہ

توبہ و استغفار کی دُعائیں

قرآن پاک میں توبہ و استغفار کے متعلق حسبِ ذیل دعائیں بیان ہوئی ہیں:۔

۱۔حضرت آدم علیہ السّلام کی دُعا

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا کو جب جنت سے اس زمین پر اتار دیا گیا تو انھوں نے اپنے کیے پر اللہ کے حضور معافی اور مغفرت طلب کی اور کثرت سے اس دعا کا ورد کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، لہٰذا آج بھی اگر کوئی شخص اپنی غلطی پر نادم ہوکر اس دعا کو کثرت سے پڑھے تو اس کی خطائیں معاف ہو جائیں گی، لہٰذا ہر نماز کے بعد اس دعا کو ایک مرتبہ یا تین مرتبہ پڑھنا بھی بہت ہی سُود مند ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝	اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو واقعی ہم خسارہ والوں میں سے ہو جائیں گے۔
الاعراف، ۲۳	

۲۔حضرت نوح علیہ السّلام کی دُعائے استغفار

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جب بُت پرستی سے باز نہ آئی تو اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حضور ان ظالموں کی بربادی کی التجا کی اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے لیے اور اللہ پر ایمان لانے والوں کے حق میں بخشش اور مغفرت کی دعا کی تاکہ اللہ تعالیٰ مؤمن مردوں اور عورتوں کو اپنی پناہ میں رکھے، لہٰذا مغفرت اور بخشش کے لیے یہ دعا بھی بڑی اکسیر ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۖ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝	اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو اور جو شخص میرے گھر میں بحالتِ ایمان داخل ہوا اس کو اور تمام مؤمنین و مؤمنات کو بخش دے اور ظالموں کی بربادی اور بڑھا دے۔
نوح: ۲۸	

۳۔حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوم حساب کو اپنی اور اہل ایمان کی بخشش کے لیے مندرجہ ذیل دعا کی ہے۔ لہٰذا جو شخص روز قیامت میں بخشش کے لیے یہ دعا پڑھے

انشاء اللہ اس کی بخشش ہوگی۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ٥

اے ہمارے رب! مجھے اور میرے والدین کو، اور اہلِ ایمان کو جس دن حساب ہوگا بخش دے۔

ابراہیم : ۴۱

کعبہ تعمیر کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حضور یہ دعا کی۔ اس دعا کے پڑھنے سے انسان کو توبہ کی توفیق حاصل ہوجاتی ہے لہٰذا نماز کے بعد اس دعا کو ایک بار پڑھنا بہت بہتر ہے:۔

وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ٥

اور ہم کو ہمارے حج کے احکام بتا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ تو ہی بڑا درگزر کرنے والا مہربان ہے۔

البقرہ : ۱۲۸

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی مغفرت کے لیے یہ دعا کی، لہٰذا رشتہ داروں اور دوسروں کی مغفرت کے لیے یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ٥ یوسف : ۹۲

اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توبہ، اور مغفرت کے لیے مختلف اوقات میں حسبِ ذیل دعائیں کیں۔ ان دعاؤں کو پڑھنے سے بخشش اور رحمت حاصل ہوتی ہے

۱۔ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ٥

تو ہمارا کارساز ہے۔ پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب بخشنے والوں سے بہتر بخشنے والا ہے۔ اعراف : ۱۵۵

۲۔ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي ۚ

اے میرے رب! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے۔ قصص : ۱۶

۳۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۔ اعراف : ۱۵۱

اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر دے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما لے اور تُو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے

۶۔ حضرت یونس علیہ السّلام کی دعا

حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا پڑھی۔ یہ دعا استغفار اور توبہ کے لیے بہت مؤثر ہے جو شخص یہ آیت کریمہ سوالاکھ مرتبہ پڑھے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ وہ ریت کے ذروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۔

تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے۔ بیشک میں ہی زیادتی کرنے والوں سے ہوں۔

الانبیاء : ۸۷

۷۔ متفرّق دُعائیں

استغفار کی متفرق دعائیں حسبِ ذیل ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں:۔

۱۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۔ (المؤمنون : ۱۱۸)

اے میرے پروردگار! بخش دے اور رحم فرما اور تُو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

۲۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۔

اے ہمارے رب! ہر چیز کا تیرا رحم اور تیرا علم احاطہ کیے ہوئے ہے۔ پس تو بخش دے ان کو جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ (المؤمن : ۷)

۳۔ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۔

البقرہ : ۲۸۵

ہم نے سُن لیا اور مان لیا اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۴۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ

اے ہمارے پروردگار! نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھول جائیں

اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

یا چوک جائیں، اے ہمارے رب نہ رکھ ہم پر بھاری بوجھ جیسا کہ رکھا تو نے ان پر جو ہم سے پہلے ہوئے۔ اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے وہ چیز کہ نہیں طاقت ہم کو اس کے اٹھانے کی۔ اور درگزر فرما ہم سے اور بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر۔ تو ہی ہمارا مالک ہے۔ پس کافروں کی قوم پر ہماری مدد کر۔ البقرہ : ۲۸۶

۵۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ الحشر : ۱۰

اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دل میں ایمان لانے والوں کی طرف سے کدورت نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بیشک تو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔

۶۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تحریم : ۸

اے ہمارے رب! کامل کردے ہمارے لیے ہمارا نور اور بخش دے ہم کو۔ بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۷۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں حد سے بڑھ جانے کو بخش دے اور ہمارے قدموں کو جما دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ آل عمران : ۱۴۷

۸۔ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ آل عمران : ۱۶

اے ہمارے رب! بیشک ہم ایمان لائے۔ تو ہمارے گناہ معاف کردے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔

۹۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا

اے ہمارے رب! بیشک ہم نے سنا ایک پکارنے والے

يُنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ آل عمران : ۱۹۳	سے جو ایمان کے لیے ندا دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ پس تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری برائیوں کو فراموش کر دے۔ اور ہم کو نیک بندوں میں شامل کر کے موت دینا۔
۱۰۔ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا ۔ طٰہٰ : ۷۳	بیشک ہم اپنے پروردگار پر ایمان لائے تا کہ وہ ہماری خطائیں معاف کر دے۔
۱۱۔ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ الاعراف : ۱۴۳	اے اللہ! تو پاک ہے۔ میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں
۱۲۔ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝	بیشک ہم ہی خطاوار ہیں۔ ہمارا پروردگار پاک ہے۔ القلم :
۱۳۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝	اگر تو انھیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں معاف کر دے تو بیشک تو زبردست حکمت والا ہے۔ المائدہ : ۱۱۸

احادیث اور استغفار کی دُعائیں

استغفار کے متعلق احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ سیّد الاستغفار

سید الاستغفار کا مطلب ہے سب سے بڑا استغفار اس استغفار کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اس استغفار کو ایک مرتبہ دن یا رات میں یقین کامل کے ساتھ پڑھ لے اور اگر وہ اس دن یا رات میں وفات پا جائے تو وہ ضرور جنتی ہوگا۔ اس استغفار کے متعلق اللہ والوں کا کہنا ہے کہ اس کے ورد سے انسانی طبیعت میں خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتا ہے۔ جو شخص اس استغفار کا ورد زیادہ کرے تو اس کے

گناہ بالکل معاف ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ہر انسان کو چاہیئے کہ وہ ہر نماز کے بعد اسے ایک مرتبہ ضرور پڑھے۔ اکثر بزرگ اسے صبح شام پڑھتے ہیں۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سید الاستغفار یوں ہے :۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ۔

اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور تیرے وعدہ پر قائم ہوں، جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔ میں نے جو گناہ کیے ان کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں، لہٰذا مجھے بخش دے کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ بخاری شریف

۲۔ کلمۂ استغفار

اسلام کے چھ کلموں میں سے پانچویں کلمے کو استغفار کہا جاتا ہے جس کے کلمات یہ ہیں :۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهٗ عَمَدًا اَوْ خَطَاً سِرًّا اَوْ عَلَانِيَةً وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْٓ اَعْلَمُ وَمِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ لَآ اَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ وَسَتَّارُ الْعُيُوْبِ وَغَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ ۔

میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں جو میرا رب ہے تمام گناہوں سے۔ وہ گناہ جو عمداً ہوں یا خطا سے پوشیدہ ہوں یا ظاہر۔ اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں اس گناہ سے کہ میں جانتا ہوں۔ اور اس گناہ سے کہ نہیں جانتا میں۔ تحقیق تو جاننے والا ہے غیبوں کا اور چھپانے والا ہے عیبوں کا اور گناہوں کا بخشنے والا ہے نہ کوئی طاقت اور نہ کوئی قوت مگر ساتھ اللہ کے ہے جو بلند عظیم ہے۔

۳۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ استغفار

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یہ الفاظ پڑھے اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ میدانِ جہاد سے بھاگا ہو۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا	میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی
هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ	معبود نہیں ہے وہ زندہ اور قائم رکھنے والا ہے۔
اِلَیْهِ۔ ترمذی شریف	اور میں اس کے حضور توبہ کرتا ہوں

اس استغفار کی انتہائی فضیلت ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ صدقِ دل سے اگر تین یا پانچ مرتبہ اس کا ورد کرکے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی جائے تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے مانند ہی کیوں نہ ہوں، اللہ کا راستہ تلاش کرنے کے لیے اس استغفار کا ورد بہت ضروری ہے، اس کو جتنا کثرت سے پڑھا جائے گا اتنے ہی زیادہ اسرار ظاہر ہوں گے اور وہ شخص اللہ کے قریب ہوتا جائے گا۔

ہر نماز کے بعد اس استغفار کو تین مرتبہ ضرور پڑھنا چاہیے اور اگر رات کو سوتے وقت اس دعا کو تین مرتبہ پڑھا جائے تو بہت عمدہ ہے۔ اگر کوئی شخص سوا لاکھ مرتبہ رمضان المبارک میں اس کا ورد کرے تو اللہ سے جو مانگے سو پائے۔ اس استغفار کو بعد نماز فجر گیارہ سو مرتبہ پڑھنا اضافۂ رزق کا باعث بنتا ہے۔

۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعائے استغفار :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا	اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور گناہوں
کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا	کو صرف تو ہی بخش سکتا ہے لہذا تو مجھے اپنی
اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ	مغفرت کے ذریعہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما

عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔ — بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

مسلم شریف

یہ دعا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی تھی۔ اور دعا میں یہی تعلیم دی گئی ہے، اللہ کے حضور اپنے نفس پر ظلم کرنے کا اقرار کرو اور اس سے بخشش اور رحمت طلب کرو کیونکہ اللہ کے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ اس لیے عبادت کے بعد خاص کر نماز کے بعد یہ دعا مانگنی چاہیئے تاکہ وہ کوتاہیاں جو انسان سے عبادت کرتے وقت ہو جاتی ہیں ان کی معافی ہو جائے۔

۵۔ ہر مجلس میں استغفار کا حکم

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ مِائَةَ مَرَّةٍ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا، کہ بلاشبہ ہم ہر مجلس میں یہ شمار کرتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سو۱۰۰ مرتبہ یہ الفاظ ادا فرماتے ہیں رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ۔

ترمذی۔ ابوداؤد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے استغفار کرتے تھے جس کا متعدد احادیث میں ذکر ہے۔ آپ تو معصوم تھے پھر بھی اس قدر استغفار کی طرف آپ کی توجہ تھی، کہ جب کبھی آپ کسی مجلس میں بیٹھتے تو سو۱۰۰ مرتبہ مندرجہ بالا دعا پڑھتے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے ہمیں یہ سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ جب ہم کسی خاص محفل میں جائیں تو سو۱۰۰ مرتبہ مندرجہ بالا دعا پڑھیں تاکہ اللہ کی پناہ میں رہیں اور برائیوں سے بچے رہیں۔

۶۔ نماز کے بعد دُعائے استغفار

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۔

اے اللہ! تو سلام ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ملتی ہے تو بابرکت ہے اے جلال اور اکرام والے

مسلم شریف

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار تھا کہ نماز کا سلام پھیر کر تین بار استغفار پڑھتے تاکہ آنے والی امت آپ کی اتباع میں نماز کے بعد استغفار پڑھے اس کے بعد اللہ کے حضور سلامتی اور برکت کی دعا کرتے لہٰذا ہمیں بھی نماز کے بعد یہی دعا پڑھنی چاہیئے۔

۷۔ نمازِ تہجد کے وقت کا استغفار

نماز تہجد کے وقت اٹھتے ہوئے یہ استغفار پڑھنا چاہیئے:۔

۱۔ اَنْتَ رَبُّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ اَنْتَ اِلٰهِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

اے اللہ! آپ ہمارے پروردگار ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ پس بخش دے میرے پچھلے اور اگلے اور پوشیدہ اور کھلے گناہ اور وہ گناہ جن کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور تو ہی میرا معبود ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

مشکوٰۃ شریف

۲۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ ۔

اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ کو ہدایت دے اور مجھے رزق اور عافیت عطا فرما۔ مشکوٰۃ۔

۸۔ وضو سے پہلے دعائے استغفار

وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھ کر اس کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیئے:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ ۞

اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے گھر میں وسعت دے اور میرے رزق میں برکت عطا فرما۔ مشکوٰۃ شریف

۹۔ وضو کے بعد دعائے استغفار

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ كُتِبَ فِيْ رَقٍّ ثُمَّ جُعِلَ فِيْ طَابَعٍ فَلَمْ يُكْسَرْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۞

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وضو کر کے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ پڑھ لے تو یہ الفاظ ایک مُہر شدہ ظرف میں محفوظ کر کے عرش کے نیچے رکھ دیئے جائیں گے پھر قیامت تک یہ مُہر نہ توڑی جائے گی۔ سنن نسائی۔

وضو نماز کے لیے شرطِ اول ہے کیونکہ وضو کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی اور وضو کے بارے میں اکثر احادیث میں بیان ہوا ہے کہ وضو میں جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اگرچہ ہر عضو دھوتے وقت دعا پڑھنی چاہیئے لیکن اس حدیث میں اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ وضو کے بعد بھی استغفار کے لیے مندرجہ بالا دعا پڑھنی چاہیئے تاکہ وضو میں اگر کوئی کمی سنت یا مستحب کے خلاف ہو گئی ہو تو استغفار سے اس کی تلافی ہو جائے۔

۱۰۔ مسجد میں داخل ہونے کا استغفار

مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ استغفار پڑھنا چاہیئے:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ۞

اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

۱۱۔ مسجد سے باہر نکلتے وقت کا استغفار

مسجد سے باہر نکلتے وقت یہ استغفار پڑھنا چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ ۔

اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

۱۲۔ قضائے حاجت کے بعد کا استغفار

قضائے حاجت سے فارغ ہو کر استغفار کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غُفْرَانَكَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر آتے تھے تو غُفْرَانَکَ کہتے۔

ترمذی

قضائے حاجت کے بعد بیت الخلاء سے باہر آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غُفْرَانَکَ کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔

۱۳۔ اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا استغفار

جو شخص یہ استغفار پڑھے اس کے ظاہر اور پوشیدہ اور اگلے پچھلے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ رات کو سوتے وقت گیارہ مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

اے اللہ! میں تجھ سے ان سب گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں جو میں نے پہلے کیے اور بعد میں کیے اور جو ظاہر میں کیے اور پوشیدہ طریقے پر کیے۔ تُو آگے بڑھانے والا ہے اور تو پیچھے ہٹانے والا ہے۔ اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۴۔ بخشش اور توبہ

بخشش اور توبہ کے لیے بعد نماز ظہر یہ استغفار کثرت سے پڑھنا چاہیئے:۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول کر۔ بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

۱۵۔ وسعتِ رحمت کا استغفار

جو شخص یہ استغفار بعد نماز جمعہ ایک سو گیارہ ۱۱۱ مرتبہ پڑھے وہ اللہ کی رحمت اور بخشش کو بڑا ہی قریب پائے گا۔

اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ ؞

اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے بڑھ کر امید والی ہے۔

۱۶۔ نادانستہ گناہوں سے معافی

صبح سے شام تک انسان کئی گناہ ایسے کر جاتا ہے جو انسان کے تصور میں بھی نہیں ہوتے کہ وہ گناہ ہیں لہذا ایسے گناہوں کی معافی کے لیے بعد نماز عشار اکیس ۲۱ مرتبہ یہ استغفار پڑھنا چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ ؞

اے اللہ! میری خطا اور میری نادانی اور میرا اپنے کام میں حد سے بڑھ جانا اور وہ سب گناہ بخش دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔

۱۷۔ دل کی پاکیزگی کے لیے

دل کو گناہوں کی آلودگی سے صاف کرنے کے لیے بعد نماز صبح تین مرتبہ یہ استغفار پڑھنا چاہیئے۔ اس کے پڑھنے سے انسان کا دل ایسے صاف ہو جاتا ہے جیسے سفید کپڑا ہوتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ عَنِّیْ خَطَایَایَ

اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی

بِمَآءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ۔

سے دھو دے اور میرے دل کو گناہوں سے ایسا صاف کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف فرمایا ہے اور میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے جتنا فاصلہ تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان رکھا ہے۔

۱۸۔ ہنسی مذاق کے گناہوں سے معافی کا استغفار

بعض اوقات انسان ہنسی مذاق میں ایسے افعال کر جاتا ہے جو گناہ ہوتے ہیں تو ایسے گناہوں کی معافی کے لیے اللہ کے حضور شام کو روزانہ ایک مرتبہ یہ استغفار پڑھ لینا چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَ ھَزْلِیْ وَخَطِیْئَتِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ۔

اے اللہ! جو گناہ مجھ سے سچ مچ ارادہ سے صادر ہوئے اور جو ہنسی سے صادر ہوئے اور خطاءً صادر ہوئے اور جو دانستہ طور پر صادر ہوئے، سب کو بخش دے اور یہ سب مجھ ہی سے صادر ہوا۔

۱۹۔ گمراہ کن فتنوں سے بچنے کی دعا

شیطان انسان کو ہر وقت گمراہ کرنے پر کمربستہ ہے اور ہمیشہ فتنہ اور فساد پھیلاتا ہے لہذا اس کی گمراہ کن حرکتوں سے بچنے کے لیے یہ استغفار پڑھنا چاہیئے۔ اس سے انسانی نفس کا غصہ کم ہو جاتا ہے اور اسے پڑھنے والا شیطانی فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا اَحْیَیْتَنَا۔

اے اللہ! نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب! مجھے بخش دے اور میرے دل سے غصہ نکال دے۔ اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے محفوظ فرما۔

۲۰۔ بخشش اور برکتِ رزق کا استغفار

اگر کوئی یہ چاہے کہ اس کے گناہ معاف ہو جائیں اور اس کے رزق میں برکت ہو جائے تو وہ سو مرتبہ یہ استغفار پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَ وَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ ۞

اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے (قبر کے) گھر کو وسیع بنا۔ اور میرے رزق میں برکت دے

۲۱۔ بخشش اور حصولِ جنّت

اللہ سے مغفرت و رحمت طلب کرنے کے لیے کثرت سے یہ استغفار پڑھنا چاہیئے اسے کثرت سے پڑھنے والا جنت میں داخل ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَ اَدْخِلْنِيَ الْجَنَّةَ ۞

اے اللہ! میری مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے جنت میں داخل فرما۔

۲۲۔ قبولِ توبہ کی دُعا

اللہ کے حضور سچی توبہ کرنے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیئے تاکہ توبہ قبول ہو جائے۔

رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ ۞

اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہوں کو دھو دے اور میری دعا قبول فرما۔

۲۳۔ اچھے کاموں میں رہنمائی طلب کرنا

ہر کام میں اللہ کی رہنمائی، اور توفیق حاصل کرنے کے لیے کام شروع کرتے وقت ایک مرتبہ یہ دعا پڑھنی چاہیئے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ وَاَسْتَهْدِيْكَ لِمَرَاشِدِ اَمْرِيْ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ فَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ رَبِّيْ ۞

اے اللہ! میں تجھ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور اپنے خیر کے کاموں میں تیری رہنمائی طلب کرتا ہوں اور تیری حضور توبہ کرتا ہوں۔ لہذا میری توبہ قبول فرما۔ بلاشبہ تو ہی میرا رب ہے۔

۲۴۔ مغفرت، رحمت، عافیت اور ہدایت حاصل کرنے کا استغفار

اللہ سے مغفرت، رحمت، عافیت رزق اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے یہ استغفار پڑھنا چاہیئے :۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَ اھْدِنِیْ ؀

اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت دے اور مجھے رزق عطا فرما اور مجھے ہدایت پر قائم رکھ

۲۵۔ بہترین دُعائے مغفرت

گناہوں کی بخشش کے لیے یہ دعا بہت مؤثر ہے۔ جو شخص اسے سوتے وقت ایک مرتبہ پڑھنے کا معمول بنالے وہ ہمیشہ گناہوں سے پاکیزہ رہے گا۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ ؀

اے اللہ! میرے سب گناہ بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور جو بعد میں کیے اور جو میں نے پوشیدہ طور پر کیے اور جو علانیہ طور پر کیے اور جن کو آپ مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

۲۶۔ سیدھے راستے پر چلنے کی دعا

اللہ تعالیٰ سے سیدھا راستہ اور ہدایت طلب کرنے کے لیے یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ جو شخص گمراہی کے راستے پر ہو اگر وہ اس دعا کو سات مرتبہ چالیس دن تک بعد نماز فجر پڑھے تو اسے راستہ مل جائے گا۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاھْدِنِی السَّبِیْلَ الْاَقْوَمَ ؀

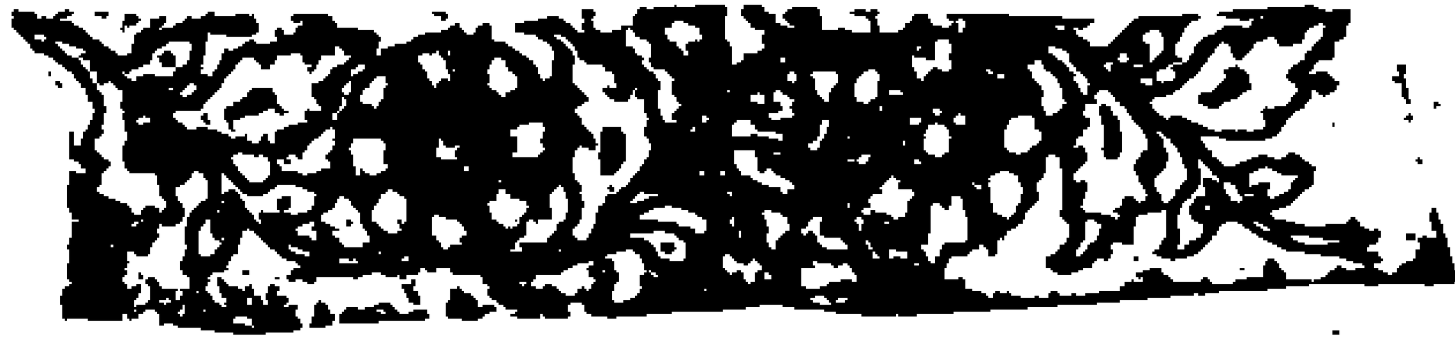
اے پروردگار! مجھے بخش دے اور رحم فرما اور مجھے سیدھی راہ پر چلا۔

۲۷۔ دوزخ سے نجات کا استغفار

آخرت میں دوزخ سے نجات کے لیے یہ استغفار پڑھنا چاہیئے ہر نماز کے بعد اسے ایک مرتبہ پڑھنے والے کی عبادت قبول ہوگی اور آخرت میں جنت

میں داخل کیا جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا وَتَقَبَّلْ مِنَّا وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَاَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا كُلَّهٗ ؕ	اے اللہ ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور ہم سے راضی ہو جا اور ہماری عبادات قبول فرما اور ہمیں جنت میں داخل فرما اور ہمیں دوزخ سے نجات دے اور ہمارا سب حال درست فرما دے۔



۸

مغفرت

گناہوں کا معاف یا درگزر ہونا مغفرت کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غفور اور غفار ہے وہی اپنے بندوں کے گناہوں کو اپنی رحمت تلے ڈھانپتا ہے لہذا اسی چھپانے، ڈھانپنے اور بخش دینے کو مغفرت کہا جاتا ہے۔ انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ انسان کو مغفرت حاصل ہو۔ اور اللہ ہمارے تمام گناہ بخش دے۔ مغفرت طلب کرنے کا نام استغفار ہے۔ اور مغفرت سے ملتا جلتا لفظ عفو ہے جس کے لفظی معنی گناہوں کو نامۂ اعمال سے مٹا دینا ہے۔ مغفرت اور توبہ میں فرق یہ ہے کہ اللہ سے پچھلے گناہوں پر معافی چاہنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد توبہ ہے۔ جبکہ سابقہ گناہوں پر پردہ ڈال دینا اور بخش دینا مغفرت ہے لیکن ان دونوں لفظوں میں ملتا جلتا ہی مفہوم پایا جاتا ہے۔

مغفرت کی مثال یوں سمجھیں کہ صحابہ کرامؓ میں بے شمار ایسے صحابہؓ تھے۔ جنہوں نے طلوعِ اسلام کے وقت رسول پاکؐ کی سخت مخالفت کی، آپؐ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ لیکن جونہی وہ مسلمان ہو گئے تو اللہ نے ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیے اور ان کے پچھلے بُرے اعمال کو ان کے نئے اعمال کی آڑ میں چھپا دیا۔ یہ ان کے سابقہ گناہوں کی مغفرت تھی۔

ایسے ہی اگر کوئی شخص کسی کی چیز چُراتے ہوئے پکڑا جائے لیکن چیز کا مالک یا آقا معافی طلب کرنے پر اسے معاف کر دیتا ہے، معافی تو اسے مل گئی لیکن قانوناً جو اسے سزا ملنی تھی وہ نہ ملی، لہذا وہ سزا آخرت پر موقوف ہو گی۔ اگر اللہ سے معافی طلب کرنے پر آخرت کی سزا بھی ختم ہو جائے تو اسے مغفرت کہا جاتا ہے، گناہ سے کردار پر

دصبہ لگ جاتا ہے اور اس کا کردار گناہ نہ کرنے والے کی طرح بے داغ نہیں رہتا۔ مگر انسان جب اللہ کے حضور اپنے گناہوں پر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اپنی رحمت کے سایہ میں پردہ پوشی کر کے معاف کر دیتا ہے۔ یعنی جو سزا اللہ کی طرف سے اسے یوم حساب کے بعد ملنی تھی وہ قبولِ توبہ یا معافی کی بنا پر نہیں ملے گی ، جسے مغفرت یا بخشش کہا جاتا ہے۔

۱۔ طلبِ مغفرت کے احکام

اللہ سے مغفرت طلب کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اپنے لیے مغفرت طلب کی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے زندہ مومن بھائیوں کے لیے اللہ سے مغفرت مانگی جائے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ جو مسلمان بھائی دنیا سے تشریف لے گئے ہیں خواہ وہ اپنے اعزہ واقارب ہوں یا دوسرے ، ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔ ان تینوں صورتوں کے الگ الگ احکام حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ اپنے لیے مغفرت طلب کرنا

قرآن پاک میں بیشمار مقامات پر حضرتِ انسان کو مغفرت اور بخشش طلب کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :۔

۱۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ۔ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ۔ آل عمران : ۱۳۳

اور اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو اور اس کے حضور توبہ کرو۔ بلاشبہ میرا رب بڑا ہی رحم فرمانے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ اپنے رب کی بخشش اور جنت کی جانب جلدی سے دوڑو

۲۔ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

اور جو کوئی گناہ کرے یا اپنے اوپر ظلم کرے۔ پھر اللہ سے بخشوائے تو اللہ کو بہت بخشنے والا مہربان پائے گا۔ النساء : ۱۱۰

۳۔ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۔	اور پچھلی رات میں بخشش چاہنے والا۔
۴۔ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا ۔ بقرہ : ۲۸۶	اور درگزر فرمائیے ہم سے اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا مولا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے کیونکہ عام انسان گناہ کا پُتلا ہے لیکن وہ لوگ جنھیں اللہ توفیق دیتا ہے۔ وہ گناہوں، کوتاہیوں اور لغزشوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ مگر ہر گنہگار کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ بعض اوقات چھوٹے چھوٹے گناہ اتنی زیادہ تعداد میں خود بخود سرزد ہو جاتے ہیں کہ انسان کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس کے اعمالنامے میں گناہوں کا ایک انبار جمع ہو گیا ہے۔ چنانچہ بارگاہ رب العزت میں گناہوں کی معافی کے لیے مغفرت طلب کرنی چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔

انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ سے مغفرت طلب کرتا رہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مغفرت طلب کرنے کی ترغیب یوں دی ہے :۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ قَالَ وَ عِزَّتِکَ یَا رَبِّ لَا اَبْرَحُ اُغْوِیْ عِبَادَکَ مَا دَامَتْ اَرْوَاحُھُمْ فِیْ اَجْسَادِھِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَ ارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَا اَزَالُ اَغْفِرُ لَھُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ ؕ	حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا شبہ شیطان نے کہا کہ اے رب! تیری عزت کی قسم ہے کہ میں تیرے بندوں کو بہکاتا رہوں گا جب تک کہ ان کی روحیں ان کے جسموں میں رہیں گی تو اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ میں ان کو بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے
	احمد

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے وہ چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جہنم میں دھکیل دے۔ تاکہ وہاں وہ عذاب بھگتیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس کو

راندۂ درگاہ فرمایا۔ نافرمانی کی وجہ سے اپنی درگاہ سے راند دیا اور اسے لعین قرار دے دیا تو اس نے قیامت تک زندہ رہنے کی مہلت مانگی۔ جب اسے وقتِ معلوم تک مہلت دے دی گئی تو کہنے لگا کہ میں نسلِ آدم کو ورغلاؤں گا اور راہِ حق سے بہکادونگا اسی لیے وہ ہر وقت لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ انسانوں اور جنّوں میں سے بیشمار لوگ اس کے ساتھی بن جاتے ہیں جو خود بھی گناہ کرتے ہیں، اور دوسروں سے بھی گناہ کرواتے ہیں تاکہ انسان توبہ کی طرف نہ آجائے۔

شیطان نے جب بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ جب تک وہ زندہ رہیں گے، ان کو بہکاتا رہوں گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان کو بخشتا رہوں گا جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے، لہٰذا شیطان کو استغفار کے ساتھ بڑی ضد ہے۔ اول وہ انسان کو ایمان قبول کرنے نہیں دیتا۔ چاہتا ہے کہ لوگ کفر پر ہی مر کر عذاب کا مزہ چکھیں اور جو لوگ مسلمان ہیں ان کو ہر وقت اللہ کے راستے سے گمراہ کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور صغیرہ و کبیرہ گناہوں پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ انسان اپنے دشمن سے چوکنا رہے اور اس کی بات نہ مانے، اپنے نفع و نقصان کو سمجھے۔ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ و استغفار میں لگے تاکہ شیطان ذلیل ہو اور گنہگار کی بخشش دیکھ کر جلتا ہے۔ کیونکہ جب بھی بندہ استغفار کی طرف مائل ہوتا ہے تو اللہ فوراً گناہ معاف کر دیتا ہے جس سے شیطان کا منصوبہ ناکام ہو جاتا ہے۔

۲- دوسرے مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے لیے مغفرت کی دعا کریں کیونکہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ رسول پاک ؐ نے صحابہ رضؓ سے کہا کہ ایک دوسرے کے لیے بخشش کی دعا کیا کرو۔ حالانکہ آپ ؐ کو دعا کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے لیے مغفرت کی دعا کریں تاکہ اللہ ان سے راضی ہو۔ کیونکہ دعائے مغفرت انسان میں عاجزی و انکساری پیدا کرتی ہے اور بارگاہِ رب العزت میں عاجزی ہمیشہ

قبول ہوتی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ یہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ الحشر: ۱۰	اور وہ جو ان کے بعد آئے۔ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب! بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

اپنے علاوہ دوسرے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے بخشش اور معافی طلب کرنے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ حَسَنَةً	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے یہ سنا کہ جو شخص مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مومن اور مومنہ (کے استغفار) کے عوض ایک نیکی لکھ دے گا۔ طبرانی

۳۔ مرحوم مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت

دعائے مغفرت کی تیسری صورت یہ ہے کہ جو مسلمان اس دنیا سے کوچ کر گئے ہوں ان کے لیے اللہ کے حضور دعائے مغفرت کی جائے۔ جس سے ان کے سامانِ بخشش میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ	حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردہ اپنی قبر میں

وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَ اِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ ۔

ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے جیسے دریا میں ڈوبنے والا چاہتا ہے کہ کوئی مجھے ڈوبنے سے بچائے اسی طرح مُردہ قبر میں اپنے ماں باپ یا بھائی یا کسی عزیز کی طرف سے دعا کا منتظر رہتا ہے جب اسے دعا پہنچتی ہے تو وہ اسے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اللہ دعا کرنے والوں کی وجہ سے اہلِ قبور کو پہاڑوں کی مانند ثواب پہنچاتا ہے۔ لہٰذا زندوں کا مُردوں کے لیے تحفہ دعائے مغفرت ہے۔

بیہقی۔ شعب الایمان

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مُردوں کے لیے دعائے استغفار کرنی چاہیئے کیونکہ استغفار سے انھیں عالم برزخ میں راحت حاصل ہوتی ہے اگر کسی کو عذاب ہو رہا ہو تو اس میں تخفیف ہو جاتی ہے اور جو نیک ہوتے ہیں ان کے مراتب میں اضافہ ہوتا ہے۔

ایسے ہی ایک اور حدیث میں مرحوم ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت کی تاکید کی گئی ہے۔ لہٰذا اگر کسی کے والدین اس دنیا سے فوت ہو گئے ہوں تو اس کی اولاد اگر اس کے لیے دعائے مغفرت کرے تو انھیں قبر میں بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاِنَّهُ لَعَاقٌّ فَلَا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کے ماں باپ وفات پا جاتے ہیں یا دونوں میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے۔ اس حال میں کہ یہ شخص ان کی زندگی میں ان کی نافرمانی کرتا رہا اور ستاتا رہا۔ اب موت کے بعد ان کے لیے دعا کرتا

يَدْعُوْ لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ بَارًّا ؛	رہتا ہے اور استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والوں میں لکھ دیتا ہے ۔
مشکوٰۃ شریف	

اس لیے نیک اولاد، ماں باپ کے لیے باعثِ رحمت ہے ۔ اسی طرح دوستوں یا دیگر رشتہ داروں کی دعائے مغفرت سے میّت کو ثواب پہنچتا ہے اور یقیناً یہ مُردوں کے لیے ایک نہایت ہی قیمتی تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے ۔ لہٰذا ہر مسلمان کو تمام مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیئے ۔ یہ یاد رہے کہ بدنی عمل مثلاً فرض نماز اور روزہ خود اپنے ہی ادا کرنے سے ادا ہوتا ہے لیکن ثواب مرنے کے بعد بھی میت کو پہنچتا رہتا ہے ۔ لہٰذا صدقہ وخیرات یا محض دعا و استغفار کے ذریعہ میت کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیئے ۔

دعائے مغفرت کا فوت شدہ حضرات کو ایک فائدہ یہ بھی پہنچتا ہے کہ نیک بندوں کے لیے دعائے مغفرت درجات کی بلندی میں اضافہ کرتی ہے ۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے :۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَنّٰى لِیْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ؛	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندہ کا درجہ بلند فرما دیتا ہے وہ عرض کرتا ہے کہ اے رب! یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو تیرے لیے مغفرت کی دعا کی یہ اس کی وجہ سے ہے ۔
	احمد

اس حدیث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نیک، متقی اور صالحین کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور ان کو اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور دعائے مغفرت مانگنے والے کو دعا مانگنے کا ثواب ملتا ہے ۔ انبیاء کرام ؑ

اور اولیاء کرام کے لیے جو مغفرت کی دعائے ایصال کی جاتی ہے اس کے بارے میں یہ قطعاً خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ ایک نبی یا ولی کے لیے دعائے مغفرت کی کیا ضرورت ہے بلکہ وہ تو بخشے ہوئے ہیں، لیکن اطاعتِ خداوندی اسی میں ہے کہ ان کے لیے خصوصاً اور عام مسلمانوں کے لیے عموماً دعائے مغفرت کی جائے جو اللہ کے ہاں ان کے درجات میں بلندی کا باعث بنتی ہے۔

دوسروں کے لیے دعائے مغفرت پورے خلوص اور تہِ دل سے مانگنی چاہیئے۔ دعائے مغفرت جتنی عاجزی، توجہ اور خلوص سے مانگی جائے گی وہ جلد بارگاہِ رب العزت میں قبول ہوگی۔ لہذا دعا کے وقت ہمیں دل سوز اور چشم پُرنم ہونا زیادہ بہتر ہے۔

۴۔ کافر مشرک اور منافق کے لیے دعائے مغفرت کی ممانعت

کسی بھی کافر، مشرک اور منافق کے لیے بخشش کی دعا نہ کی جائے کیونکہ جب ان کے لیے اللہ کے ہاں مغفرت نہیں تو پھر ان کے لیے دعائے مغفرت کیوں۔ اگر کوئی اللہ کے اس حکم کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کسی بھی کافر، مشرک یا منافق رشتہ دار یا ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت کریگا تو وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے گنہگار ہوگا۔

منافقین کے بارے میں قرآن پاک میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے کہ جنگِ تبوک اور فتح مکہ کے لیے جاتے وقت کچھ لوگ پیچھے رہ گئے اور وہ قصداً نہ گئے۔ تاکہ کہیں اللہ کے راستے میں مارے نہ جائیں تو صلح حدیبیہ کے بعد جب آپ واپس مدینہ آئے تو اللہ نے وضاحت کی کہ وہ لوگ ضرور آپ سے آکر کہیں گے کہ ہمیں اپنے اموال اور بال بچوں کی فکر نے مشغول کر رکھا تھا اور ہم سے کوتاہی ہوگئی کہ ہم نے اللہ کے حکم کو نہ مانا اور ہم آپ کے ساتھ نہیں گئے لہذا آپ ہمارے لیے دعائے مغفرت فرما دیں دراصل میں ان کا ایسا کرنا ظاہری ہوگا کیونکہ دراصل وہ اپنی حرکت پر شرمندہ نہیں۔ تو ایسے لوگوں کے لیے مغفرت نہیں۔

ایک اور موقع پر ارشاد باری ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمھارے لیے مغفرت کی دعا کرے تو سر جھٹکتے ہیں اور آپ ان کی طرف دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ آنے سے رُکتے ہیں۔ اے نبیؐ! ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے یا نہ کی جائے ان کے لیے یکساں ہے اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ (منافقون : ۶)

چنانچہ اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے خلاف ہوں ان کے لیے دعا نہ کی جائے اور کر بھی دی تو وہ قابلِ قبول نہیں۔ دعائے مغفرت صرف مسلمانوں اور ہدایت یافتہ لوگوں کے لیے قبول ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت مغفرت کا باعث بنتی ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ آل عمران : ۳۱ ۞

اے نبیؐ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور تمھارے گناہ معاف کرے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۔

نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ انھیں کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

توبہ :

۲۔ مغفرت عطا کرنے کا اختیار

گناہوں کی بخشش اور معافی کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ جسے چاہے وہ معاف کر دے اور جسے چاہے معاف نہ کرے کیونکہ اللہ غفور الرحیم ہے اس لیے گناہ بخشنے اور توبہ قبول کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہے اور اس کے اختیارات میں کوئی شریک نہیں۔ وہ قادرِ مطلق ہے اس لیے حقیقت میں وہی درگزر کرنے والا ہے

ہرایک کو مارنے والا اور حیات بخشنے والا ہے۔ اللہ ہی کے حکم سے ہر ایک کو موت آتی ہے۔ موت سے لے کر قیامت کے عرصہ تک کسی کو عذابِ قبر میں مبتلا کرنا اور کسی کو اپنی رحمت کے سایہ تلے ڈھانپ کر قبر میں راحت پہنچانا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سزا دینے کا، یا معاف کرنے کا اختیار صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔

روز قیامت کو انسانوں کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ جزا اور سزا کے فیصلے کا دن ہوگا اس روز مغفرت اور بخشش کا مالک صرف اللہ ہوگا جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے سزا دے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ — تقویٰ اور مغفرت کی امید اس ہی سے وابستہ کی جائے۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خطائیں سرزد ہونے پر صرف اللہ سے ڈرنا اور اسی سے تقویٰ وابستہ رکھنا چاہیئے کیونکہ اسی میں انسان کی نجات ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس بات کو واضح کر دیا کہ مغفرت اور بخشش کا کلی اختیار رکھتے ہوئے وہ کن لوگوں کو بخشے گا اور کن کو نہیں بخشے گا۔ وہ لوگ جو اس کا انکار کرتے ہیں یا کسی کو اس کے اختیارات میں برابر کا حصہ دار ٹھہرا دیتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا۔ اور اہلِ ایمان میں سے جن کو چاہے معاف کر دے اور جن کو چاہے نہ بخشے یہ اللہ کی رضا پر مبنی ہے۔

۳۔ اعمالِ مغفرت

بخشش اور مغفرت کا سارا دارومدار اعمال پر ہے جن لوگوں کے اعمال نیک اور صالح ہوں گے، انھیں مغفرت حاصل ہوگی۔

سب سے پہلے وہ لوگ بخشش اور مغفرت کے حقدار ہیں۔ جنھوں نے مکمل طور پر اسلامی ضابطہ حیات کو اپنایا اور پھر ساری زندگی اطاعت کتاب اللہ اور

حسب رسول اللہ [redacted]اردی پھر وہ لوگ بخشے جائیں گے جو راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ جب ان سے گناہ سرزد ہوئے تو انھوں نے اللہ کے حضور توبہ کی اور توبہ قبول ہوئے پر ان کے لیے مغفرت ہے۔

پھر ایسے لوگ جنھوں نے پوری طرح اسلامی اصولوں کو تو نہیں اپنایا مگر ان میں کچھ صفات ایسی تھیں جو اللہ کو بہت پسند ہیں اور ان صفات کی بنا پر اللہ چاہے تو انھیں بخش دے۔ ان صفات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں مختلف جگہ پر بیان فرمایا ہے کہ فلاں فلاں صفات کے لوگوں کے لیے مغفرت ہے اور وہ صفات مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ اہل ایمان کے لیے مغفرت

مغفرت صرف اہل ایمان کے لیے ہے مگر صاحبِ ایمان ہونے کے ساتھ نیک اعمال بھی ضروری ہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ سبا : ۴

تاکہ جزا دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے۔ وہی لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور رزق ہے۔

۲۔ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے مغفرت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے مجھ کو نہیں دیکھا مگر پھر بھی مجھ سے ڈرتے ہیں یقیناً ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے یعنی اللہ سے ڈرنے کا انسان کو بہت فائدہ ہے کہ انسانی کمزوریوں کی وجہ سے اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور وہ اللہ کے حضور اپنے گناہوں کا اعتراف کرے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اور ان کے لیے بڑا اجر اور ثواب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ

جو لوگ اللہ سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے[1] بے شک آپ اس شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے۔ اور

---

[1] سورۃ ۶۷ الملک آیت نمبر ۱۲

الَّذِيْنَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ

بے دیکھے خدائے رحمٰن سے ڈرتے ہیں، اُسے مغفرت اور اجر کریم کی بشارت دے دو۔

یٰس : ۱۱

۳۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مغفرت حاصل ہوتی ہے

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے کیونکہ یہ بڑے صاحبِ دل حضرات کا کام ہے۔ لہذا ارشادِ خداوندی ہے کہ مال و اسباب اس کی راہ میں خرچ کیا جائے مگر شیطان انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ خرچ نہ کرو، غریب اور فقیر ہو جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس وسوسے کا ردّ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں مال و اسباب خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور فضل بڑھے گا۔ اور مغفرت حاصل ہو گی۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۔ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا

شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ بقرہ : ۲۶۸

۴۔ مجاہدین کے لیے مغفرت

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا اجر بھی مغفرت ہے کیونکہ اللہ کی راہ میں تن من دھن لٹانا بہت بڑی بات ہے۔ چنانچہ جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، دشمنانِ دین کے خلاف کلمۂ حق بلند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں دنیاوی مال و متاع کے علاوہ جان تک قربان کر دیتے ہیں تو اللہ کے ہاں ان کا اجر مغفرت ہے۔ یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ضرور بخشے گا۔ اور ان کے لیے جنت کا اجر ہو گا۔ پھر جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ دیا جائے گا کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:۔

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔

جہاد کرنے والوں کے لیے بڑے درجے ہیں مغفرت اور رحمت ہے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور

النساء : ۹۶

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

رحم کرنے والا ہے۔
اور بے شک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ۔ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔ آل عمران ۱۵۷

۵۔بڑے گناہوں سے بچنے والوں کیلئے مغفرت

کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں کے لیے بھی پیغام مغفرت ہے کیونکہ کبیرہ گناہ فرد اور معاشرے یعنی دونوں کے لیے تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ اس لیے اللہ نے کبائر سے بچنے والوں کے لیے مغفرت کا وعدہ کیا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ

جو لوگ بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں اگر ان سے کوئی فواحش سرزد ہو جائے تو بیشک اللہ کا دامنِ مغفرت بہت وسیع ہے۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ جو بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بُرے افعال سے پرہیز کرتے ہیں۔ بچنے کی کوشش کے باوجود اگر ان سے کسی قسم کا گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو معاف کر دے گا۔ بشرطیکہ جان بُوجھ کر گناہ صغیرہ والے افعال نہ کیے جائیں۔ تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ بشرطیکہ وہ نیکی کی طرف مائل ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دامنِ رحمت بہت وسیع ہے اور وہ بشری کمزوریوں کو خوب جانتا ہے۔

۶۔سرکشی چھوڑ کر نیک اعمال کی طرف آنیوالوں کے لیے مغفرت

جب کبھی انسان سے غلطیاں ہو جائیں اور وہ گناہوں کی طرف لگا رہے مگر اسے گناہوں کا احساس ہو جائے کہ وہ گناہوں میں مبتلا رہا ہے۔ اور اب اس کے گناہوں کی کیسے تلافی ہو سکتی ہے ان حالات میں اس نے جو زیادتیاں کی ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا

چاہیے یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے کہ جس کے چاہے گناہ معاف کر دے۔ اصل میں وہ لوگ جو جاہلیت میں قتل، زنا، چوری، ڈاکے اور اسی طرح اور بہت سے بُرے گناہوں میں غرق ہو چکے تھے اور اس بات سے مایوس ہو چکے تھے تو ایسے لوگوں کو امید دلائی گئی ہے کہ جو لوگ رب کی طرف لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ یہ تمام خوبیاں جن لوگوں میں ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔ اب ہم خود ہی خیال کریں کہ یہ تمام خوبیاں ہم میں کس حد تک پائی جاتی ہیں۔ اگر غور سے اعمال کا محاسبہ کریں تو ایک عام فہم مسلمان کے ذہن میں آجائے گا کہ یہ تمام خوبیاں اکثر مسلمانوں کے کردار اور افعال میں موجود نہیں ہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اللہ کی قربت کے حصول کے لیے اور مغفرت کے لیے ان باتوں پر عمل پیرا ہوں۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ○

بے شک مسلمان مرد اور عورتیں۔ مؤمن مرد اور عورتیں۔ فرمانبردار مرد اور عورتیں۔ سچے مرد اور عورتیں۔ صبر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ ڈرنے والے مرد اور عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر رکھا ہے۔ احزاب: ۳۵

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مندرجہ ذیل نیک اعمال کرنے والوں کے لیے مغفرت ہے:۔

۱۔ اطاعت و فرمانبرداری

مغفرت ان لوگوں کے لیے ہے جو مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ اطاعت اور فرمانبرداری میں یہ بات آتی ہے

کہ اگر عقلاً کوئی کتاب اللہ اور سنت کو تسلیم کرے مگر عملاً اس کی خلاف ورزی کرے وہ مطیع و فرمانبردار نہیں ہوگا۔

۲۔ راست بازی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری مغفرت ان کے لیے بھی ہے جنھوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں راستبازی کو اپنا رکھا ہو، سچ بات کہتے ہوں اور سچ پر عمل کرتے ہوں۔ جھوٹ، فریب، بددیانتی، دغابازی، چکر، دھوکے ان کی زندگی میں نہیں پائے جاتے۔ ان کی زبان سے وہی نکلتا ہے جو ان کے دل میں ہوتا ہے۔ وہ وہی کام کرتے ہیں جو ان کے نزدیک راستی اور صداقت ہو۔ اور ہر معاملہ صداقت سے طے کرتے ہیں۔

۳۔ صابر صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے کیونکہ اللہ کے راستے یعنی صراطِ مستقیم پر عمل پیرا ہونے میں بے شمار مشکلات اور مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اور جن نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان کا پوری ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ صبر ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بخشش کی جزا رکھی ہے۔

۴۔ صدقہ دینے والے پھر فرمایا کہ مغفرت ان کے لیے ہے جو اللہ کے راستے میں مال و دولت خرچ کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اپنی دولت کو لٹاتے ہیں اور استطاعت کے مطابق غریبوں، مسکینوں، ضعیف، مصیبت زدہ محتاجوں اور کمزوروں کی مدد کرتے ہیں۔ اور اللہ کے راستے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔

۵۔ روزہ رکھنے والے پھر فرمایا کہ مغفرت ان کے لیے ہے جو روزہ رکھتے ہیں۔ روزے کا اللہ نے بہت مقام رکھا ہے، روزہ فرض تو ضروری رکھنا پڑتا ہے نہ اس کے علاوہ اللہ کے بندے نفل روزے بھی رکھتے ہیں اور روزے رکھنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ چنانچہ کثرت سے روزے رکھنے والوں کے لیے اللہ کی مغفرت ہے۔

۶۔ شرمگاہ کی حفاظت کرنا شرمگاہ کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو جائز طریقہ مقرر کیا ہے اس کے ذریعہ سے اپنے جذبات کی تسلی کی جائے اس کے علاوہ حرام کی طرف بالکل نہ جائے اور اللہ کی بنائی ہوئی حدوں کا احترام کرے اور ان سے تجاوز نہ کرے۔ شرمگاہ کی حفاظت میں وہ امور بھی آتے ہیں جو انسان کو زنا کی طرف راغب کرتے ہیں جیسے برہنگی، عریانی اور فحاشی وغیرہ۔

۷۔ اللہ کی یاد پھر مغفرت ان کے لیے ہے جو کثرت سے اللہ کو یاد کرتے ہیں اس سے ایک تو یہ مراد ہے کہ ہر وقت دل یا زبان سے اللہ کا ذکر کیا جائے یا ہر کام میں اس کا دھیان اللہ کی طرف ہو۔ خواہ وہ دنیاوی طور پر کام کر رہا ہے مگر اس کا خیال اللہ کی طرف ہو اور اللہ کے تصور کو اپنے دل میں اتنا پختہ جمائے کہ اسے اللہ ہی اللہ نظر آئے۔

۸۔ اللہ کے راستے میں مغفرت اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی رحمت اور بخشش تمہارے حصہ میں آئے گی۔ وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ تو ہر ایک نے اللہ کی طرف لوٹنا ہوتا ہے۔

اے پیغمبرؐ! یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم سخت ہوتے تو یہ لوگ آپ کے گرد و پیش سے دور چلے جاتے۔ ان کے قصور معاف کر دو اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرو۔ (آل عمران: ۱۵۶ تا ۱۵۹۔)

مسلمانوں کو رسول پاکؐ سے محبت رکھنی چاہیئے۔ جب رسولؐ سے محبت کریں گے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور رسولؐ کی محبت انسان کی مغفرت اور گناہوں کی معافی کا وسیلہ بنتی ہے۔

۹۔ مغفرت میں سبقت لیجانے کی کوشش کرنا

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ — مغفرت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔
الحدید : ۲۱

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ مغفرت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ جس طرح انسان کے دل میں مال و دولت، عزت، جاہ و حشمت اور اقتدار میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی تمنا ہوتی ہے اور اس کے حصول کے لیے وہ دوسروں سے ہمیشہ آگے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح انسان کو دار المعاد کے لیے دوسروں کی نسبت اللہ کی رحمت اور مغفرت کی طرف دوڑ کر جانا چاہیئے۔

سبقت لے جانے سے یہ مراد ہے کہ تندرستی اور موت کا کیا اعتبار کہ کب آ جائے چنانچہ نیک اعمال کرنے میں سستی اور ٹال مٹول نہ کرنی چاہیئے اور موت کے آنے سے پہلے دوسروں کی نسبت اپنے نیک اعمال کا ایسا ذخیرہ جمع کر لینا چاہیئے جس کی بنا پر جنت میں جا سکے۔

۱۰۔ جنت میں مغفرت حاصل ہوگی

اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں کے لیے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جنت ایسا باغ ہے جس میں نہریں بہتی ہیں اور طرح طرح کی ان کو نعمتیں دی جائیں گی ان نعمتوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا۔ یعنی دنیا میں جو انھوں نے کوتاہیاں کی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ اور یہ مغفرت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ محمد : ۱۵ — ان کے لیے اس میں طرح طرح کے پھل ہونگے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش۔

۴۔ مغفرت سے محروم رہنے والے

اسلام کی رُو سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی مغفرت سے ہمیشہ کے لیے

محروم رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تو وہی ان کا ذکر کر دیا اور وہ لوگ تین قسم کے ہیں۔ ۱۔ کافر ۲۔ مشرکین ۳۔ منافق۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی نہ کسی صورت میں اللہ کی حقانیت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے اللہ انھیں کسی صورت میں بھی معاف نہیں کریگا اور نہ ہی ان کی مغفرت ہوگی۔

۱۔ اہلِ کفر کی مغفرت نہیں

وہ لوگ جو اعتقاد کے لحاظ سے اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ انکی مغفرت نہ ہوگی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ۔

محمد : ۳۴

بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا۔ پھر کفر ہی کی حالت میں مر گئے تو اللہ ایسے لوگوں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

یہ آیت اس امر پہ دلالت کرتی ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کو اس طرح معبود نہیں مانتے جس طرح اسلام نے بتایا ہے وہ کافر ہیں۔ اور پھر وہ لوگ جو اللہ کو تو کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے علاوہ ایمان کی دوسری شرائط کے منکر ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگ جو کفر کا راستہ اختیار کریں اور پھر مرتے دم تک اس پہ قائم رہیں اور دوسروں کو بھی دینِ اسلام پر ایمان لانے سے روکیں، ان کے لیے مغفرت نہیں ہے۔

اہل کتاب کے علاوہ دنیا کے تمام غیر الہامی مذاہب یعنی بدھ مت، ہندو مت، جین مت، پارسیت، کیمونزم کے لوگ کافر ہیں۔ یہ تمام مذاہب باطل ہیں لہذا ان کے پیروکار بھی جھوٹے ہیں بلکہ یہ لوگ اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں اور اسلام کی سربلندی میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ حالتِ کفر میں مرنے سے بخشش نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی مسلمان اسلام چھوڑ کر ان کا راستہ اختیار کرے جیسا کہ کچھ مسلمان بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں مگر کیمونزم کے پیروکار بن جاتے ہیں تو ایسے لوگ بھی قیامت

کے روز اللہ کے حضور مغفرت کے مستحق نہیں ہوں گے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی کفر کا راستہ چھوڑ کر مسلمان ہو جائے تو وہ بخشش کا مستحق ہو سکتا ہے لہٰذا میں دنیا کے تمام مسلمانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ صحیح مسلمان بن کر اللہ سے بخشش اور مغفرت کے طلبگار بنیں۔ کیونکہ اسی میں انسان کی فلاح ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو۔ اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز انھیں نہیں بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

توبہ : ۸۰

۲۔ مشرکین کی مغفرت نہ ہوگی

اللہ کی ذات، صفات اور اختیارات میں کسی دوسرے کو اس کا مدمقابل سمجھنا یا اس میں سے اس کا حصے دار ٹھہرانا شرک ہے۔ شرک اللہ کے لیے ایسا ناپسندیدہ گناہ ہے کہ اللہ شرک کرنے والوں کو ہرگز معاف نہیں کرتا کیونکہ یہ سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے لہٰذا شرک کو ایک معمولی گناہ تصور نہ کرنا چاہیے۔

شرک کرنے والے، اللہ کو لوگوں کا خدا تو تسلیم کرتے ہیں مگر اسی کو صرف رب اور معبود نہیں مانتے بلکہ خدائی میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں حصہ دار قرار دیتے ہیں ذات کے ساتھ شرک یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ دوسروں کو اللہ یعنی پرستش کے لائق قرار دینا، جیسے کہ لوگوں نے اسلام سے قبل فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا اور کچھ مٹی کے بتوں کو دیوی اور دیوتے قرار دیا اور پھر ان کی عبادت کی۔ یہ سب شرک فی الذات تھا۔

صفات میں شرک یہ ہے کہ خدائی صفات میں کسی کو داخل کر دینا۔ جیساکہ کسی کے بارے میں یہ یقین رکھنا کہ وہ اللہ کی طرح رزاق ہے تو یہ شرک فی الصفات ہے۔

ایسے ہی وہ اختیارات جو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہیں ان میں کسی کو شامل کرنا شرک فی الاختیارات کہلاتا ہے لہذا شرک کی ان تمام صورتوں سے بچنا ضروری ہے کیونکہ مشرکین کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ان کی مغفرت نہ ہوگی۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝ نساء: ۴۸	بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں فرماتا۔ اس کے علاوہ جس قدر چاہے معاف کر دیتا ہے اللہ کے ساتھ جس نے شریک ٹھہرایا، تحقیق اس نے بہت بڑا جھوٹ باندھا جو بہت بڑا گناہ ہے۔

۳۔ منافقین کی بخشش نہ ہوگی

منافقت سے مراد یہ ہے کہ انسان ظاہراً تو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے مگر دل سے اسلام کا منکر ہو۔ ابتدائے اسلام میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو مسلمانوں کی بڑھتی قوت اور طاقت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے لیکن ان کے دل میں کھوٹ تھی۔ اور دل سے وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر رہے اور بے شمار موقعوں پر انھوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کو بے نقاب کر دیا اور بالآخر اپنی منافقانہ روش کی بنا پر ذلیل و خوار ہوئے اور آخرت میں بھی انکی منافقت نے انھیں یہ نقصان پہنچایا کہ آخرت میں ان کی مغفرت نہ ہوگی

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جو لوگ منافقت کو چھوڑ کر مکمل طور پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور اپنی منافقت پر نادم ہو کر اللہ کے حضور تائب ہو گئے، تو ایسے لوگ مغفرت کے حقدار ٹھہرے۔

آج بھی اگر کوئی غیر مسلم جاسوسی کی غرض سے بظاہر مسلمان بن کر مسلمانوں میں رہتا ہوا پھر اسی حالت میں مر جائے تو اس کی مغفرت نہ ہوگی کیونکہ اس نے اسلام کو سچے دل سے قبول نہ کیا بلکہ منافقانہ روش اختیار کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ ایسے کردار کو اللہ قطعاً پسند نہیں کرتا لہذا زندگی کے کسی بھی شعبے میں

منافقانہ روش اختیار نہ کرنی چاہیئے۔ ایسا کرنا ایمان کا سودا کرنے کے مترادف ہے جو اللہ کو پسند نہیں۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو۔ اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔ بیشک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا

المنافقون، ۶

اس آیت کی رُو سے فاسق یعنی منافقت کرنے والوں کی بھی بخشش نہ ہوگی۔



۹

انبیاءؑ کی توبہ و استغفار

اللہ کے پیغمبر گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ یعنی کبیرہ اور صغیرہ گناہ ان سے سرزد نہیں ہوتے۔ کیونکہ امت کے لیے نبی کی اطاعت کا حکم ہے اس لیے انبیاء کی تعلیمات پاکیزہ تھیں اور وہ بذاتِ خود بھی معصوم تھے۔

یہ ایک عام اصول ہے کہ کوئی فعل اس وقت گناہ کے زمرے میں آتا ہے جبکہ اس فعل میں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کا ارادہ پایا جائے اگر ارادہ نہ ہو، صرف بھول چوک ہو تو وہ اطاعت کے اعلیٰ معیار کی کمی ہوگی۔

عام لوگوں کی توبہ گناہ سے ہوتی ہے لیکن خواص کی توبہ اعلیٰ معیار کی کمی سے ہوتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف ان کا دل مائل نہ ہو اور قربِ الٰہی حاصل رہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ بتقاضائے بشریت منشاءِ الٰہی کو اعلیٰ مرتبہ پر پورا کرنے میں کمی کا ارتکاب تو ہو سکتا ہے۔ جس پر عام انسانوں سے تو کوئی باز پرس نہیں ہوتی۔ مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جلالتِ شان اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بنا پر تاکید ہوتی ہے جو انبیاءؑ کا استغفار ہے۔

چنانچہ بعض معاملات میں اطاعتِ الٰہی کے سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاءؑ سے تقاضائے الٰہی کے مطابق پورا حق ادا کرنے کے لیے انبیاء کرام نے استغفار کا راستہ اختیار کیا تاکہ ان کے پیروکار توبہ اور استغفار کا راستہ اختیار کر سکیں۔ انبیاءؑ کے استغفار کے واقعات یہ ہیں:۔

ا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قصہ

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت حوّا جنت میں آرام سے زندگی گزار رہے تھے مگر انھیں ایک تنبیہ کی گئی کہ جنت میں فلاں درخت ہے اس کے پاس نہ جانا اور نہ اس کا پھل کھانا۔ یہ حضرت انسان کو پہلی ہدایت کی گئی جس کے پیچھے کوئی نہ کوئی مصلحت تھی۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَ کُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

البقرہ : ۳۵

اور ہم نے فرمایا اے آدم! تم اور تمھاری بیوی اس جنت میں رہو اور اس میں سے بے روک ٹوک کھاؤ جہاں سے تمھارا جی چاہے مگر اس درخت کے نزدیک مت جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

حضرت آدمؑ کی جب تخلیق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدمؑ کو تعظیمی سجدہ کرو، تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدے سے انکار کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ یہ انسان مٹی سے بنایا گیا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں۔ آگ مٹی سے بہتر ہے اس لیے میں اس سے بہتر ہوں۔ لہذا میں بہتر ہو کر اس کمتر کو کیوں کر سجدہ کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس کی نافرمانی پر اپنی بارگاہ سے مردود اور ذلیل کر کے نکال دیا۔ پھر فرمایا کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی، اس کے فرشتوں کی، اور اس کے بندوں کی قیامت تک لعنت رہے گی۔ لیکن شیطان نے قیامت تک کے لیے مہلت مانگ لی۔ اور انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر انسانوں کو گمراہ کرنے کی سوچ میں لگ گیا، پھر کہنے لگا۔

فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔

تیری عزت کی قسم کہ میں تیرے بندوں کے سوا ہر ایک کو گمراہ کروں گا۔ — ص : ۸۲ تا ۸۳

پھر ابلیس لعین نے یہ بھی کہا:۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝

الاعراف: ۱۶ تا ۱۷

بولا تو جب تُو نے یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے محروم کر دیا ہے تو میں ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھر انھیں بہکانے کے لیے ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے ان پر آؤں گا اور اکثر کو ناشکرے کر دوں گا۔

تو اس کے اس جواب پر رب ذوالجلال نے فرمایا:۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

الاعراف: ۱۸

یہاں سے رسوا اور مردود ہو کر نکل جا تو جو کوئی ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:۔

قَالَ فَالْحَقُّ ؗ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

کہا تو سچ یہ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں۔ بیشک میں ضرور تیری پیروی کرنے والوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ صٓ: ۸۴ تا ۸۵۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو بھی ابلیس سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی۔

فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝

طٰہٰ: ۱۱۷

پھر ہم نے کہا اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے کہیں تمھیں جنت سے نہ نکلوا دے۔

انسان کی چونکہ یہ ایک فطری خواہش ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے، شیطان نے کسی بہانے سے حضرت حوّا کو کہا کہ تم شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا لو تو ہمیشہ کے لیے زندہ رہو گی

اور فرشتہ بن جاؤ گی اور فرشتوں کے لیے موت نہیں۔ قرآن مجید میں یہ بات یوں بیان ہوئی ہے۔

وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۔ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۔ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ۔

الاعراف: ۲۰ تا ۲۲

اور (ابلیس نے) کہا کہ تمھیں تمھارے رب نے اس درخت سے منع نہیں کیا فرمایا مگر اس لیے کہ کہیں تم فرشتے نہ ہو جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جاؤ اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ تو اس پر ان دونوں کو فریب پر مائل کر لیا۔

چنانچہ حضرت حوّا شیطان کی اس چال میں آگئی اور شجر ممنوعہ دونوں یعنی حضرت آدم اور حضرت حوّا نے کھا لیا۔ جس سے جنتی لباس اتر گیا اور دونوں کی شرمگاہیں کھل گئیں اور جنت میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ اور پتوں سے اپنے جسم سے ڈھانپنے لگے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی نہ کرنے کے سبب دونوں کو حکم ہوا کہ تم زمین پر اتر جاؤ یعنی یہاں سے چلے جاؤ۔ میری قربت سے دور ہو جاؤ کیونکہ نافرمان میرے قرب میں نہیں رہ سکتے۔ حضرت آدم نے حضرت حوّا کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ پہلی شامت گناہ ہے۔ چنانچہ ان کو زمین پر اتار دیا گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ تمھاری سزا ہے کہ زمین میں اپنا رزق تلاش کر کے کھاؤ اور عورت کے لیے یہ امر باعثِ تکلیف ٹھہرایا گیا، کہ عورت دردِ زہ سے بچہ جنے گی۔ اور یہ دونوں احکام نسلِ آدم کے لیے تا قیامت ٹھہرے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ناچیز انسان کو رزق حاصل کرنے کے لیے صبح و شام کتنی کوشش اور مشقت اٹھانا پڑتی ہے اور نہ ہی کوئی عورت دردِ زہ کے بغیر بچہ کو جنم دے سکتی ہے۔ بالآخر غفور الرحیم نے آپ کو نظرِ کرم سے نوازا اور آپ کو خطا معاف کرانے کا ایک طریقہ سکھا دیا۔ ارشاد فرمایا:۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ

پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے چند کلمے، تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ بیشک وہی ہے بہت

الرَّحِيْمُ ۝ البقرہ : ۳۷ توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے ۔

آپ نے جن کلمات سے دعا فرمائی تھی وہ یہ ہیں :۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اے ہمارے رب ! تیری نافرمانی کرکے ہم نے اپنی جانوں پر بہت ظلم کیا ہے اور اگر آپ نے ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا تو آپ فکرِ توبہ میں حیران تھے۔ اس پریشانی کے عالم میں یاد آیا کہ وقتِ پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے۔ " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " میں سمجھا کہ بارگاہِ الٰہی میں وہ مرتبہ کسی کو میسّر نہیں جو آنحضرت سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے مقدّس نام کے ساتھ عرش پر مکتوب فرمایا ، لہٰذا آپ نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی :۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْاَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ ۝

یارب ! میں تجھ سے تیرے خاص بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و مرتبت کے طفیل اور اس کرامت کے صدقے جو انھیں تیرے دربار میں حاصل ہے ، مغفرت چاہتا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ یہ دعا کرنی تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمائی اور وحی نازل فرمائی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہاں سے جانا تُو نے ؟ آپ نے تمام ماجرا عرض کیا۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ " اے آدم ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب پیغمبروں میں پچھلا پیغمبر ہے ، تمھاری اولاد میں سے اگر وہ نہ ہوتا تو تم کو بھی پیدا نہ کرتا ۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے ایک اور جگہ پر آتا ہے کہ کوئی شخص بُرا کام کر بیٹھے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے ، پھر توبہ واستغفار کرے تو وہ دیکھ لے گا کہ خدا اس کی توبہ قبول کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنیوالا ہے ،

اور بڑا رحیم ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اور اولادِ آدم کو ایک مقررہ مدت کے لیے زمین میں سکونت اور قرار دیا۔ حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ سے کتنی قربت تھی، کتنی آرام دہ اور بابرکت زندگی بسر کر رہے تھے۔ کتنی فضیلت اور عزت تھی۔ مگر ایک چھوٹی سی لغزش نے آپ کو جنت سے نکالا ہوا انسان بنا دیا اور پھر آپ کو توبہ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ چنانچہ دنیا کے بڑے سے بڑے انسان سے بھی اگر کوئی غلطی یا اللہ کی نافرمانی سرزد ہو جائے تو اسے توبہ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور وہ توبہ سے کسی بھی صورت میں مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے ایک روایت ہے کہ جب خدا کو منظور ہوا کہ آدم کی توبہ قبول فرمائے تو آدم نے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور اس وقت وہ ایک سرخ رنگ کا ٹیلہ تھا۔ پھر دو رکعت نماز ادا کی اور کہنے لگے اے اللہ! تو میری مخفی اور ظاہر باتوں کو جانتا ہے میری معذرت قبول فرما، تو میری حاجت سے واقف ہے، میری درخواست پوری فرما۔ اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان جو میرے دل سے جا ملے اور یقینِ صادق مانگتا ہوں کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ سوائے اس چیز کے جو تُو نے میرے لیے لکھ دی ہے، کچھ اور مجھے نہ پہنچے گا۔ اور جو کچھ تو نے میری قسمت میں لکھا ہے اس سے مجھے راضی کر دے۔ خدا تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اے آدم! میں نے تمھارے گناہ بخش دیے۔ جو کوئی تمھاری اولاد میں سے میرے پاس تمھاری طرح دعا کرتا ہوا آئے گا میں اس کے گناہ بخش دونگا اور دنیا اس کے پاس آئے گی۔

نیشاپوری نے بیان کیا ہے کہ اس کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ توبہ زمین پر اُتر آنے کے بعد قبول ہوئی ہو۔ حالانکہ صحیح تو یہ ہے کہ توبہ پہلے قبول ہوئی ہے۔

حضرت امام حسینؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی تو فرشتوں نے انھیں مبارکباد پیش کی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اے آدم! آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں کہ

تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول کی۔ یہ سنکر آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جبرائیلؑ! اس توبہ کے بعد بھی اگر بارِ پرس ہوئی تو پھر میرا ٹھکانہ نہیں۔ اس وقت وحی نازل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدمؑ! تم نے اپنی نسل کو مشقت، تکلیف اور توبہ کا وارث بنایا ہے تو اب جو کوئی مجھے پکارے گا میں قبول فرماؤں گا جس طرح میں نے تمھاری توبہ قبول کی ہے اور جو کوئی مجھ سے مانگے گا میں عطا کرنے میں بخیلی نہیں کرونگا کیونکہ میں تو قریب ہوں اور قبول کرنے والا ہوں۔ اے آدم! میں گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو جنت میں جمع کردوں گا اور ان کو ان کی قبروں سے شاداں و فرحاں اٹھاؤں گا اور ان کو ان دعاؤں کی قبولیت کے باعث قبروں سے شاد نکالوں گا۔

آپ کی یہ توبہ دسویں محرم کو قبول کی گئی تھی۔ توبہ کے بعد آپ کو خلیفۃ الارض ہونے کا اعلان فرمایا گیا اور سب کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم سنایا گیا۔ حضرت آدم کے اس واقعہ سے ہمیں توبہ اور فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرنے کا درس ملتا ہے۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السّلام کا استغفار

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے نبی اور پیغمبر تھے آپ جس قوم کی طرف نبی بن کر آئے آپ نے انھیں دعوتِ حق دی۔ مگر جب آپ کی تبلیغ و نصیحت کے باوجود قوم ایمان نہ لائی تو آپ نے تنگ آکر قوم کے لیے عذاب مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب کشتی تیار ہوگئی تو عذابِ الٰہی پانی کے طوفان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ آپ نے اپنے پیروکاروں اور اہل و عیال سے کہا کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ لیکن آپ کی بیوی اور بیٹا کشتی میں سوار نہ ہوئے۔ جب پانی کا طوفان بڑھا تو آپ نے اپنے بیٹے کو پکارا کہ اے میرے بیٹے! یہ طوفان کوئی معمولی طوفان نہیں ہے۔ یہ تو عذابِ الٰہی ہے تم کافروں کا ساتھ چھوڑ دو اور اللہ کو مان کر کشتی میں سوار ہو جاؤ تو جان بچ جائے گی۔ مگر اس کو یقین نہ آیا۔ اس کا خیال تھا کہ جونہی پانی زیادہ ہوگا کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ اور زندگی بچ جائے گی۔ مگر اللہ کا دستور ہے کہ جب عذاب آجائے تو پھر کوئی

تدبیر کام نہیں کرتی۔ اس کے متعلق قرآن پاک میں ہے کہ جب آپ نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو یہ کہا:۔

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ هود : ۴۵	اور نوح علیہ السلام نے اپنے اللہ سے کہا کہ اے رب یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے ایمان کی حقیقت کا اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم تھا وہ بظاہر تو ایمان لا چکا تھا لیکن دل سے مشرکین کے ساتھ تھا اور اسی وجہ سے وہ کشتی پر سوار نہ ہوا۔ لہٰذا اس منافقت کی بنا پر اس کا غرق ہونا اس کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔ چنانچہ بارگاہ رب العزت سے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ جواب ملا۔

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ج اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۡ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ هود : ۴۶	فرمایا اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے اس کے کام صالح نہیں ہیں۔ تو مجھ سے وہ سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادانوں میں

اللہ تعالیٰ کے اس جواب پر حضرت نوح علیہ السلام کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ بیٹا جس نے اطاعت الٰہی کا راستہ اختیار نہیں کیا اور ان کی نبوت کا اقرار نہیں کیا تو اس کی بچت کے لیے اللہ کے حضور التجا نہیں کرنی چاہیئے تھی تو اس پر آپ نے اللہ کے حضور مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ استغفار کیا۔

رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ط وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ هود : ۴۷	اے میرے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا اور رحم نہ فرمایا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت نوحؑ کی قوم کو استغفار کا حکم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو جب انکی قوم کی طرف بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے لوگوں کو ڈراؤ اور اللہ کے عذاب سے خبردار کرو۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو آکر کہا کہ دیکھو میں تمھارا پیغمبر ہوں اور تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تم تین باتوں پر عمل کرو۔ اوّلاً اللہ کی بندگی کرو، دوسرے اللہ سے ڈرو، اور تیسرے رسول کی اطاعت کرو۔ جب تم ان باتوں پر عمل کروگے تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف فرمادیگا اور تمھیں ایک وقت مقررہ تک باقی رکھے گا مگر قوم نے آپ کی بات نہ مانی تو حضرت نوحؑ نے اللہ سے عرض کی کہ میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا مگر میری پکار کا ان پر اثر نہ ہوا بلکہ ان کی شرارتوں میں اضافہ ہوا اور میں نے ان کو بلایا تاکہ تو انھیں معاف کردے مگر انھوں نے میری بات تک سننا گوارا نہ کی اور اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانپ لیے۔ یعنی آپ کی شکل دیکھنا پسند نہ کرتے تھے۔ کیونکہ جب ان سے ملیں گے تو ان کی بات سننا پڑیگی اس لیے نظر بچاتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اپنے بُرے کاموں پر ڈٹی رہی اور تکبر کرتی رہی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو از حد سمجھایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگو، اور اپنے گناہوں پر توبہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور جب تم اللہ سے توبہ کروگے تو اللہ تعالیٰ تمھیں معاف کرکے تمھیں مال اور اولاد سے نوازے گا۔ تمھیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے گا۔ تمھارے لیے باغات پیدا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کرے گا۔ مگر وہ قوم اپنی روش پر ڈٹی رہی اور توبہ کی طرف نہ آئی اور عذاب کی مستحق ٹھہری۔ ارشاد باری ہوا۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ہ

میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

نوح : ۱۰

۳ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استغفار

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر پیغمبر تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کے لیے منتخب فرمایا اور پھر ان کو پیغمبروں اور نبیوں کا پیشوا بنایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں چار ہزار پیغمبر ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

● وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○

(پ ۱ - بقرہ : ۱۲۶)

اور جب عرض کی ابراہیمؑ نے کہ اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں فرمایا اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے عذابِ دوزخ کی طرف مجبور کر دوں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

(پ ۱ - بقرہ ۱۲۶)

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:

● وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ

اور ابراہیمؑ کے دین سے کون منہ پھیرے سوائے اس کے جو دل کا احمق ہے اور بیشک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا اور بیشک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت والوں میں ہے جبکہ اس سے اس کے رب نے فرمایا گردن رکھ عرض کی میں نے گردن رکھی اس کے لیے جو رب ہے سارے جہان کا اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (پ بقرہ ۱۳۰-۱۳۲)

بیٹو! بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا ہے کہ :

● تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

یہ ایک امت ہے کہ گزر چکی ان کے لیے ہے جو انھوں نے کمایا اور تمہارے لیے ہے جو تم کماؤ اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہو گی۔ اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے۔ تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔ (پ بقرہ ۱۳۴-۱۳۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تبلیغ کا آغاز اپنے گھر ہی سے کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے کہ :

● وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

اور جب ابراہیم نے اپنے اَب آذر سے کہا تم کیا بتوں کو معبود بناتے ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم صریح گمراہی میں ہو۔ (پ . انعام ۷۵)

اس آیت میں مفسرین کے نزدیک لِاَبِيْهِ سے مراد آپ کا چچا آزر ہے کیونکہ آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ اہلِ لغت کا کہنا ہے کہ عربی میں اَب کا لفظ چچا کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کو احساس دلایا کہ تو اور تیری قوم صریحاً گمراہی میں مبتلا ہے۔

استغفار کے سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی ان الفاظ سے بیان کی اور اس طرح اپنی مناجات پیش کیں :

● اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ

وہ خدا جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے صراطِ مستقیم

وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ۝ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ۝ وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝

(الشعراء : ۷۹-۸۲)

دکھلاتا ہے، وہ خدا جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا عطا کرتا ہے اور وہ خدا جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔ وہ ذات جس سے میں قیامت کے دن اپنی خطاؤں کی بخشش کی اُمید رکھتا ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ ہی کی ذات ایک ایسی ذات ہے جس سے اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر بخشش کی اُمید لگائی جا سکتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب کعبہ شریف کی تعمیر کر رہے تھے تو آپ دونوں کی زبان مُبارک پر یہ دُعا و استغفار جاری تھا:

● رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝

(البقرہ : ۱۲۷-۱۲۸)

اے ہمارے رب! قبول کر ہم سے بیشک تو ہی سننے والا، جاننے والا ہے۔ اور اے ہمارے رب ہم کو فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک اپنی فرمانبردار اُمت کر دے اور ہم کو عبادت کے طریقے سکھلا دے اور ہم کو معاف فرما بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(البقرہ : ۱۲۷-۱۲۸)

آپ کی یہ دعا قبول ہوئی۔ رب العزت نے آپ کی نسل سے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم نبی کو پیدا فرمایا۔

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا استغفار

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شمار اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں میں ہوتا ہے آپ جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت اور قوت عطا فرمائی۔ اسی زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر یعنی مصر میں تھے اور لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے تو آپ نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ایک بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا آپ کے مخالفین یعنی فرعونیوں میں سے تھا۔ اور اس کو قبطی کہتے تھے دونوں آپس میں کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبطی کی شکایت کی کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اولاً قبطی کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی زیادتی سے باز نہ آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تادیباً سمجھانے کے لیے اور ظلم سے باز رکھنے کے لیے ایک گھونسا رسید کیا وہ قبطی فوراً مر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خلافِ توقع نتیجہ سے بہت گھبرائے۔ اور کہنے لگے یہ تو شیطانی حرکت ہے اور شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔

قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ۝	کہا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا۔ بیشک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا۔ قصص: ۱۵

ندامت کے سبب آپ استغفار پڑھنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے کہ میرے پروردگار! مجھ سے قصور ہو گیا ہے تو مجھے معاف فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرنے لگے۔ کہ خدایا تو نے مجھے جاہ و عزت، بزرگی اور نعمت عطا فرمائی ہے اور یہ دعا مانگنے لگے:۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۝	اے میرے پروردگار! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا تو مجھے معاف فرما دے اللہ تعالیٰ نے انھیں بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ قصص: ۱۶

شہر میں قبطی کے قتل کا چرچا ہو گیا۔ مگر اسرائیلی کے علاوہ کوئی بھی اس راز سے واقف نہ تھا اور چونکہ یہ واقعہ اسی کی حمایت میں ہوا تھا اس لیے اس نے اظہار نہ کیا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھبراہٹ اور بے چینی رہی۔ چنانچہ دوسرے روز حضرت موسیٰؑ خوفزدہ اور وحشت کی حالت میں ڈرتے ہوئے شہر میں آئے کہ دیکھیں کیا باتیں ہو رہی ہیں، کہیں راز کھُل تو نہیں گیا۔ اچانک آپ نے دیکھا کہ وہی اسرائیلی کسی اور سے جھگڑ رہا تھا۔ آپ کو دیکھتے ہی اس نے پھر مدد کے لیے پکارا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر اس پر ناخوش ہوئے اور اسے کہا کہ تو شریر آدمی ہے کہ ہر روز لوگوں سے جھگڑا کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ گھبرا گیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی کو رد کنے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن اس سے قبل آپ اسرائیلی پر خفا ہو چکے تھے تو اس سے اس اسرائیلی کو شبہ ہوا کہ آج مجھ پر حملہ تو نہیں کرنے لگے اور گھبرا کر کہنے لگا اے موسیٰ! کیا آج مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو، تو اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہی موسیٰ ہے جس نے کل ایک شخص کو قتل کیا اور اب میری جان لینے لگا ہے۔ یہ الفاظ ایک فرعونی نے سُنے، قاتل کی تلاش پہلے ہی ہو رہی تھی اور فرعونی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرعون کو بتایا۔ فرعون بہت غصے میں آیا اور دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کسی طرح سے ان کے منصوبے کا سراغ مل گیا اور آپ کسی اور طرف نکل گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے کہ اے پروردگار! ان ظالموں سے بچا اور مجھے معاف کر دے۔

جب بنی اسرائیل، فرعون کی غلامی سے آزاد ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دن تک کوہ طور پر چلہ کشی کا حکم فرمایا۔ تاکہ ہدایت کی کتاب توریت عطا فرمائی جائے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر ان کی قوم گمراہی سے اجتناب کرتی رہے۔ چنانچہ آپ مقررہ وقت پر کوہ طور پر پہنچے۔ رب العالمین نے آپ سے کلام فرمایا۔ تو آپ نے عرض کیا:۔

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۔

الاعراف : ۱۴۳

کہا اے رب میرے ! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ۔ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک جلوہ اپنے نور کا کوہ طور پر چمکایا تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی ہیبت و جلال سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر کچھ دیر بعد جب ہوش آیا تو آپ نے اپنے سوال پر ندامت سے سر جھکا لیا اور آپ نے توبہ کے لیے اس طرح دعا فرمائی جو قبول ہوئی۔

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ الاعراف : ۱۴۳

تو پاک ہے تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی توبہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر چالیس یوم کے لیے گئے تو انکی غیر موجودگی میں ایک سامری یعنی جادوگر نے قوم کو فریب دے کر تمام زیورات اکٹھے کر لیے اور ان کو پگھلا کر ایک بچھڑے کی صورت بنا کر کھڑی کردی۔ فرعون کے غرق ہونے کے وقت جب جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تو سامری نے آپ کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹھی بھر مٹی اٹھالی کہ اس میں ضرور کوئی برکت ہوگی۔ سامری نے وہی مٹی بچھڑے کے منہ میں ڈال دی۔ چنانچہ اس کے منہ سے گائے کی سی آواز نکلنے لگی۔ پھر اس نے قوم کو دھوکا دیا اور کہنے لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہوگئی کہ خدائے تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کوہ طور پر چلے گئے۔ خدا تو یہاں موجود ہے۔ یہی تمہارا معبود ہے لہٰذا اس کی پوجا کرو۔ قوم نے سامری کے کہنے پر بچھڑے کی پوجا شروع کردی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے واپس آئے اور دیکھا کہ قوم بچھڑے کی پوجا کر رہی ہے تو آپ کو بہت غصہ آیا اور لوگوں کو کہا کہ یہ تم نے

کیا گیا ہے۔ اس پر قرآن پاک کے الفاظ یہ ہیں:۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝	اور جب حضرت موسٰی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اب اپنے رب سے توبہ کرو۔ پس اپنے نفس کو مارو۔ اللہ کے ہاں تمھاری بہتری اسی میں ہے بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔ البقرہ: ۵۴

جب حضرت موسٰی علیہ السلام نے انھیں احساس توبہ دلایا تو انھوں نے کہا کہ اے موسٰیؑ! ہم بھول گئے تھے۔ چنانچہ ہم اپنے اللہ سے توبہ کر لیتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے قوم کے ستر آدمیوں کو منتخب کیا گیا کہ وہ کوہ طور پر جا کر قوم کی طرف سے اللہ کے حضور توبہ کریں، لہٰذا مقررہ آدمی جب کوہ طور کے پاس پہنچے تو انھوں نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے ضد کی کہ اے موسٰیؑ! ہمیں اللہ سامنے دکھاؤ پھر ہم تمھیں تسلیم کریں گے کہ تم واقعی اللہ کے پیغمبر ہو۔ ورنہ ہم تمھیں اور تیرے اللہ کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالٰے کو ان کی یہ ناشکری اور گستاخی پسند نہ آئی تو اس پر اللہ نے انھیں موت دے دی' یہ دیکھ کر حضرت موسٰی علیہ السلام نے اللہ کے حضور میں کہا کہ اب میں واپس جا کر قوم کو کیا منہ دکھاؤں۔ چنانچہ آپ نے اللہ کے حضور گریہ زاری کی تو اللہ نے دعا قبول کی اور پھر انھیں ایک ایک کر کے دوبارہ زندہ کیا۔ زندہ ہونے پر ان تمام نے اللہ کے حضور توبہ کی التجا کی۔ اللہ نے ان کی التجا قبول کی مگر چالیس سال کے لیے ان کو مسکنت میں ڈال دیا۔ اس عرصہ میں موسٰی علیہ السلام کی دعا سے صحرا میں ابر کا سائبان رہا اور من وسلوٰی کا نزول بھی رہا۔ اس کے بعد اللہ نے اس قوم کی توبہ قبول کی اور پھر انھیں غلبہ عطا کر کے دنیا میں جاہ و مرتبت سے سرفراز کیا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا استغفار

حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چالیس یوم کے لیے گئے تو قوم کو ان کے حوالے کر گئے۔ لیکن بعد میں قوم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ سخت غیظ اور غصہ کی حالت میں اپنی قوم کی طرف پلٹے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ آپ نے قوم کے لوگوں کو کیوں فساد میں مبتلا ہونے دیا اور کیوں نہ اصلاح کی۔ پھر جوش میں آکر اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ لیے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا کہ قوم نے مجھے کمزور جانتے ہوئے مجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہا اس کے علاوہ میں نے اس خیال سے بھی زیادہ دخل نہ دیا کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ میرا انتظار بھی نہ کیا اور قوم میں پھوٹ ڈال دی۔ اس بات کی قوم نے یہ کہہ کر تصدیق کر دی کہ واقعی حضرت ہارون علیہ السلام نے اس فتنہ سے ہمیں منع کیا تھا:۔

وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ ○ طٰہٰ: ۹۰

اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم ہوا تو آپ کو اپنے بھائی کے ساتھ بُرا سلوک ہونے کا سخت صدمہ ہوا۔ اس پر آپ نے اللہ کے حضور یہ دعا کی:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○ الاعراف: ۱۵۱

اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت کے اندر لے لے۔ اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

۵۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی اپنے بیٹوں کے لیے دُعائے مغفرت

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کو بہت پسند کرتے تھے اور ان سے والہانہ پیار کرتے تھے۔ یہ دونوں بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے چھوٹے تھے اور ان کی والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائی والد کی بے پناہ محبت کی بنا پر حسد کرتے تھے ان کے حسد کی وجہ وہ خواب بھی تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا، کہ جس میں گیارہ ستارے، سورج اور چاند انھیں سجدہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بھائیوں نے سوچا کہ کیوں نہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ختم کر دیا جائے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے آپ کے بھائیوں نے ایک چال چلی اور جنگل میں بکریاں چرانے اور کھیلنے کا بہانہ بنا کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو ان کے ساتھ بھیج تو دیا لیکن یہ اندیشہ بھی ظاہر کیا جس کا قرآن پاک میں بیان ہوا ہے کہ:۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ یوسف: ۱۳

کہا مجھے رنج ہو گا کہ تم اسے (حضرت یوسف علیہ السلام کو) لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا لے اور تم اس سے بے خبر ہو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔ اور جب حضرت یوسفؑ کے بھائی آپ کو جنگل کی سیر کرانے کے بہانے لے گئے تو وہاں انھوں نے مشورہ کر کے آپ کو ایک کنوئیں میں ڈال دیا جس میں پانی نہ تھا اور عرصہ سے خشک پڑا تھا۔ اور واپسی پر آپ کی قمیض کو کسی جانور کا خون لگا کر لے آئے اور حضرت یعقوبؑ سے کہنے لگے کہ یوسف کو ایک بھیڑیا اٹھا کر لے گیا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کو اس واقعہ سے بہت دکھ ہوا اور آپ نے بیٹے کی جدائی میں اتنی گریہ زاری کی کہ آپ کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔

آخر کار جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بن گئے اور قحط سالی کی بنا پر آپ کے بھائی آپ سے غلّہ لینے کے لیے آئے تو اس وقت آپ کو اپنے بھائیوں اور باپ کے حالات معلوم ہوئے اور یہ بھی پتہ چلا کہ میرے باپ کی جدائی کے صدمہ کی وجہ سے بینائی جاتی رہی ہے تو آپ نے اپنے بھائیوں کو اپنا پیراہن دیا اور کہا کہ یہ والد کی آنکھوں پہ ڈال دینا۔ انشاء اللہ۔ اللہ کی رحمت ان کی آنکھوں کو روشن کر دے گی۔ کنعان میں واپس آنے پر حضرت یعقوبؑ کے بڑے بیٹے یہودا نے آپ کی آنکھوں پر پیراہنِ یوسف کو ڈالا۔ تو آپ کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ یہودا وہی تھے جس نے پہلے حضرت یوسفؑ کو کوئیں میں پھینک کر جھوٹ کا خون آلودہ کُرتہ حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور آج اس برائی کے بدلے میں پیراہنِ یوسف بھی انھوں نے باپ کی آنکھوں پر ڈالا۔ تاکہ برائی کا بدلہ اچھائی سے بدل جائے اور خوشخبری کی سعادت اس کے ہاتھوں انجام پائے۔

حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں جب روشن ہوگئیں تو بچوں سے کہنے لگے۔ دیکھو میں ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ خدا کی بعض وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم بے خبر ہو میں تم سے کہا کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ میرے یوسفؑ کو ضرور مجھ سے ملائے گا۔ ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ آج مجھے میرے یوسف کی خوشبو آرہی ہے اب بیٹے شرم و ندامت میں غرق ہوکر سر جھکائے بولے، اے باپ! آپ خدا کی بارگاہ میں ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیے کیونکہ اب یہ تو ظاہر ہو چکا ہے کہ ہم سخت خطاکار اور قصوروار ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ عنقریب میں اپنے رب سے تمھارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا۔ بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے اور مجھے اپنے رب سے یہ بھی امید ہے کہ وہ تمھاری خطائیں معاف کر دیگا اس لیے کہ وہ بخششوں اور مہربانیوں والا ہے۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرما لیا کرتا ہے میں سحری کے وقت تمھارے لیے استغفار کروں گا تو آپ نے اپنی اولاد کے لیے اللہ کے حضور استغفار کیا۔

۶۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کا اپنے بھائیوں کے لیے استغفار

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کنعان میں قحط سالی کی وجہ سے آپ کے پاس پہنچے تو اس وقت آپ کے بھائیوں کی حالت عاجزانہ اور بے بس تھی۔ آپ کے بھائیوں نے آپ کے سامنے اپنے مصائب اور دکھوں کا ذکر کیا۔ پرانی داستان کو دہرایا، والد بزرگوار کی حالت بیان کی تو حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے سابقہ دکھ یاد آگئے اور ان سے پوچھا کہ تم نے جہالت میں اپنے بھائی یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا؟۔

اس ملاقات سے پہلے بھی آپ کی اپنے بھائیوں سے ملاقات ہوئی تھی لیکن آپ کو اللہ کا حکم تھا کہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کریں۔ اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو اپنے بھائیوں پر ظاہر کر دیں کہ میں آپ کا بھائی ہوں اس پر آپ کے بھائی چونک پڑے کیونکہ ان کے سامنے اگلے پچھلے حالات آگئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں یوسف ہوں۔ اور بنیامین میرا سگا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم بچھڑنے کے بعد مل گئے۔ اب تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کر لیا کہ واقعی صورت و سیرت کے اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں، ملک و مال کے اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اس روز سے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آج کے دن کے بعد تمھیں یہ خطا یاد بھی نہ دلاؤں گا۔ میں تمھیں کبھی نہیں جھڑکوں گا نہ تم پر کوئی الزام لگاتا ہوں نہ تم پر کوئی اظہار کرتا ہوں بلکہ میری دعا ہے کہ خدا تمھیں معاف کرے۔ بھائیوں نے عذر پیش کیا آپ نے قبول فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ تمھاری پردہ پوشی کرے اور تم نے جو کیا ہے اسے بخش دے اور قرآن میں اس کا یوں بیان کیا گیا ہے۔

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط   جواب دیا آج تم پر کوئی خفگی نہیں نہ الزام،

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ـ(یوسف : ۹۲) فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ یوسف : ۹۶ تا ۹۸

اللہ تمھیں بخش دے وہ سب مہربانوں سے مہربان ہے۔ جب خوشخبری دینے والے نے پہنچ کر ان کے منہ پہ کرتہ ڈالا اسی وقت وہ پھر سے بینا ہو گئے کہنے لگے کیا میں تم سے نہ کہا کرتا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ وہ کہنے لگے آپ ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجیے بے شک ہم قصوروار ہیں، اچھا میں تمھارے لیے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا وہ بہت بڑا بخشنے والا نہایت رحیم ہے۔

۷۔ حضرت یونس علیہ السّلام کا استغفار

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو نینوا کے علاقے میں لوگوں کو راہ ہدایت پر لانے کے لیے نبی مبعوث فرمایا۔ آپ نے لوگوں کے برے اعمال کو دیکھا تو انھیں خدا کے راستے کی دعوت دی۔ شرک اور بت پرستی کو چھوڑ کر ایک خدا کی پرستش کی طرف بلایا۔ مگر قوم آپ کی دعوت پر ایمان نہ لائی۔ پھر آپ نے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا لیکن لوگوں نے آپ کے کہنے کو سچ نہ مانا۔ آخر آپ نے اللہ کے حضور دعا کی کہ ان پر عذاب نازل کر مگر اس مدت کے دوران عذاب نازل نہ ہوا۔ اور آپ اللہ کے حکم کا انتظار کیے بغیر ہی دل برداشتہ ہو کر وہاں سے چل دیے۔ اسی اثناء میں آسمان سے ایک سیاہ رنگ کے دھوئیں کی مانند عذاب نازل ہونا شروع ہوا۔ وہاں کے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ان کے پیغمبر یونس علیہ السلام نے عذاب کی خبر سچی ہی دی تھی لہذا یہ عذاب ہمارا سب کچھ ہلاک

کردے گا۔ چنانچہ نینوا کا بادشاہ بمعہ اپنی رعایا کے سب چھوٹے بڑے افراد اور جانوروں سمیت شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں نکل آیا۔ اس کے بعد سب لوگ اللہ کے حضور میں گریہ زاری کرنے لگے اور سجدہ ریز ہوئے اور اللہ کے احکامات کو نہ ماننے پر معافی مانگنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تائب ہونے پر ان سے عذاب اٹھا لیا۔
اسی اثناء میں حضرت یونس علیہ السلام دریا کے کنارے پہنچ کر ایک کشتی میں سوار ہو گئے اور جب کشتی گہرے دریا میں گئی تو ہل طوفان کے آثار نمودار ہوئے۔ قریب تھا کہ کشتی ڈوب جاتی۔ چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کو دریا میں ڈال دیا جائے تاکہ وزن کم ہو جائے۔ قرعہ ڈالا تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ کسی نے بھی آپ کو دریا میں ڈالنا پسند نہ کیا۔ چنانچہ دوبارہ قرعہ ڈالا گیا تو پھر آپ کا نام نکلا حتیٰ کہ تین مرتبہ آپ کا نام نکلا اور حضرت یونس کو دریا میں کودنا پڑا۔ جب آپ کودے تو ایک بڑی مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصّٰفّٰت میں ارشاد فرمایا ہے:۔

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ۔	جبکہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا۔ جب قرعہ ڈالا گیا
فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ۔	تو ان کے نام کا نکل آیا۔ پھر اسے مچھلی نے
فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ۔	نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا۔

الصّٰفّٰت ، ۱۴۰ تا ۱۴۲ ۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم فرمایا کہ آپ کو اپنے پیٹ میں رکھے لیکن انہیں ذرہ بھر نقصان نہ پہنچے۔ کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام کا جسم مچھلی کا رزق نہ تھا بلکہ اللہ نے اس کے پیٹ کو قید خانہ بنایا تھا۔ اب آپ کو اپنے کیے کا احساس ہوا کہ بے شک میں نے جلدی کی اور بغیر حکمِ الٰہی کے انتظار کے بستی والوں کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوا۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا	اور ذوالنون کو یاد کرو جب چلا غصہ میں بھرا،
فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔	تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔

الانبیاء : ۸۷ ۔۔۔

اس مچھلی کا پیٹ ایک تنور کی طرح تھا اور آپ نے اس مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کو پکارا اور آپ نے دریا کی تہہ میں کنکریوں کی تسبیح سُنی اور خود بھی تسبیح کرنا شروع کردی۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں جا کر پہلے تو سمجھے کہ میں مرگیا پھر پیر کو ہلایا تو وہ ہلا، یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں۔ وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے بارگاہ رب العزت! میں نے تیرے لیے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اس سے پہلے کسی نے جائے سجود نہ بنایا ہوگا۔ اور آپ نے اسی وقت اللہ کے حضور استغفار کیا اور اس آیت کا ورد کیا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ — نہیں کوئی معبود مگر تو پاک ہے بیشک میں ظالموں میں سے ہوں۔

تین دن کے بعد اللہ نے آپ کا استغفار قبول کیا اور آپ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا اور پھر عزت سے نوازا۔ رب کریم کو آپ کی یہ عاجزی وانکساری بہت پسند آئی اور آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ ارشاد فرمایا:۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ الانبیاء: ۸۸ — تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی۔ اور مسلمانوں کو ایسے ہی نجات دوں گا۔

اس ارشاد الٰہی سے واضح ہوگیا کہ توبہ و استغفار صرف انبیاء ہی کے لیے مخصوص نہیں بلکہ جو مومن بھی اپنے رب کی طرف اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ رجوع کرے گا اس کو مصائب اور ابتلاء سے نجات ملے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:۔

"جو استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے چھٹکارا اور ہر غم سے نجات دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو۔"

روایت ہے کہ جو کوئی مصیبت زدہ بارگاہِ الٰہی میں مندرجہ بالا کلمات سے دعا

کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرما لیتا ہے۔ لہٰذا حضرت یونس علیہ السلام کے استغفار کی آیت کا ورد اللہ کے نزدیک بہت پسند ہے۔ چنانچہ آج بھی اگر کوئی انسان خلوصِ دل سے اس آیت کو پڑھے تو اللہ کی بخشش اور رحمت کو وہ بہت قریب پائے گا۔

۸۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا استغفار

حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ بھی ایک ایسا واقعہ گزرا ہے کہ جس وقت آپ نے سجدہ ریز ہو کر اللہ سے استغفار کیا اور وہ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے گھر میں محوِ عبادت تھے کہ آپ کے سامنے ایک دم دو آدمی ظاہر ہوئے جو آپس میں جھگڑ رہے تھے اور ان کا جھگڑا یہ تھا کہ ایک کے پاس ننانوے دُنبیاں تھیں اور دوسرے کے پاس صرف ایک۔ اور ننانوے دنبیوں والا زبردستی اس کی ایک دنبی چھین کر اپنی دنبیوں میں ملا لینا چاہتا تھا۔ جب آپ نے یہ تکرار سنی تو آپ کے ذہن میں آیا کہ یہ تو ظلم ہے کہ ننانوے دنبیوں والا اس کی ایک دُنبی پر بھی قبضہ کر لے۔ اس کے فوراً بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے سوچا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ محل کے باہر تو پہرہ ہے اور یہ دیوار پھاند کر کس طرح اندر آگئے اور پھر فوراً غائب ہو گئے۔ یہ تو کوئی اللہ کے بھیجے ہوئے تھے جنہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے اس واقعہ سے کسی حقیقت کی رہنمائی کی کہ ان کے پاس اتنی بڑی عظیم الشان حکومت ہے پھر ان کی اپنی انفرادی زندگی ہے جس میں بہت سی آزمائشیں اور امتحان ہیں چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام پر اس واقعہ سے ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ اللہ کے حضور سر بسجود ہو گئے۔ اور طلبِ مغفرت کرتے ہوئے اعتراف کرنے لگے کہ خدایا! اس عظیم المرتبت ذمہ داری سے سبکدوش ہونا بھی میری طاقت سے باہر ہے۔ جب تک کہ تیری مدد شاملِ حال نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ عمل پسند آیا اور ان کی مغفرت کی۔

سُورۂ صٓ میں ہے:۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ۔ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ط وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۔

صٓ : ۲۴ تا ۲۵

اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی۔ تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدہ میں گر پڑا اور رجوع لایا تو ہم نے اسے معاف فرما دیا بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب کا درجہ حاصل ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ آپ چالیس روز تک خدا کے حضور سجدہ میں پڑے روتے رہے اور اس قدر آنسو بہے کہ اس پانی سے گھاس اُگ آئی۔ تب اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور توبہ قبول فرمائی اور یہ ارشاد ہوا:۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ۔

صٓ : ۲۶

اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا تو لوگوں میں حکومت کر انصاف و سچائی کے ساتھ اور خواہش کے پیچھے نہ چل کہ کہیں تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے۔ بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس بات پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے۔

یعنی نائب کا فرض یہ ہے کہ وہ معاملاتِ دنیوی کا فیصلہ شریعتِ الٰہی کے مطابق کرے۔ جس میں اپنی مرضی یا خواہشِ نفس کا شائبہ تک نہ ہو۔ ورنہ اللہ کی راہ سے بہک جانے کا سخت خطرہ ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑے فضل و کرم سے نوازا تھا آپ کو زمین پر اپنا خلیفہ اور رسول مقرر فرمایا اور ایک عظیم الشان سلطنت پر آپ کو حکومت عطا فرمائی آپ کو حق و انصاف کرنا بھی سکھایا۔ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا جس سے آپ

زرہیں تیار کر کے رزق حلال کماتے۔ اللہ سبحانہ نے آپ کو ایک آسمانی کتاب "زبور" بھی عطا فرمائی۔ جس کو آپ صبح و شام ایسی خوش الحانی سے تلاوت فرماتے اور ذکر و تسبیح بھی ایسے خلوص اور خوفِ الٰہی سے فرماتے کہ اس کی تاثیر سے پہاڑ وجد میں آ کر آپ کے ساتھ تسبیح کرنے لگتے۔ اور پرندے بھی آپ کے گرد جمع ہو کر آپ کے ہمنوا ہو جاتے اور صف باندھے آپ کے سر کے اوپر کھڑے رہتے۔ جن و انس بھی صف بستہ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور چلتا پانی بھی رک جاتا۔ سورۂ سبا میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ ۔ سبا : ۱۰

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا اے پہاڑو! خوش آواز سے پڑھو اس کے ساتھ اور اے اڑنے والے پرندو (تم بھی پڑھو) اور نرم کر دیا اس کے لیے ہم نے لوہا۔

اور سورۂ ص میں ارشاد فرمایا:۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۔ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ۔ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ۔ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ۔ ص : ۱۷ تا ۲۰

اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو یاد کرو۔ بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔ بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دیے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے اور پرندے جمع کیے ہوئے سب اس کے فرمانبردار تھے اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا۔

۹۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا استغفار

حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند اور جانشین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی بادشاہت عطا کی جو جن و انس اور چرند و پرند پر تھی۔ آپ تمام جانوروں کی بولیاں جانتے تھے۔ ہوا بھی آپ کے لیے مسخر تھی یعنی آپکی حکومت

ایسی تھی جو کسی کو نہ دی گئی۔ مگر ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں ڈال دیا۔ اس کی بہت سی وجوہات بیان کی جاتی ہیں لیکن ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک بیوی جس کا نام امینہ تھا اس کو اپنے باپ سے بہت پیار تھا۔ چنانچہ اس بیوی نے حضرت سلیمانؑ کے گھر اپنے باپ کا بت بنا کر اس کی پرستش کی جس سے آپ بے خبر ہے اور پیغمبر کے گھر شرک کی یہ کارگزاری اللہ کو پسند نہ آئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کچھ عرصے کے لیے تخت سے محروم کر دیا گیا اور ایک آزمائش میں ڈال دیا۔ اس آزمائش کے دوران حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کے حضور بخشش اور استغفار کی دعا کی، بعض مفسرین اسرائیلی روایت سے اختلاف کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالثواب!

اس آزمائش کے بارے میں قرآن کی سورہ صٓ میں ہے کہ "ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا۔ پھر اس نے رجوع کیا کہ خدایا! مجھے بخش دے اور مجھے وہ بادشاہی عطا کر جو میرے سوا کسی شخص کے لائق نہ ہو اور تو بڑا ہی دینے والا ہے پس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا۔ وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے پہنچا دیا کرتی تھی۔ طاقت ور جنات عمارت بنانے والے، غوطہ خور اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے، آپ کے ماتحت کر دیا تھا۔

ابن کثیر نے حضرت سعدرضؓ کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ۱۰۰ بیویاں تھیں، آپ کو سب سے زیادہ اعتبار ان میں سے ایک بیوی پر تھا جن کا نام جرادہ تھا۔ جب جُنبی ہوتے یا رفع حاجت کے لیے جاتے تو آپ اپنی انگوٹھی جس پر اسم اعظم لکھا تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی، ان ہی کو سونپ جاتے۔ ایک مرتبہ آپ بیت الخلاء میں گئے۔ پیچھے سے ایک شیطان آپ کی سی صورت بنا کر آیا اور بیوی سے انگوٹھی طلب کی، انھوں نے اس جنّ کو دیدی۔ یہ اس کو لیتے ہی تخت پر بیٹھ گیا۔ اب جو حضرت سلیمانؑ آئے تو وہ انگوٹھی طلب کی تو۔ بیوی نے کہا کہ آپ انگوٹھی تو لے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے خیال کیا کہ یہ خدا کی آزمائش ہے لہذا

اسی پریشانی میں محل سے نکل گئے۔ اس شیطان نے چالیس دن تک حکومت کی اور نت نئے طرح طرح کے احکامات صادر کیے ان احکامات کی تبدیلی کو دیکھ کر علماء نے سمجھ لیا کہ یہ سلیمان نہیں۔

چنانچہ قوم کے چند علماء آپ کی بیویوں کے پاس آئے اور ان سے کہا یہ کیا معاملہ ہے ہمیں سلیمانؑ کی ذات پر شبہ پیدا ہوگیا ہے۔ اگر یہ واقعی سلیمان ہیں تو ان کی عقل جاتی رہی ہے یا یہ سلیمان نہیں۔ ورنہ ایسے خلافِ شرع احکامات نہ دیتے۔ عورتیں یہ سنکر رونے لگیں۔ اور یہ لوگ وہاں سے واپس آگئے اور تخت کے اردگرد اسے گھیر کر بیٹھ گئے۔ اور توراۃ کھول کر اس کی تلاوت شروع کردی۔ یہ خبیث شیطان کلام خدا سے بھاگا اور جاتے ہوئے انگوٹھی سمندر میں پھینک گیا جسے ایک مچھلی نگل گئی۔ حضرت سلیمانؑ یونہی اپنے دن گزار رہے تھے۔ ایک دن سمندر کے کنارے نکل گئے بھوک بہت لگی ہوئی تھی۔ ماہی گیروں کو مچھلیاں پکڑتے ہوئے دیکھ کر ان کے پاس آکر ایک مچھلی مانگی اور اپنا نام بتایا۔ اس پر بعض لوگوں کو طیش آیا کہ دیکھو بھیک مانگنے والا اپنے آپ کو سلیمان بتاتا ہے انھوں نے آپ کو مارنا پیٹنا شروع کیا۔ آپ زخمی ہوگئے اور ایک کنارے جاکر اپنے زخم کا خون دھونے لگے۔ بعض ماہی گیروں کو آپ پر رحم آگیا کہ ایک سائل کو خواہ مخواہ مارتے جا رہے ہو بھئی اسے چند مچھلیاں دے دو۔ بیچارہ بھوکا ہے۔ بھون کھائے گا۔

چنانچہ انھوں نے چند مچھلیاں آپ کو دے دیں۔ بھوک کی وجہ سے آپ اپنے زخموں کو اور خون کو تو بھول گئے اور جلدی سے مچھلی کا پیٹ چاک کرنے بیٹھ گئے۔ خدا کی قدرت سے مچھلی کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکل آئی آپ نے خدا کی تعریف بیان کی اور انگوٹھی انگلی میں ڈال لی۔ اسی وقت پرندوں نے آکر آپ کے سر پر سایہ کر دیا۔ اور لوگوں نے پہچان لیا اور آپ سے معذرت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ سب امر ربی تھا، خدا کی طرف سے امتحان تھا، پھر آپ اپنے محل میں تشریف لے آئے اور اپنے تخت پر بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ اس شیطان کو، جہاں بھی ہو، گرفتار کرکے لاؤ۔ چنانچہ اسے قید کرلیا گیا آپ نے اسے ایک

لوہے کے صندوق میں بند کر دیا اور قفل لگا کر مہر لگا دی اور سمندر میں پھینکوا دیا۔ جو قیامت تک وہیں قید رہے گا۔

اس قصے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر جب آزمائش کا وقت آیا تو انھوں نے بھی اللہ کے حضور معافی مانگی۔ اور اس پر بخشش کی دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس آزمائش کو ختم کر کے آپ کو دوبارہ تختِ بادشاہت پر بٹھا دیا۔

۱۰۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا استغفار

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا، اولاد، اموال مویشی، کھیتیاں اور باغات وغیرہ کثرت سے عطا فرمائے۔ آپ رات دن بے پناہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ روایت ہے کہ فرشتوں نے ایک دن اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ حضرت ایوب علیہ السلام مال و دولت، زن و فرزند زیادہ ملنے اور دنیا میں زیادہ سہولتیں حاصل ہونے کی وجہ سے بندگی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہر حال میں ہماری رضا پر راضی ہے۔ جس طرح وہ اس وقت راضی ہے۔ حالتِ فقر میں اس سے بھی زیادہ شکر گزار رہے گا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک دن آپ کو کسی نے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت مال و فرزند اور نعمتیں عطا کی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے عوض میں بہت عبادت اور شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ الفاظ خدا تعالیٰ کو ناپسند ہوئے۔ آپ کے ہزار ہا اونٹ اور بکریاں اور مویشی مر گئے۔ تمام کھیتیاں برباد ہو گئیں۔ فرزند، گھر کی چھت گرنے سے دب کر مر گئے۔ مگر جب آپ کو کسی کے ہلاک ہونے یا مال ضائع ہونے کی خبر دی جاتی تو آپ حمدِ الٰہی فرماتے اور کہتے۔ میرا کیا ہے جس کا تھا وہ لے گیا۔ کبھی فرماتے رضائے الٰہی تھی اور جب کچھ بھی باقی نہ رہا تو فرمایا کہ شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسم کو تو سلامت رکھا ہوا ہے۔ کسی نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اور مانگ لیں۔ فرمایا کہ جتنا عرصہ مجھے یہ نعمتیں میسر رہیں میں اس کا ہی شکر ادا نہیں کر سکتا۔ پھر آپ کو مرض لاحق ہو گیا جس کے باعث

سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ بالآخر کوئی سبب ایسا پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ ضرور مجھ سے کوئی لغزش ہوئی ہے جس سے یہ تکلیف پہنچی ہے۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا و استغفار کیا۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ م اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۔ صٓ : ۴۱	اور ہمارے بندے ایوبؑ کو یاد کرو۔ جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا دی ہے۔

سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق فرمایا ہے کہ

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۔ الانبیاء : ۸۳	اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور تمام بیماریوں سے شفا عطا فرمادی۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ ۔ الانبیاء : ۸۴	تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو ہم نے جو تکلیف اسے تھی، دور کردی۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جو اولاد آپ کی مرچکی تھی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو زندہ فرمادیا اور اپنے فضل و رحمت سے اتنی ہی اولاد اور عطا کردی۔ مال و دولت بھی بہت عطا فرمایا۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا:۔

وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۔ الانبیاء : ۸۴	اور ہم نے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا فرمائے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لیے نصیحت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آزمائش میں پورا اترنے، صبر و شکر اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے اور دنیا و آخرت میں درجات بلند ہوتے ہیں۔ توبہ و استغفار پر بھی اسی طرح انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔

نیز اس واقعہ کو تمام بندوں کے لیے نصیحت بنایا کہ جب کبھی کسی نیک بندے پر دنیا

میں کوئی مشکل اور ابتلاء کا دور آئے تو حضرت ایوبؑ کی طرح صبر کرنا چاہیئے اور اپنے پروردگار سے فریاد کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہر مشکل دور کر دیتا ہے۔

۱۱۔ قومِ صالح علیہ السلام کو استغفار کی تلقین!

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف نبی بن کر آئے تھے۔ آپ نے قوم سے کہا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اسی نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر اسی نے انسانوں کو اپنے فضل و کرم سے زمین میں بسایا انھیں بے شمار نعمتوں سے نوازا مگر آپ کی قوم نے کفر و شرک کیا اور آپ کو نبی برحق ماننے سے انکار کر دیا مگر صالح علیہ السلام نے ان کو ڈرایا کہ ایمان لاؤ اور ایمان لانے میں کوتاہی نہ کرو۔ ورنہ عذاب نازل ہوگا۔ چنانچہ حضرت صالح نے قوم کو کہا کہ اللہ کے حضور توبہ کرو اور بت پرستی کو چھوڑ کر ایک خدا پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ قرآن پاک میں حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو ذیل کے الفاظ سے توبہ کرنے کے لیے کہا:۔

فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ۔

ہود: ۶۱

پس بخشش مانگو اپنے پروردگار سے پھر اسی کی طرف توبہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ سب کے قریب اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے حق کو تسلیم نہ کیا اور توبہ نہ کی۔ حضرت صالح کی قوم دو گروہوں میں بٹ گئی تھی۔ آپ نے اپنی قوم کو کہا کہ تم اللہ کی رحمت کی بجائے عذاب کیوں مانگتے ہو تو اللہ نے عذاب کے ذریعہ ان کی بستیوں کو تباہ کر دیا۔

آپ نے قوم سے کہا:۔

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

نمل: ۴۶

تم اللہ سے استغفار کیوں نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

۱۰ توبہ کے راستے کی رکاوٹیں

بیشمار ایسے اسباب اور وجوہات ہیں جو انسان کو توبہ کی طرف آنے نہیں دیتے اور انسان مادیت میں اس طرح اُلجھا ہوا ہے کہ اسے توبہ کا کبھی احساس ہی پیدا نہیں ہوتا وہ اسباب جو توبہ کے راستے میں ایک رکاوٹ ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔شیطان توبہ کے راستے میں شیطان سب سے بڑی رکاوٹ ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ انسان کہیں اللہ کے حضور توبہ کر کے فلاح نہ پا جائے کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ شیطان دراصل برائی کا مبدا ہے اور ایک سفلی طاقت ہے۔ جو ابلیس نامی ناری مخلوق کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس طرح رحمانی طاقت دنیا میں ہر جگہ موجود ہے اسی طرح شیطانی قوت بھی تمام دنیا میں ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ اور یہ قوت انسان کو گمراہ کرنے پر تلی ہوئی ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹا کر غیر اللہ کی طرف لانے میں مصروف ہے۔

شیطان اور انسان کی دشمنی ازل سے ہے اور انسان دشمنی شیطان کی عین فطرت ہے چنانچہ ہمیشہ وہ انسان پر اپنی شیطانیت کے جال ڈالتا ہے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ مخلوقِ خدا قطعاً اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی طرف نہ جائے اور انسان کے ایمان کو ضائع کرنے۔ شیطان ان لوگوں کے ساتھ بھی مخالفت پر کمربستہ رہتا ہے جو اس کے ساتھ مخالفت نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے راستے پر چل رہے ہوتے ہیں جیسے کفار، گمراہ اور فاسق لوگ۔ مگر وہ لوگ جو اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور اللہ کے راستے پر چلتے ہیں ان کے ساتھ شیطان کی دشمنی بہت شدید ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ کے مخصوص گروہ کے ساتھ اس کی مخالفت بھی خصوصی ہے۔

بچپن اور جوانی میں حقیقی شعور کا بیدار ہونا ذرا مشکل ہے۔ عمر کے اس دور میں انسان اطاعت اور عبادت کی طرف بہت کم رجوع کرتا ہے۔ شیطان نے انسانوں کے اردگرد ایسے جال پھیلائے ہوئے ہیں کہ وہ انسان کو گناہ ہی میں گھیرے رکھتے ہیں۔

اللہ کی عبادت کے لیے توبہ سب سے پہلی سیڑھی ہے کہ انسان اپنے سابقہ گناہوں پہ توبہ کرے اور ان کو آئندہ نہ کرنے کا اللہ سے وعدہ کر کے عبادت کی طرف راغب ہو جائے چنانچہ شیطان انسان کو اس پہلی سیڑھی کی طرف بھی آنے سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ توبہ کر کے اللہ کے راستے پر چلو گے تو غریب ہو جاؤ گے۔ دکھ، رنج اور غم اٹھانا پڑیگا چنانچہ یہ ابلیس انسان کی اس طرح آنکھیں بند کرتا ہے کہ اسے توبہ کی طرف آنے ہی نہیں دیتا۔ حتیٰ کہ بارگاہِ رب العزت سے انسان کو بلاوے کا وقت آجاتا ہے اور توبہ کرنے کا وقت گزر جاتا ہے تو انسان کی آنکھ کھلتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس کے اعمالنامہ میں سوائے گناہ کے اور کچھ بھی نہیں مگر اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا ہے۔

شیطان نے اپنے لشکر تیار کر رکھے ہیں جن میں جنّات کا خاص رول ہے کہ وہ انسان کے اردگرد احاطہ کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو ہر حیلے اور بہانے سے صراطِ مستقیم پہ آنے سے روکتے ہیں۔

۲۔ خوفِ خُدا کا فقدان

اللہ کا خوف انسان کو گناہوں اور لغزشوں سے بچاتا ہے کیونکہ جب انسان کو کسی مالک اور آقا سے ڈر اور خوف ہو کہ اگر مجھ سے کام خراب ہو گیا یا میں نے نہ کیا تو مجھے آقا سے سزا ملے گی بعینہ انسان کے دل میں جب اللہ کا ڈر ہو کہ میں برا کام کرنے لگا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور مجھے یہ برا کام کرنے پہ سزا ملے گی تو انسان یہ خیال کر کے خوف کھاتا ہے کہ سزا میں اپنے آپ کو کیوں مبتلا کروں۔ تو اس طرح خوفِ خدا کی بنا پہ انسان گناہوں میں ملوث ہونے سے بچ جاتا ہے۔

اللہ سے ڈرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے۔ جنت وہ جنت تھی۔ [illegible] کے [illegible] سے ڈرتے ہیں [illegible]

ہیں اللہ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے اور اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

رسول پاکؐ نے خوفِ خدا کے بارے میں بیشمار موقعوں پہ فرمایا:۔
آپ نے فرمایا کہ خوفِ خدا علم و حکمت کا خزانہ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں دو خوف یاد و تحفظ ایک بندے میں جمع نہ کروں گا یعنی اگر بندہ دنیا میں اللہ سے ڈرتا رہے گا تو میں قیامت کے دن اسے محفوظ رکھوں گا اور اگر کسی نے دنیا میں خوف نہ کھایا تو قیامت کے دن اسے مبتلائے خوف رکھا جائیگا۔

جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ساری دنیا ڈرتی ہے اور سارا زمانہ خوف کھاتا ہے اور جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ ہر شے سے خائف رہتا ہے اور پھر فرمایا تم میں سے خائف ترین وہی ہے عاقل ترین وہی ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ خوف کھاتا ہے وہی سب سے زیادہ عاقل ہے۔

اور پھر فرمایا کہ وہی مؤمن ہے کہ آنسو کا ایک قطرہ اس کی آنکھ سے نکلے، خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ اور بہتا ہوا اس کے چہرے پہ آڈھلکے اور اس پر آتشِ دوزخ حرام نہ ہو جائے۔

اور فرمایا کہ جب خوفِ خدا سے بندے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو گناہ اس کے جسم سے اس طرح الگ ہو جاتے ہیں جس طرح کہ پتے درختوں سے جھڑ جایا کرتے ہیں۔

اور فرمایا جو شخص خوفِ خدا سے ڈرتا ہے، دوزخ کی آگ اس کے قریب نہیں جا سکتی، ایسے ہی جیسے کہ پستان سے نکلا ہوا دودھ واپس پستان میں نہیں جا سکتا۔

خوفِ خدا کی بے پناہ فضیلت ہے اور خوف کے زیرِ اثر صبر اور توبہ کا ظہور ہوتا ہے لیکن موجودہ دور میں لوگوں کے توبہ کی طرف مائل نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے دل خوفِ خدا سے خالی ہو گئے ہیں اور لوگ گناہ کرتے وقت

ذرا نہیں سوچتے کہ اللہ کی ذات ان کو دیکھ رہی ہے۔ اکثر آنکھیں بند کیے گناہ پر گناہ کیے جا رہے ہیں۔ انسان کو ہر وقت اللہ سے ڈرنا چاہیئے اور اللہ کی طرف لوٹ آنا چاہیئے۔

یہ خیال کہ آخرت میں نیک اعمال پر انعام ملنا محض ایک وعدۂ فردا ہے۔ لیکن دنیوی زندگی میں فوری فائدہ نظر آتا ہے لہٰذا وہ اس فوری مفاد کو ترجیح دیتا ہے۔ حالانکہ دنیوی فائدہ عارضی اور تھوڑے عرصے کے لیے ہے اس کے مقابلہ میں آخرت کا فائدہ زیادہ بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

۳۔ نفس توبہ کرنے کے راستے میں نفس بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے، جو انسان کو نیکی کی طرف نہیں آنے دیتا۔ انسانی نفس خواہشات کی آماجگاہ ہے اور اس کی وجہ سے انسان کے دل میں طرح طرح کی بیشمار جائز اور ناجائز تمنائیں اور آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں۔ نفس مادی جسم کو زیادہ سے زیادہ سہولت اور تن آسانی پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور جب نفس کو دنیاوی سہولتیں میسر آجاتی ہیں، مادی دولت کی ریل پیل ہوتی ہے دنیاوی سکون خوب حاصل ہوتا ہے ظاہرًا کوئی خاص مصائب اور آلام نہیں ہوتے تو نفسِ انسان میں خودسری اور غرور پیدا کرتا ہے تو پھر اللہ کی اطاعت چھوڑ کر سرکشی کی طرف آجاتا ہے۔ تن آسانی کے لیے نفسِ انسان کو غیر شرعی امور یعنی شراب زنا کی طرف مائل کر دیتا ہے کھانے پینے کی طرف خوب توجہ دیتا ہے۔ اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں اعلیٰ اور بلند خیال کرنے لگتا ہے مگر نفس کو جب کوئی ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو رونے لگ جاتا ہے، اللہ پر شکوہ کرتا ہے تقدیر کو بُرا بھلا کہتا ہے۔

نفس ایک ایسا چور ہے جو انسانی دل میں اپنا مقام رکھتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے لہٰذا اس سے بچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے دوسرے یہ ایک ایسا دشمن ہے کہ ہمارا محبوب ہے تو جس سے محبت ہوتی ہے تو اس کے عیب نظر نہیں آتے مگر انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ انسان کے ساتھ عداوت اور نقصان رسانی

میں مصروف ہے اور انسان کو نفس گمراہ کر دیتا ہے۔

تاریخی حالات میں جب ہم بڑے بڑے جابر شہنشاہوں کی زندگیوں کو دیکھتے ہیں کہ نفس نے ان کو کس طرح تباہ کیا اور جتنی روزِ اوّل سے لے کر انسان پر ذلت آفت اور مصیبت واقع ہوتی ہے وہ سب نفس کے باعث ہوتی ہے۔ بعض برائیاں تو صرف نفس کی وجہ سے ہوتی ہیں اور بعض میں نفس برائیوں کی معاونت کرتا ہے۔

نفس کو علمائے حق نے تین طرح سے دبایا ہے۔ نفس کو شہوتِ نفس پرستی سے روکا جائے اور اس شہوت کو کم کرنے کا علاج بھوک ہے۔ پھر نفس کشی کے لیے زیادہ سے زیادہ عبادت کی جائے اور پھر اللہ تعالیٰ سے ہر وقت نفس کو شر و فساد سے محفوظ کرنے کے لیے توفیق طلب کی جائے۔ قرآن میں ہے۔ نفس تو ہمیشہ برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ ہاں جس پر اللہ کا رحم ہو وہی محفوظ رہتا ہے۔ جب نفس کو دبایا جائے تو نفس توبہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

شہوات کا غلبہ۔ کچھ لوگ دنیاداری کی رنگ رلیوں میں اس قدر محو اور مشغول ہو جاتے ہیں کہ ان سے لہو و لعب کو چھوڑنے کی صلاحیت ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس قدر غافل ہو جاتے ہیں کہ ان کا توبہ کرنا محال ہو جاتا ہے۔ غفلت سب برائیوں کی جڑ ہے۔

۴۔ نفسانی خواہشات کی تکمیل گناہوں میں آلودگی کی ایک وجہ شہوت پرستی ہے۔ اور انسان اس گناہ میں اس طرح محو ہے کہ اس کی توجہ توبہ کی طرف نہیں جاتی۔ انسان کی شہوت نے انسان کو اس طرح مغلوب کر رکھا ہے کہ اس کو ترک کرنے کی انسان میں ہمت اور جرأت دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ دنیاوی لذتیں اس طرح انسان پر سوار ہیں کہ انسان کے دل سے اللہ کا خوف ہی نہیں رہا۔ اور یہی خواہشات انسان کو دنیا کے حصول کی طرف اتنا محو کر دیتی ہیں کہ انسان اللہ اور اس کے دین کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے۔

رسول پاکؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے جب اوّل اوّل دوزخ کو بنایا تو حضرت جبرائیل

علیہ السلام سے کہا کہ ذرا دیکھ لو۔ جبرائیلؑ نے جھانک کر دیکھا تو کہا تیری عزت کی قسم!
کون شخص ہوگا جو اسے دیکھنا تو در کنار بلکہ اس کا نام سن کر وحشت زدہ ہوجائے گا۔
اس کی طرف آنے سے گریز نہ کرے۔ اور اس سے بچنے کے لیے ہر ممکن کوشش عمل
میں لائے۔ پھر حق تعالیٰ نے دوزخ کے گرداگرد خواہشات اور شہوات کو پیدا کیا اور
جبرائیل علیہ السلام سے دیکھنے کو کہا تب انھوں نے کہا کہ شاید ہی کوئی شخص ایسا نکلے
جو دوزخ میں جانے سے بچ رہے۔ پھر جنت کی تخلیق کے بعد وہی حکم دیا تو جبرائیلؑ
کا جواب یہ تھا کہ کون ایسا شخص ہے جو اس کی صفت کی طرف دوڑتے نہ لگے تب
حق تعالیٰ نے مکروہات، تلخیوں، دشواریوں اور دکھٹ گھاٹیوں کو جو بہشت کی راہ
میں حائل ہیں، بہشت کے گرد و پیش میں پیدا کر کے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے وہی
بات کہی تو ان کا جواب یہ تھا کہ تیری عزت کی قسم! کوئی شخص اس میں نہ جا سکے گا کیونکہ
یہ تکالیف جو اس کی راہ میں حائل ہیں، دشوار ہی نہیں بلکہ انتہائی خوفناک ہیں۔



۱۱

گُناہ

توبہ ہمیشہ گناہوں سے کی جاتی ہے لہٰذا اس کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ اسے جانے بغیر توبہ کی طرف رجوع ممکن نہیں۔ تقاضائے عبدیت یہ ہے کہ انسان اللہ کی اطاعت اور بندگی کرے۔ صرف وہ کام کرے جنھیں اللہ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ایسے اعمال کو ترک کردے جن سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے مگر عام انسانوں میں بیک وقت اطاعت اور نافرمانی کا مادہ موجود ہے کیونکہ جب یہ حضرتِ انسان خدا کی اطاعت پر آتا ہے تو فرشتے ہیچ ہوجاتے ہیں کہ اس نام پر اپنے آپ کو مٹا دیتا ہے اس کے لیے اپنے سر کو کٹا لیتا ہے، کہیں اپنی خودی کو اس کے آگے سجدہ ریز کردیتا ہے کہیں اپنا مال و متاع اس کی راہ میں لُٹا دیتا ہے۔ مگر جب یہی انسان اس کی نافرمانی پر آتا ہے تو اپنے ہی ہاتھ سے تراشیدہ بتوں کو اس کا ہمسر بنا دیتا ہے اور قدم قدم پر اس کے حکم کی نافرمانی اور سرکشی کرتا ہے حتیٰ کہ شداد اور فرعون کے روپ میں خود ہی خدا بن بیٹھتا ہے اور اس سے بڑا گناہ کیا ہوگا۔

قرآن پاک میں گناہ کے لیے اثم اور فسق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اثم کے معنی کوتاہی کے ہیں۔ مگر یہ لفظ اصطلاحاً اس فعل یا کام پر استعمال ہوتا ہے کہ انسان اپنے رب کی اطاعت اور فرمانبرداری میں قدرت اور استطاعت رکھنے کے باوجود اس کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرے۔ شریعتِ اسلامیہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس ضابطہ کے تحت انسان کی زندگی اعتقادات اور اعمال سے وابستہ ہے، یہ اعتقادات اور اعمال کتاب اللہ اور سنتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ احکاماتِ خداوندی میں کچھ ایسے ہیں جن کو کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ اوامر

کہلاتے ہیں اور جن سے روک دیا گیا ہے انھیں نواہی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ ان اوامر کو عمداً ترک کر دینا اور نواہی کو عمداً اپنانا گناہ ہے۔ چنانچہ اسلامی ضابطہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جو شخص اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھتا بلکہ ان سے تجاوز کر جاتا ہے تو وہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن انسان کے کسی فعل کو اس وقت تک گناہ نہیں کہا جا سکتا جب تک انسان اپنے فعل کے ذریعہ سے ان حدود کو توڑ نہ دے جن کو اللہ تعالیٰ نے قائم رکھنے کا حکم دے رکھا ہے۔

ثواب اور گناہ کا یہی تصور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے آسمانی کتابوں کی صورت میں حضرت انسان تک پہنچایا ہے۔ اور اس کی تکمیل قرآن کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ چنانچہ کرۂ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآنی ثواب اور گناہ کے تصور کو اپنائیں اور شریعتِ محمدیہ پر عمل کر کے دونوں جہانوں میں فلاح پائیں۔

اے اللہ کے بندے! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ عام انسانی خمیر مختلف عناصر سے مل کر بنا ہوا ہے۔ ان عناصر کو سائنس کی زبان میں بیشمار نام دیے گئے ہیں لیکن اسے عام زبان میں آگ، پانی، ہوا اور مٹی کہتے ہیں۔ ان کی بنا پر انسان میں چار وصف پیدائشی طور پر موجود ہیں۔ جو ربوبیت، شیطانیت، حیوانیت اور سبعی ہیں لہٰذا ان چار وصفوں کی بنا پر انسان میں مختلف قسم کے طبعی رجحانات پیدا ہوتے ہیں ان میں جتنا کوئی وصف زیادہ غالب ہو جاتا ہے تو ویسی ہی خصوصیات اس میں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

صفتِ ربوبیت کی بنا پر انسان میں فخر، بڑائی، جابریت، مدح ثنائی، عزتِ نفس، تونگری، محبت و نفرت کے افعال سرزد ہوتے ہیں اگر ان اوصاف میں زیادتی ہو جائے اور وہ حدِ اعتدال سے آگے بڑھ جائیں تو وہ انسان کو گناہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ خصوصیات پیدا ہونے کی بنا پر انسان میں ایسے ایسے گناہ جنم لیتے ہیں کہ لوگوں کو ان کی خبر تک بھی نہیں ہوتی۔ مگر جب انسان کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ حد سے زیادہ گنہگار ہو گیا ہوتا ہے۔

انسانی بناوٹ میں دوسرا مادہ حرارت کا ہے جس کی وجہ سے انسان میں شیطانی وصف کا منبع نفس موجود ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان میں حسد، سرکشی، حیلہ، مکروفریب، دھوکہ، جھگڑا، بُری بات کا حکم دینا، نفاق، بدعت کی طرف بُلانا اور گمراہی جیسے بُرے اوصاف پائے جاتے ہیں۔

انسانی خمیر میں تیسری قوت حیوانی قوت ہے جس کی بنا پر انسان میں شہوت نفس کی خواہشات یعنی زنا، غیر فطری فعل حرص اور طمع وغیرہ کے افعال جنم لیتے ہیں، انسانی ضمیر کی چوتھی صفت سبعی ہے جس کی بنا پر انسان میں غصہ، غضب کینہ، مار پیٹ، گالی گلوچ، قتل وغیرہ کی حرکات پائی جاتی ہیں۔

انسان جب اس مادی جسم کی پرورش کے لیے غذا کھاتا ہے اور اس میں قوت والے اجزاء کی زیادتی کرتا ہے جیسے گھی، گوشت، مصالحہ جات اور طرح طرح کی حرام و حلال غذائیں، تو اس سے انسانی جسم میں بہیمیت کا زور زیادہ ہو جاتا ہے تو پھر یہ ساری قوتیں مل کر انسانی عقل پر غلبہ حاصل کر لیتی ہیں اور جب عقل مغلوب ہو جاتی ہے تو عقل اللہ کا راستہ چھوڑ کر الٹ سوچنا شروع کر دیتی ہے اور حق کی طرف سے بھٹک کر شیطان کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔ پھر جب اس شیطانیت کا زور ہو جائے تو انسان شیطان کے ایما پر ایسے اعمال و افعال کر گزرتا ہے جو اللہ کی نافرمانی پر مبنی ہوتے ہیں اور جنہیں گناہ کہا جاتا ہے۔

غرضیکہ ان چاروں اوصاف کی بنا پر ہم میں فطری طور پر گناہ کی طرف جانے اور گناہ میں لذت محسوس کرنے والی رغبت موجود ہے۔ چنانچہ اس رغبت کو قابو میں رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی قائم کردہ حدود کے مطابق زندگی کو منضبط کیا جائے۔ اور اس طرح کی زندگی بسر کی جائے جس طرح کہ اللہ کے رسولؐ نے نمونہ پیش کیا۔

گناہ کی مُختلف قسمیں

گناہ کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ بڑے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۔

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچو، جن سے تمھیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمھارے صغیرہ گناہ معاف کر دیں گے اور تمھیں عزت کے مقام میں داخل کر دیں گے

النساء:

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَآئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ

جو لوگ گناہ کبیرہ اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں، بجز چھوٹے گناہوں کے

ان آیاتِ کریمہ سے پتہ چلا کہ کبیرہ گناہ، اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا باعث ہوتے ہیں، اگر ان کبیرہ گناہوں سے دامن بچایا جائے تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ صغیرہ گناہوں کو میں معاف کر دوں گا۔ لہٰذا ان آیات سے معلوم ہوا کہ گناہ دو طرح کے ہیں۔ یعنی کبیرہ اور صغیرہ۔

۱۔ گُناہِ کبیرہ

کبیرہ کے معنی بڑے کے ہیں مگر شرعی اصطلاح میں اس کا اطلاق اس گناہ پر ہوتا ہے جس کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ نے روک دیا ہو۔ اور اس کو کسی قرآنی نص یا سنت نے حرام قرار دے دیا ہو اور اس کے کرنے پر کتاب اللہ میں کوئی سزا مقرر ہو یا مرنے کے بعد ایسے گناہوں پر وعید کی گئی ہو یا اس کے کرنے کو لعنت قرار دیا ہو۔ یا اس کے مرتکبین پہ نزولِ عذاب کی خبر دی گئی ہو۔ یا جن کاموں کو شریعت میں فرض قرار دیا گیا ہے، ان کو ترک کر دیا ہو۔ کیونکہ اللہ کی فرض کردہ عبادت کو ترک کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔

گناہ کبیرہ سے ایمان ضائع نہیں ہوتا کیونکہ ایمان بنیادی طور پر اعتقادی باتوں پر یقین اور اقرار کا نام ہے البتہ ایمان کامل کی روح مفقود ہو جاتی ہے اس پر اسلامی فقہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا مسلمان ہی رہتا ہے اور دائرہ اسلام سے

خارج نہیں ہوتا۔ گناہ کبیرہ کی تعداد کے تعین کے بارے میں اختلاف ہے۔ کسی نے تین، کسی نے چار، کسی نے سات اور کسی نے گیارہ تعداد بتائی ہے۔ ابن عباسؓ نے سنا کہ حضرت عمرؓ نے کبیرہ گناہوں کی تعداد سات بتائی۔ ابو طالب مکی کے نزدیک انکی تعداد سترہ ہے اور امام غزالیؒ نے بھی ان کی پیروی کی ہے لیکن میرے نزدیک کبیرہ کی تعداد سترہ سے کہیں بہت زیادہ ہے۔

کبیرہ گناہوں کے بارے میں جاننا ہر شخص کے لیے ضروری ہے تاکہ ہر انسان ان گناہوں سے بچ سکے اور توبہ کرے۔ عام انسانوں کے لیے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں میں امتیاز کرنا ذرا مشکل مسئلہ ہے لیکن کبیرہ گناہوں سے توبہ کی جائے تو بہت سے صغیرہ گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ اسے معلوم ہو کہ کبیرہ گناہ کون کون سے ہیں۔ میرے نزدیک کبیرہ گناہوں کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اعتقادی کبیرہ گناہ

پہلی قسم کے اعتقادی گناہ کبیرہ وہ ہیں جن کا تعلق انسان کے عقائد سے ہے اور عقائد کا مرکز انسانی دل ہے۔ اگر انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو معبود نہ ماننے کا عقیدہ ہو یا صفاتِ الٰہی کا انکار ہو یا ذات و صفات میں کسی اور کو شریک ٹھہرانے کا مادہ ہو تو یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ جسے کفر اور شرک کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا یا اللہ کے عذاب کا انکار کرنا یا آخرت کے حساب و کتاب کا انکار کرتے ہوئے خود ہی کہنا کہ میں تو بخشا ہوا ہوں۔ توحید کے بعد ملائکہ، نبوت، رسالت، جنت و دوزخ یومِ آخرت، موت، جزا سزا کی حقیقت کے بارے میں دل سے یقین قائم نہ کرنا، یا شک کا اظہار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

گناہ کے جنم لینے کی جگہ نیت اور دل ہے۔ اگر کوئی گناہ کو گناہ ہی تصور نہ کرے تو یہ بہت بڑی کم عقلی ہے۔ چنانچہ اعتقادی لحاظ سے نیتاً گناہ سے بچنا ضروری ہے لہٰذا اپنے اعتقاد میں ایسے مشتبہ خیالات کو جگہ نہیں دینی چاہیئے جن کی بنا پر انسان سے اعتقادی گناہوں کے ہونے کا خطرہ ہو۔

۲۔ قولی گناہِ کبیرہ عقائد کے بعد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق انسان کے قول سے ہے۔ انسان کی زبان سے اگر ایسے الفاظ نکلیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے نہ نکالنے کا حکم دیا ہے تو وہ گناہ کبیرہ ہو جائیں گے۔

قوتِ گویائی یعنی زبان سے بولنے کی قوت ایک لازوال نعمت ہے اور اسی نعمت کی بنا پر حضرت انسان دوسری مخلوقات سے بلند و برتر ہے۔ چنانچہ انسان کا یہ فرض ہے کہ انسان اپنی زبان سے ایسی گفتگو نہ کرے جس کو اللہ نے روک دیا ہے اور گناہ قرار دیا ہے بلکہ انسان کے ذمے لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کو اللہ کی قائم کردہ حدود کے اندر استعمال کرے۔ چنانچہ ایسے گناہ جو انسان کی زبان کی قوتِ گویائی سے تعلق رکھتے ہیں، قولی گناہ کہلاتے ہیں

زبان سے متعلق قولی گناہوں میں سب سے بڑا قولی گناہ جھوٹ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قطعاً پسند نہیں کیا۔ جھوٹ ایک ایسا گناہ ہے جو انسانی عظمت پر ایک سیاہ دھبہ ہے۔ جس قوم میں جھوٹ کی عادت ہو اس کی بنیاد کھوکھلی ہو جاتی ہے۔ جھوٹ کی بجائے سچ بولنا انسان کا فرض ہے جو نہ صرف گناہ سے بچاتا ہے بلکہ ثواب کا مستحق بھی ٹھہراتا ہے۔ جھوٹی گواہی دینا اور سچی گواہی کو چھپانا، جھوٹی قسمیں کھانا، غیبت کرنا، جادو کرنا۔ یا کسی پر بہتان تراشی کرنا سب قولی گناہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۳۔ فعلی گناہِ کبیرہ یہ وہ کبیرہ گناہ ہیں جن کا تعلق انسان کے عملی فعل سے ہے قرآن اور سنت نے ان کی مذمت کی ہے اور ان سے بچنے کی تاکید کی ہے ان میں ایسے گناہ ہیں جن کا تعلق انسان کے مختلف اعضاء سے ہے جن سے وہ گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ یہ گناہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ پیٹ کے متعلق گناہ یہ وہ گناہ ہیں جن کا تعلق ایسی اشیاء کے کھانے سے ہے جنھیں شریعت نے منع کیا ہے مثلاً شراب نوشی، اس میں ہر نشہ آور چیز داخل ہے۔ سؤر کا گوشت، یتیم کا مال ظلم سے حاصل کر کے ہضم کر جانا۔ سود کھانا یا جوئے کا مال کھانا۔

۲۔شرمگاہ سے متعلق گناہ یہ وہ گناہ ہیں جن کا تعلق نفسانی خواہشات سے ہے۔ان میں زنا ، لواطت۔یا کسی اور غیر فطری فعل سے جماع کرنا شامل ہیں۔

۳۔ہاتھوں سے متعلق گناہ ہاتھوں سے سرزد ہونے والے گناہوں میں قتل، چوری، ڈاکہ رشوت ،کم تولنا ۔بے ایمانی، اور خیانت شامل ہیں۔

۴۔پاؤں سے متعلق گناہ کفار کے مقابلہ میں میدانِ جنگ سے پیٹھ دکھا کر بھاگنا یعنی اس حالت میں بھاگ جائے کہ ایک مسلمان، دو کافروں کے مقابلہ سے ، دس مسلمان بیس کافروں کے مقابلہ سے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کفار مقابلہ میں مسلمانوں سے دوگنے سے زیادہ ہوں تو بھاگنا کبیرہ گناہ نہیں۔

۵۔پورے جسم سے متعلق گناہ ماں باپ کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے یعنی والدین اگر کسی بات پر قسم کھائیں تو اولاد ان کو پورا نہ کرے۔ کوئی شے طلب کریں تو انکار کرے ،اگر بھوکے ہوں تو ان کو کھانا نہ دے اور بُرا کہیں تو ان کو مارے یا تکلیف پہنچائے۔

۲۔گُناہِ صغیرہ

ہر وہ امر مانع جو بُرائی اور بدی کے زُمرے میں آتا ہو اور شریعتِ اسلامیہ میں اس سے بچنے کا حکم ہو، گناہ صغیرہ ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ تمام کبیرہ گناہوں کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہیں وہ صغیرہ ہیں۔ اس لیے صغیرہ گناہ بیشمار ہیں اور ان کی کوئی مقررہ تعداد نہیں ہے ۔اور نہ ہی کوئی ایسا طریقہ ہے جس سے بآسانی یہ شناخت ہو سکے کہ یہ گناہ صغیرہ ہے۔ شرعی توثیق اور بصیرت سے ان کی شناخت کی جاتی ہے اور شریعت کا مقصد بھی صرف یہی ہے کہ انسان گناہوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اسے ذاتِ الٰہیہ کا قُرب حاصل رہے۔

صغیرہ گناہوں کی مثال یہ ہے کہ کسی خوبصورت عورت یا مرد کا جنسی رغبت کے تحت ایک دوسرے کو دیکھنا یا اس کا بوسہ لینا یا اس کے ساتھ بیٹھنا یا لیٹنا، مگر جماع نہ کرنا جنسی خواہشات کے تحت کسی غیر محرم مرد یا عورت کا سیر و تفریح کرنا۔ فحش ادب کا مطالعہ کرنا، عریانی کو فروغ دینا۔ کسی کو برا بھلا کہنا، خواہ مخواہ مارنا، فلم بینی کرنا۔ مگر فلم بینی ایسی ہو جو انسان کی جنسی خواہشات کو ابھارے اور برائی کی طرف لے جائے۔ کسی کی دل آزاری کرنا۔ جانور کو ایذا دینا وغیرہ سب گناہ صغیرہ ہیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اگر تم گناہ کبیرہ سے اجتناب کرو گے تو تمھاری چھوٹی برائیاں یعنی صغیرہ گناہ ہم خود ہی معاف کر دیں گے۔ اس آیت سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ اگر انسان گناہ کبیرہ سے تائب ہو جائے تو اس کے صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جائیں گے لیکن توبہ کرتے وقت بہتر یہی ہے کہ انسان اپنے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی معافی طلب کرے۔

حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ ایک میدان میں جہاں لکڑیاں موجود نہ تھیں اور نہ کوئی اور چیز تھی۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ ڈیرہ لگایا۔ حضورؐ نے لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ لکڑیاں تو نظر ہی نہیں آتی ہیں، فرمایا کسی چیز کو حقیر نہ جانو جو چیز ملے اسے لے آؤ! چنانچہ صحابہ کرام ادھر ادھر گئے اور کچھ نہ کچھ اٹھا لائے اور ایک جگہ جمع کر دیا۔ چنانچہ ایک بڑا ڈھیر بن گیا۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہی حال اس خیر و شر کا ہے جس کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا۔ بڑے سے بڑا اور خیر سے خیر اور شر سے شر مل کر ایک انبار ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اگر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی پروا نہ کرے تو وہ مل کر بہت زیادہ ہو جائیں گے اور ان کی زیادتی بھی گناہِ کبیرہ کی صورت اختیار کر لے گی۔

انسان کو یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک گناہ کو انسان حقیر یعنی چھوٹا تصور کرتا ہے مگر اللہ کے ہاں وہ بڑا ہوتا ہے اور بعض اوقات

بندہ اس کو بڑا جانتا ہے لیکن اللہ کے ہاں وہ چھوٹا ہوتا ہے لیکن بندۂ مؤمن کا گناہِ صغیرہ کو بڑا گناہ سمجھ کر اللہ سے ڈرنا اللہ کے قرب کا باعث بنتا ہے۔

۳۔ صغیرہ گناہوں کا کبیرہ بننا

صغیرہ گناہ جنہیں انسان معمولی تصور کرتے ہوئے نظر انداز کر دیتا ہے۔ بعض وجوہات کی بنا پر کبیرہ بن جاتے ہیں۔ وہ وجوہات مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ اصرارِ گناہ

پہلا سبب یہ ہوتا ہے کہ آدمی گناہِ صغیرہ پہ اصرار کرتا ہے۔ جیسے ہمیشہ غیبت کرتا ہے یا ریشمی لباس کو مستقل طور پہ زیب تن کرنے کا عادی ہو جائے یا سماع کی عادت بطور لہو و لعب اور تسکینِ نفس کے لیے اختیار کرے۔ اس قسم کا گناہ جو متواتر کیا جائے اس کا دل کی تاریکی میں بڑا ہاتھ ہوتا ہے اس لیے حضور نے فرمایا کہ اچھا کام وہی ہوتا ہے جو نیک ہونے کے علاوہ ہمیشہ کیا جائے۔ چاہے وہ معمولی سی نیکی ہی کیوں نہ ہو۔

اس کی مثال یوں دے سکتے ہیں کہ قطرہ قطرہ پانی اگر متواتر پتھر پر گرتا رہے، تو اس میں سوراخ کر دیتا ہے حالانکہ وہی پانی اگر یکبارگی اس پتھر پر ڈال دیا جائے تو اس پر کچھ بھی اثر نہ ہوگا۔ پس جو شخص گناہ صغیرہ میں مبتلا ہوا سے چاہیئے کہ اس کے تدارک کے لیے ہمیشہ استغفار کرتا رہے، اس کا غم کھائے اور پریشانی و پشیمانی کا اظہار کیا کرے اور دل میں ٹھان لے کہ آئندہ اس کے قریب نہیں جائے گا۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ استغفار کرتے رہیں تو کبیرہ بھی صغیرہ بن جاتا ہے اور اصرار کرتے رہیں، تو صغیرہ بھی کبیرہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

۲۔ گناہ کو معمولی تصوّر کرنا

دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ آدمی گناہ کو بالکل معمولی چیز سمجھ کر اسے اہمیت ہی نہ دے اور حقارت سے دیکھے کہ یہ تو یونہی ایک شغل ہے۔ اس میں کیا دھرا ہے اس طرح تو خواہ مخواہ چھوٹا گناہ بڑا بن کر رہے گا۔ گناہ کو بڑا خیال کیا جائے تو وہ کم ہو جاتا ہے کیونکہ اسے

بڑا خیال کرنا خوفِ خدا اور ایمان کی سلامتی کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ جذبہ گناہ کی تاریکی سے دل کو بچانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور اس کا ذکر زیادہ نہیں ہونے دیتا۔ اس کے برعکس گناہ کو حقیر اور معمولی خیال کرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دل کو گناہ کے ساتھ خاص انس اور لگاؤ پیدا ہو چکا ہوتا ہے اور یہ دلیل اس امر کی ہوتی ہے کہ دل کا گناہ کے ساتھ قریبی رشتہ ہے۔ اور دونوں کی باہمی نسبت پختہ ہو چکی ہے۔ اس لیے ہر امر متعلق تو دل ہی سے ہے اور جس شے کی تاثیر کو دل قبول کرے اُس کا نتیجہ اسی کے مطابق برآور ہو کر رہتا ہے۔ پس اگر دل کو گناہ ہی مرغوب ہو تو وہ گناہ ہی کے ارتکاب میں خوشی محسوس کرے گا۔

حدیث میں ہے کہ مسلمان کے نزدیک تو گناہ ایک پہاڑ سے کم نہیں ہوتا اور اسے ہمیشہ خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر پھٹ نہ جائے اور دوسری طرف منافق کے نزدیک گناہ کی حیثیت ایک مکھی سے زیادہ نہیں جو ناک پر بیٹھ جائے اور اڑ جائے اس لیے کہ وہ اس سے خائف ہی نہیں ہوتا۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ جس گناہ کی بخشش ناممکن ہے وہ یہی ہے کہ جسے آدمی معمولی جانے، سہل سمجھے اور حقیر خیال کرے اور کہے کہ اے کاش! کیا ہی اچھا ہوتا اگر سبھی گناہ ایسے ہی ہوتے۔ ایک پیغمبر پہ وحی نازل ہوئی کہ گناہ کی چھوٹائی پہ مت جاؤ بلکہ حق تعالیٰ کی بڑائی پر نگاہ رکھو کہ کہیں اس کے حکم کی خلاف ورزی تو نہیں کر رہے ہو۔ جس قدر کوئی شخص جلالِ حق تعالیٰ کو پہچانتا ہے اتنا ہی وہ چھوٹے گناہوں کو بڑا تصور کرتا ہے۔

ایک صحابی کا کہنا ہے کہ اے لوگو! تم بہت بڑے بڑے گناہ کر گزرتے ہو اور سمجھتے ہو انھیں بال برابر، حالانکہ ہمارے نزدیک ان میں ہر کام پہاڑ کے برابر ہوتا ہے کیونکہ ہم اس راز کو پاتے ہیں کہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس میں حق تعالیٰ کا غضب پوشیدہ نہ ہو اور جتنا بڑا گناہ ہوگا اتنا ہی زیادہ قہرِ الٰہی اس میں پنہاں ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ جسے تم آسان ترین تصور کر رہے ہو وہی حق تعالیٰ کے قہر و غضب کا باعث ہو جیسا کہ

ارشاد ہوا ہے کہ تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے ۔ حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری تھی ۔

۳۔ گناہ میں خوشی محسوس کرنا تیسرا سبب یہ ہے کہ گناہ میں آدمی خوشی محسوس کرے اور ارتکابِ گناہ کو ایک کارنامہ اور قابلِ تسخیر فتح تصور کرنے لگے ایسے لوگوں کو اکثر فخریہ انداز میں کچھ اس قسم کی باتیں کہتے سنا جاسکتا ہے کہ مثلاً فلاں کو میں نے ایسا فریب دیا کہ مزہ آگیا یا اسے میں نے خوب رگیدا کہ یاد کرے گا ۔ یا ہم نے اس کا مال و اسباب جو کچھ لوٹ لیا اور ایسی گالیاں دیں کہ سات پشتیں نہ چھوڑیں یا میں نے اسے بیحد شرمندہ کیا ، یا مناظرے میں فلاں کو ایسا دق کیا کہ غصے سے بل کھانے لگا ۔ اب خیال کیجئے کہ ایسی باتیں کہنے والا اگر الٹا ان پر فخر و ناز کا اظہار کرنے لگے تو اس کے دل کی سیاہی میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے اور یہی چیز اس کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دے گی ۔

۴۔ کھلی چھٹی سمجھنا چوتھا سبب یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے اور وہ سمجھے کہ اب تو حق تعالیٰ بھی مجھ پر مہربان ہے اب گناہ سے کیا ڈرنا کہ اس کی تو کھلی چھٹی خود حق تعالیٰ نے مجھے دے دی ہے کہ یہ عنایت جو میرے حال پر ہے گناہوں کی مہلت ہی تو ہے اور اس طرح اپنی ہلاکت کا سامان خود کر بیٹھے ۔

۵۔ گناہوں کو عام کرنا پانچواں سبب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پردہ پوشی پر اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے اس پردے کو اپنے ہی ہاتھوں سے اٹھا دے کہ ہوسکتا ہے دوسرے لوگ بھی اس کی وجہ سے گناہ سے ویسی ہی محبت اور رغبت ظاہر کرنے لگیں ۔ ایسی صورت میں دوسروں کے گناہ اور رغبتِ گناہ کا سارا وبال اسی کی گردن پر ہوگا ۔ اور اگر ترغیب دینے کا وہ کام کھلم کھلا انجام دے اور گناہ کے اسباب اور ذرائع بھی فراہم کرنے لگے یہاں تک کہ دوسرے ان اسباب سے واقعی متاثر ہو کر وہی طور طریقے اختیار کرلیں تو وبال دوگنا ہو جائے گا ۔ اسی لیے بزرگانِ سلف

نے کہا ہے کہ اس سے بڑا غضب اور کیا ڈھایا جا سکتا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمانوں کی نظر میں گناہ کو آسان بنا دے۔

۶۔ عالموں کا گناہ میں اُلجھاؤ پیدا کرنا

چھٹے یہ کہ عالم اور مقتدیٰ ہو کر گناہ میں الجھا رہے اور دوسرے اس کو دیکھ کر بیباکانہ گناہ کرنے لگیں اور کہیں کہ اگر فلاں بات نہ کرنے کی ہوتی یعنی ناجائز ہوتی تو وہ عالم اور مقتدیٰ بھلا کیونکر اس کا ارتکاب کر سکتا تھا مثلاً کوئی عالم ریشمی لباس زیب تن کرے یا درباروں کے چکر کاٹا کرے اور بادشاہ کے حضور حاضر رہا کرے اور ان سے مال و زر اینٹھتا رہے یا مال و جاہ کی فراوانی پر فریفتہ ہو اور اس پر نازاں بھی ہو۔ مناظرے میں واہیات باتیں کرتا رہے، اپنے ہمسروں اور معاصرین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے رکھے وغیرہ۔ اور اس کے شاگرد بھی وہی سیکھ جائیں اور پھر جب وہ استاد بن جائیں گے تو آگے ان کے شاگرد ان سے وہی باتیں سیکھ جائیں گے اور یوں یہ سلسلہ جاری وساری رہے اور ان میں سے ہر کوئی ایک بستی کی ویرانی و بربادی کا سبب بن جائے کیونکہ ان میں سے ہر کوئی ایک نہ ایک شہر یا مقام کا مقتدیٰ تو بن جائے گا اور اسی صورت میں لامحالہ سبھی کے گناہوں کا وبال اس مقتدیٰ کی گردن پر ہوگا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ خوش بخت ہے وہ شخص کہ وہ مر بھی جائے اور اس کے گناہ بھی اس کے ساتھ مر جائیں۔ ورنہ کوئی بدبخت ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود تو مر جائے مگر اس کے گناہ اس کے بعد بھی ہزاروں سال تک زندہ رہیں یعنی اس کے شاگرد اور پھر ان کے شاگرد اس میں مبتلا رہتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے علماء میں سے ایک عالم نے گناہ سے توبہ کی تو پیغمبر وقت کو وحی نازل ہوئی کہ اس سے کہہ دو کہ اگر تیرے گناہ صرف میرے اور تیرے درمیان ہوتے تو میں تجھے بخش دیتا۔ لیکن اب اس کو کیا کہے گا کہ تو خود توبہ کر رہا ہے اور پوری قوم جو تیرے ہاتھوں برباد ہو چکی بدستور تباہ حال ہے۔ اس کی تباہی کا ذمہ دار کون ہے اور اس کا کیا بنے گا۔ پس یہی وجہ ہے کہ گناہ کا خطرہ علماء کے لیے دوسروں کی نسبت بہت بڑا ہے۔ ان کا ایک گناہ ہزاروں

گناہوں کے برابر ہے۔ کیونکہ ہزاروں لوگ ان کی تقلید کرتے ہیں اسی طرح ان کی عبادت کا ثواب بھی بہت بڑا ہوتا ہے اور ان کی ایک عبادت ہزاروں عبادتوں کا اجر بن جاتی ہے کیونکہ جو لوگ ان کی متابعت کرتے ہیں ان کی عبادت میں سے اس عالم کو بھی ثواب ملے گا، لہٰذا عالم پر گناہ نہ کرنا واجب ہے اور اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو بھی جائے تو پوشیدہ ہونا چاہیئے بلکہ اگر کوئی مباح قسم کی لغزش بھی ہو تو دوسروں کو معلوم نہ ہونا چاہیئے کہ لوگ غفلت کے سبب کہیں گناہ پر دلیر نہ ہو جائیں۔ لہٰذا اس سے حذر کرنا زیادہ اچھا ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ کبھی ہم بھی ہنسا کرتے تھے اور کھیل کود میں بھی مشغول رہا کرتے تھے لیکن مقتدی ہو گئے تو تبسم و مسکراہٹ بھی ہمیں زیبا نہیں۔ عالم کی غلطی یا لغزش دوسروں کے سامنے دہرا نا بجائے خود بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ یہ روایت ہی بیشمار لوگوں کی گمراہی کا موجب بن جاتی ہے اور لوگ گناہ بے باکی سے کرنے لگتے ہیں۔ پس تمام لوگوں کے لیے گناہ سے پرہیز واجب اور علماء کے لیے واجب تر ہے اور اسی طرح ہر کسی کی خطاؤں پہ پردہ ڈالنا ضروری اور علماء کی خطاؤں کو پوشیدہ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ (کیمیائے سعادت)

۴۔ نقصاناتِ گناہ

گناہ بُری چیز ہے بلکہ برائیوں کا دوسرا نام گناہ ہے لہٰذا جو انسان گناہ میں مبتلا ہو گیا گویا وہ اللہ کا نافرمان ہو گیا اور گناہوں کی بنا پر انسان دین و دنیا میں ذلیل ہو جاتا ہے اور اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور انسان لعین بن جاتا ہے شیطان کے پہلے گناہ ہی نے اسے اللہ کی رحمت سے دور کر دیا۔ بلکہ لعین و مردود کروا دیا اور ہمیشہ کے لیے بارگاہ رب العزت سے راندا گیا۔ نافرمانی کی وجہ سے ابلیس کو آسمانوں سے زمین پر آنا پڑا۔ آدم نے بھی گناہ کیا جس کی بنا پر انسے جنت سے نکلنا پڑا اور زمین پر مصیبت اٹھانا پڑی۔ گناہوں کی بنا پر قوم نوح پر طوفان لایا گیا اور اللہ کے احکامات

کی نافرمانی کی بنا پر قوم لوط کی بستیوں کو الٹ دیا گیا اور ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ وہ بھی گناہ ہی تھا جس نے فرعون کو لشکر سمیت غرق کروا دیا۔ وہ بھی گناہ تھا جس نے قارون کو زمین میں دھنسایا، یہی وہ نافرمانی تھی جس کی بنا پر بنی اسرائیل پر طرح طرح کے مصائب نازل ہوئے۔ کبھی قتل ہوئے کبھی قید کیے گئے کبھی ان کے گھر اجاڑے گئے۔ اور کبھی انھیں ظالم بادشاہوں کا ظلم برداشت کرنا پڑا۔ کبھی غلامی کی لعنت میں گرفتار ہوئے۔ کبھی بندر اور سؤر کی شکل میں تبدیل کیے گئے۔ اس نافرمانی نے بڑی بڑی سلطنتوں کو اجاڑ ڈالا۔ قیصر و کسریٰ کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا۔ گویا کہ قرآن پاک میں بیشمار ایسے واقعات بیان کیے ہیں جن سے ہمیں سبق حاصل ہوتا ہے کہ جو قوم گناہ میں مبتلا رہے اسے کبھی دوام نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات سے سرکش اور باغی قوموں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ آج مسلمان قوم اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی عملاً گناہ کے گڑھوں میں گری ہوئی ہے۔ کونسا ایسا گناہ ہے جس میں ہم مبتلا نہیں۔ ہمارے گناہوں کی شامت ہے کہ ہماری قوم کا رزق تنگ اور دنیا کے اخلاقی معیار میں پست ہے اور عملی طور پر ہم پر دوسروں قوموں کی غلامی مسلط ہے۔ آئے دن ہماری قوم پر طرح طرح کے مصائب آتے رہتے ہیں اور یہ سب ہمارے گناہوں کی کثرت کا نتیجہ ہے اکثر اوقات ہم پر ظالم حکمران مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ یہ تو گناہ کے اجتماعی نقصانات تھے۔ اور اب ایک مسلمان کے گناہوں میں مبتلا ہونے کے انفرادی نقصانات کا جائزہ لیجیۓ۔

گناہوں میں مبتلا انسان اللہ تعالیٰ کے اسرارِ باطنی کو کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ گناہوں سے توبہ نہ کرے، گنہگار نورِ باطن سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔

حقیقی علم جو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے گنہگار اس سے بھی دور رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تب حاصل ہوتا ہے جب کہ انسان گناہوں سے توبہ کر کے پاکیزہ ہو جائے۔ پاکیزگی سے انسان میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔ گناہوں سے لطافت پیدا نہیں ہوتی۔ اگر کسی کے پاس اللہ کے راستے کی لطافت ہو بھی تو گناہ میں مبتلا ہونے سے ختم ہو جاتی ہے۔

جس سے باطنی نور ضائع ہوتا ہے۔

گناہوں میں مبتلا ہونے سے انسان کو اللہ کی عبادت میں لذت حاصل نہیں ہو سکتی اور جذب و مستی شوق حاصل نہیں ہو سکتے۔ لوگوں میں یہ عادت اکثر پائی جاتی ہے کہ وہ نیک کام بھی کر لیتے ہیں اور پھر گناہ بھی ساتھ ساتھ کرتے چلے جاتے ہیں جیسے لوگ کہتے ہیں کہ نماز اپنی جگہ پر اور فلم اپنی جگہ پر، لیکن نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کو عملی زندگی سے ترک کیا جائے۔

گناہ کے اثرات چہروں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک داغ بن جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اتنے گناہ کرتا ہے کہ اس کا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے پھر دل کی تاریکی انسان کے چہرے پر ظاہر ہوتی ہے اور گناہوں کی سیاہی اور چہرے کی سیاہی کا مشاہدہ معاشرے کے ایسے لوگوں کے چہروں پر بآسانی نظر آتا ہے جو لوگ عشق و محبت اور نفسانی جذبات اور فحاشی کا شکار ہوتے ہیں ان کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اکثر نمایاں ہو جاتے ہیں اور خاص طور پر ٹیلی ویژن، اور فلم بینی کے اثرات بھی خاصے ہیں۔

آنکھوں پر جب گنہگاری کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں تو چہرے کا باقی حصہ بھی اثرات قبول کرتا ہے اور انسان کے ماتھے پر سیاہی نمایاں ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جوں جوں انسان مزید گناہوں سے آلودہ ہوتا جاتا ہے اس کے چہرے پر گناہوں کی سیاہی نمایاں ظاہر ہو جاتی ہے۔ خاص کر جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے، رشوت لینے، حرام کھانے، بددیانتی کرنے اور غیبت کرنے والوں کے چہروں پر یہ اثرات بہت نمایاں ہوتے ہیں۔

اللہ کے نیک بندوں کے چہرے اس سیاہی سے بالکل مبرا ہوتے ہیں اور ان کے چہروں پر اللہ کی رحمت کا نور نمایاں نظر آتا ہے اور اگر ان کو عام گنہگاروں میں کھڑا کر دیا جائے تو وہ نمایاں نظر آئیں گے۔ وہ پیر جنھوں نے صرف ظاہرداری کا لبادہ اوڑھا ہو اور روحانیت ان کے پاس نہ ہو تو ان کے چہروں پر بھی عام دنیاداروں کی طرح گناہوں کی

سیاہی نظر آتی ہے۔ گناہ کرنے والا خواہ کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو مگر اس کے چہرے پر کبھی نورانی رونق نہیں آتی۔

رسول پاکؐ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پہ ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ گناہ سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو رفتہ رفتہ اس کی سیاہی تمام دل کو گھیر لیتی ہے اور آخر یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ اس کے دل پر وعظ اور نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

گناہ دل میں بھی بزدلی پیدا کرتا ہے اور گناہ کرنے والے حقیقی قوت سے خالی ہوتے ہیں اگرچہ گناہ کرنے والے ظاہراً بڑی دلیری کا کام کر جاتے ہیں مگر وہ سب کچھ شیطانیت کے اکسانے پر ہوتا ہے۔ مگر اللہ کے نیک بندوں کے مقابلے میں ان کو راہِ حق پر استحکام حاصل نہیں ہوتا کیونکہ استحکام کا سارا دارومدار نیک کام کرنے، گناہوں سے بچنے، عبادت میں کثرت کرنے اور نیت کو درست رکھنے پر ہے مگر اس کے برعکس نیک کاموں سے جی چرانے، بُرے کاموں پر ڈٹے رہنے اور ہر وقت گناہوں میں مصروف رہنے کی وجہ سے انسان کا دل کمزور ہو جاتا ہے، دل کی کمزوری جسم کے دوسرے اعضاء پر اثر انداز ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گناہ سے انسان میں حوصلہ اور ہمت کم ہو جاتی ہے۔ جرأت اور دلیری دور بھاگتی ہے۔ ناامیدی اور بزدلی آجاتی ہے لیکن گناہ سے بچنے والے نیک لوگوں کا دل مضبوط ہوتا ہے ان میں بے پناہ ہمت اور حوصلہ ہوتا ہے ان کے عزم پتھر کی چٹانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام، بزرگانِ دین، صوفیائے عظام جسمانی لحاظ سے عام انسانوں ہی کی طرح تھے بلکہ بعض حالات میں ان سے بہت دبلے پتلے اور کمزور ہوتے تھے، ان کی تعداد بھی دنیا کے مقابلے میں بہت کم ہوتی تھی مگر وہ اللہ کے راستے پر چلے اور انھوں نے اللہ کی عطا کردہ رحمت سے اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا پھر ان میں قوتِ ایمانی اور گناہوں سے بچ کر توبہ کے راستے پر چلنے سے اتنی دلیری جرأت اور حوصلہ تھا کہ انھوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کے تختے الٹ دیے، بڑے بڑے جابر حاکموں کے سامنے کلمۂ حق سنایا اور ان کو رو با بنا دیا ان کی کامیابی کا راز صرف

یہی تھا کہ وہ گناہوں سے بچے، اللہ کی اطاعت کی اور جانثارِ رسولؐ بنے۔ مگر آج مسلم قوم دن رات اتنے لاتعداد گناہوں میں مبتلا ہے اور انسانیت سوز مظالم میں ڈوبی ہوئی ہے۔ چنانچہ ہمیں چاہیئے کہ اللہ کی نافرمانی اور سرکشی کو چھوڑ کر متقی اور پرہیزگار بنیں کیونکہ اللہ کے بندے ہمیشہ بہادر اور غیور ہوتے ہیں۔

غرضیکہ وقتی طور پر انسان گناہ میں مبتلا ہو کر اپنے نفس کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس سے اس کی رحمت اور نعمت دور ہو جاتی ہے۔ مصیبتیں امڈ آتی ہیں اللہ کی عظمت دل سے نکل جاتی ہے، نفس اور شیطان غالب آجاتے ہیں۔ عقل میں فتور اور فساد آجاتا ہے۔ گناہ کرنے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان کی عاقبت خراب ہو جاتی ہے۔ عذابِ قبر، دوزخ کی آگ اور طرح طرح کی سزائیں بھگتنا پڑیں گی۔ اس کے علاوہ گناہ میں خسارہ ہی خسارہ ہے لہٰذا گناہ سے بچنے کے لیے ہر انسان کو پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ کوشش صرف اللہ پاک و برتر سے مدد مانگنے سے مل سکتی ہے۔

شکرانہ ختم شد

"میں اللہ کا احسان مند اور شکرگزار ہوں کہ اس کی عطا کردہ توفیق سے یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور پڑھنے والے کو سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے"

عالم فقری

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

اسماء الحسنیٰ کے خواص، مشکلات کا حل، نقوش کا تفصیلی بیان

وظائف اسماء الحسنیٰ

تصنیف: عالم فقری

اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اور صفاتی نام اُس کی ایک خاص شان کا مظہر ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کو جس شان یعنی جس صفاتی نام سے پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی اس شان کے فیوض و برکات سے اُسے نواز دیتا ہے۔ اور اپنی اس خاص شان کا راز اُس پر کھول دیتا ہے۔

''وظائف اسماء الحسنیٰ'' میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام یعنی اسماء الحسنیٰ کے مطالب خواص، اعداد اسماء الحسنیٰ سے مشکلات کا حل، اسماء الحسنیٰ کے نقوش کا تفصیلی بیان ہے۔ خدائے عزوجل کے صفاتی ناموں کی مدد سے ہر مشکل کو آسانی کے ساتھ حل کر لیجئے۔

ادارہ پیغام القرآن 40 اُردو بازار لاہور

اولیائے کرام کے مستند حالات وواقعات کا تذکرہ

اللہ کے مشہور ولی

تصنیف: **عالم فقری**

رسول اللہ ﷺ کے دین کی پوری پوری تبلیغ اولیاء کرامؒ نے انتہائی جانفشانی کے ساتھ کی ہے۔ مصیبتیں برداشت کی ہیں مخالفین کی سختیاں سہی ہیں اور اسلام کا نور دنیا کے ہر ملک میں پہنچایا اولیاء اللہ کیسی ریاضتیں کرتے تھے' اُن کی عبادتیں کس شان کی ہوتی تھیں۔ مخلوق الٰہی کے ساتھ اُن کا برتاؤ کیسا تھا اور وہ کس طرح زندگی بسر کرتے تھے۔

''اللہ کے مشہور ولی'' میں ان ہی برگزیدہ اولیاء کے مقدس حالات' اُن کے ریاضات ومجاہدات اور کشف وکرامات اقوال' احوال وآثار کا مفصل تذکرہ ہے جن کو مستند کتابوں سے نہایت جامعیت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔

ادارہ پیغام القرآن 40 اُردو بازار لاہور